www.KitaboSunnat.com

كل بدعة ضلالة

# بدعات
## سنت کی میزان میں

مفتی مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

# محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

## تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com



كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

# بدعات سنت کے میزان میں

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



# فہرس


| | | |
|---|---|---|
| ① | فہرست | 3 |
| ② | حرف چند | 5 |
| ③ | قبر پر تلقین | 11 |
| ④ | گیارہویں کی شرعی حیثیت | 48 |
| ⑤ | انگوٹھے چومنے کی شرعی حیثیت | 60 |
| ⑥ | اولیاء اللہ کے نام پر ذبح! | 69 |
| ⑦ | نمازِ جنازے کے بعد دعا | 95 |
| ⑧ | جنازہ کے ساتھ بآواز بلند ذکر | 125 |
| ⑨ | نماز فجر وعصر کے بعد مصافحہ | 136 |
| ⑩ | اولیاء اللہ کے نام کی نذر و نیاز | 145 |
| ⑪ | نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں حاضری | 167 |
| ⑫ | قبر پر اذان کی شرعی حیثیت | 176 |
| ⑬ | قبروں کی مجاوری | 186 |
| ⑭ | قبروں پر چراغاں کرنا | 195 |


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



| | | |
|---|---|---|
| ⑮ | قبروں پر گنبد بنانے کی شرعی حیثیت | 215 |
| ⑯ | قبروں پر پھول اور چادریں چڑھانا | 248 |
| ⑰ | قدم بوسی کی شرعی حیثیت | 265 |
| ⑱ | رقص کی شرعی حیثیت | 279 |
| ⑲ | عرس کی شرعی حیثیت | 298 |
| ⑳ | میت کی طرف سے نماز | 314 |
| ㉑ | قرآن خوانی کی شرعی حیثیت | 317 |
| ㉒ | کفن پر لکھنا | 329 |
| ㉓ | کیا لفظ ''اللہ'' ذکر ہے؟ | 336 |
| ㉔ | زبان سے نیت | 346 |

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# حرفِ چند

اسلافِ امت یعنی صحابہ، تابعین اورائمہ محدثین، رشد و ہدایت کا ماخذ، منبع اور سرچشمہ ہیں۔عقائد و افکار کی بنجر زمینوں میں قرآن وسنت کے بیج اگانے اور انہیں سبزہ زارِ بہار کا روپ اوڑھانے کے لئے فہم سلف کی آبیاری اتنی ہی اہم ہے، جتنی کہ زمین کے لئے پانی، زندگی کے لئے سانس اور دیکھنے کے لئے آنکھ، آنکھ کو دیکھنے کے لئے ایک نور کی حاجت ہوتی ہے اور اسی نور کا نام فہم سلف ہے۔

''بدعات سنت کی میزان میں'' لکھنے کا سبب یہی ایک حرص ہے کہ قرآن وسنت سے ثابت و غیر ثابت عقائد واعمال کی نشاندہی کی جائے،بس پہ معیار اور کسوٹی سلف امت کو بنایا جائے، کیوں کہ ایک ایک لفظ کے بیسیوں معانی ومطالب ہوتے ہیں، ان کے بیسیوں مفاہیم کا احتمال ہوتا ہے، اسی بنیاد پر مفاہیم کے نام پر قرآن وسنت کی طرف سینکڑوں غیر اسلامی عقائد واعمال منسوب کر دیئے جاتے ہیں۔تو عقائد میں صحیح کو سقیم سے جدا کرنے کے لئے اسلاف امت کے سوا کوئی کسوٹی اس کائنات میں موجود نہیں۔کیوں کہ انہوں نے قرآن اور تشریح قرآن کو شارح قرآن ، محمد رسول اللہ ﷺ سے براہ راست پوچھا،سیکھا اور لیا ہے۔

انہیں ہم درمیان سے نکال دیتے ہیں تو نصوص شریعت کو بازیچہ اطفال بنا لیا جائے گا،آپ نبوت کے جھوٹے مدعیان کو دیکھیں، فلاسفہ کی کتب کا مطالعہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کریں، معتزلہ، جہمیہ، باطنیہ، صوفیہ سے رسم و راہ رکھیں، انکار حدیث، انکار قرآن، انکار معجزات پر مبنی مواد کو ٹٹولیں اور پرکھیں۔ یہ سبھی اپنے استدلال کی بنیاد قرآن کی آیات و احادیث رسول پہ رکھتے ہیں، حدیث کے انکار کے لئے قرآن اور قرآن کے انکار کے لئے احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

جھوٹی نبوت کا ثبوت وہ بھی قرآن و حدیث میں؟ یہ تو ممکن نہیں، مگر قرآن کی کسی آیت کو اپنی مرضی کا معنی پہنا لیا جانا ممکن و شائع ہے۔قرآن آخرت کا اثبات کرتا ہے، اس کا انکار ناممکن مگر جنت کا معنی موسمِ بہار اور جہنم کا مطلب حالات کی تنگی و ترشی لے لینا، قرآن کے انکار کا مجرب نسخہ ہے، بلکہ یہاں تک کہ تیرہویں صدی میں پیدا ہونے والے روس کے اشتراکی نظام کو نظام الہی کہہ کر خود رسول اللہ ﷺ کے فہم قرآن کو بیک جنبش قلم غلط ٹھہرا دینے کی مثالیں بھی قرآن کی آیات سے لائی جاتی ہیں اور آپ حیران ہوں گے کہ قرآن ہی کی آیات پیش کر کے عیسائی و یہودی مبلغین رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے ہیں۔

آخر قرآن وحدیث کا کون سا فہم مانیں؟ یہود والا، عیسائیوں والا، ختم نبوت کے انکار والا، معجزات کے انکار والا، ''نظام الٰہی''یعنی اشتراکیت والا، انکار حدیث والا یا انکار آخرت والا؟ خصوصا ایسی صورت میں جب کہ ہر ایک کو اپنے فہم کے حتمی و حرف آخر ہونے پر دعوی بلکہ ضد ہو؟ کیا اس کے سوا کوئی صورت نظر آتی ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے زمانے میں چلے جائیں؟ آپ ﷺ کے شاگردوں کے عقائد اور اخلاق و اعمال کو دیکھیں، آیات قرآنیہ اور نصوص سنت کا معنی و مفہوم ان سے سمجھ لیں؟

یعنی قرآن جب جنت کا اثبات کرتا ہے، تو تصور موسم بہار ہو گا یا وہ جو رسول ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نے خود اور آپ ﷺ کے شاگردوں نے بیان کیا ہو؟ یقیناً کوئی بھی عقل مند وخرد مند یہی کہے گا کہ جنت کے بارے میں وہی عقیدہ درست ہے، جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے لوگوں اور خود رسول اللہ ﷺ نے سمجھایا ہو۔

ختم نبوت کا معنی لا نبی بعدی ہوگا یا کسی امتی نبی کی گنجائش ہوگی؟ تو اس کی مراد ہم اسلاف امت سے سمجھیں گے، وہ اگر رسول اللہ ﷺ کے بعد دعوی نبوت کو کفر قرار دیتے ہیں تو کوئی شک نہیں کہ ختم نبوت سے مراد ''لا نبی بعدی۔'' ہی ہوگا۔

تو عزیزو! اس چھوٹے سے نکتے کو سمجھ کیوں نہیں لیتے؟ کیا ہمیں یہ بات ماننے میں کوئی تامل ہے کہ قرآن و حدیث کا مدعا اور اس سے ثابت ہونے والے عقائد و اعمال کو سمجھا جا چکا ہے، اب صرف ان پہ عمل باقی ہے؟ کیا ایسا ممکن ہے کہ قرآن کا مدعا تو کوئی اور تھا، مگر زمانہ خیر القرون کے لوگ اسے نہیں سمجھ پائے اور ہم نے سمجھ لیا، ایسا بھلا کیوں کر ممکن ہے؟ ہم اگر اپنی ذہنی اختراع کو قرآن و سنت کا مفہوم قرار دے کر اسلاف کے اجتماعی فہم کو ٹھکرا سکتے ہیں تو منکرین ختم نبوت کے فہم کو غلط کرنے کا پیمانہ ہمارے پاس کیا ہوگا؟

یا آپ کہیں کہ اسلام نے عقائد و اعمال کو پرکھنے کی کوئی کسوٹی نہیں دی، بلکہ قرآن و حدیث کو عقل کے اکھاڑے میں کھڑا کر دیا ہے، یہاں ہم اپنی عقلیں لڑاتے پھریں، کشتیاں ہوں، پہلوان آئیں، جس میں دم زیادہ ہو وہ جیت جائے، جس میں ذرا کم ہو وہ ہار جائے، جسے چرب زبانی سے زیادہ حصہ ملے وہ قرآن و حدیث کو اپنا معنی پہنا کر سر بازار بیچتا اور کھیلتا رہے؟ اور سادہ دلان امت اس کا معنی خریدیں اور اپنی زندگیوں پہ رائج کر دیں؟ قرآن وسنت کوئی پیچیدہ و غیر فہمیدہ فلسفہ ہے، جسے ہر کوئی اپنی عقل کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آوارگی کی مقدار تک سمجھے گا؟

یقیناً نہیں، قرآن ایک ضابطہ حیات ہے، جسے بذریعہ رسول اللہ ﷺ اللہ نے ہمیں دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ اصحاب پاک مصطفیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سیکھا ہے اور ہمیں سکھایا ہے، زمانہ خیر القرون کے لوگوں نے اسے رسول اللہ ﷺ سے سیکھ کر ہم تک پہنچا دیا ہے۔امت محمدیہ ﷺ کا اجتماعی ضمیر کبھی بھی گمراہی کو قبول نہیں کرسکتا، تو خیر القرون کا اجماع کیسے قرآن وحدیث کے ان معانی و مفاہیم کو خود پہ رائج کرسکتا ہے، جو قرآن میں تحریف کا سبب ہوں، قرآن وحدیث کا مطالبہ تو قیامت تک کے ہر انسان سے ان پرعمل کا ہے، یہ بھلا کیسے ممکن ہے کہ قرآن وحدیث میں مطالبہ تو ہو مگر اس مطالبے پہ عمل ہی ممکن نہ ہو، یعنی چودہ سو سال کے بعد والے انسان تک اس کا صحیح مدعا پہنچانے والے ہی موجود نہ ہوں؟ یا کہ وہ غلط مدعا پہنچا دیں؟ حالاں کہ قرآن خود کہتا ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾(البقرة : 286)

اسلام کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ کا مکلّف نہیں بناتا، جب قرآن وسنت کا اصل مدعا ہم تک پہنچ ہی نہ پائے تو کیا اسلام پرعمل ہمارے دائرہ اختیار سے باہر کی چیز نہ ہوگی؟ لہٰذا یہ مانے بغیر چارہ نہیں کہ اسلاف امت کو قرآن وسنت کا راز دان مان کر ان کے اقوال و اعمال کی روشنی میں قرآن وسنت کی دعوت، مدعا، فرائض و واجبات اور عقائد واعمال ونظریات کو سمجھا جائے۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ (157ھ) فرماتے ہیں:

عَلَيْكَ بِآثَارِ مَنْ سَلَفَ، وَإِنْ رَفَضَكَ النَّاسُ .وَإِيَّاكَ وَرَأْيَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



الرِّجَالِ، وَإِنْ زَخْرَفُوهُ بِالْقَوْلِ .فَإِنَّ الْأَمْرَ يَنْجَلِي، وَأَنْتَ عَلَى طَرِيقٍ مُسْتَقِيمٍ .

''لوگ آپ کا بائیکاٹ کر دیں، تب بھی سلف کے عقائد و اعمال سے جڑے رہیں، ارباب بدعت کی آرا نظر بھاتی ہوں تب بھی ان سے کنارہ کشی اختیار کریں، کیونکہ حق واضح ہو چکا ہے اور آپ صراط مستقیم پر گامزن ہیں۔''

(شَرَف أصحاب الحديث للخطيب : 6، الشّريعة للآجري : 127، وسندهٗ صحيحٌ)

علامہ ابو المظفر سمعانی رحمہ اللہ (489ھ) فرماتے ہیں:

شِعَارُ أَهْلِ السُّنَّةِ اتِّبَاعُهُمُ السَّلَفَ الصَّالِحَ، وَتَرْكُهُمْ كُلَّ مَا هُوَ مُبْتَدَعٍ مُحْدَثٍ .

''اہل سنت کا شعار سلف صالحین کی پیروی اور ہر نئی بدعت سے فرار ہے۔''

(الحُجّة في بيان المَحجّة :1/395)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَإِنْ رَآهَا النَّاسُ حَسَنَةً .

''ہر بدعت گمراہی ہے، خواہ لوگ اسے ''حسنہ'' کا نام دیں۔''

(السّنة للمَروزيّ : 24، المَدخَل إلى السّنن الكبرىٰ للبيهقي :191، وسندهٗ صحيحٌ)

مذکورہ کتاب اور دیگر تمام کتب و رسائل و بیانات و پیغامات و فتاوی میں ہم نے اپنے منہج کی بنیاد فہم سلف کو بنایا ہے، یعنی کسی نئے نظریے اور عقیدے کو اس لائق ہی نہیں سمجھا گیا کہ اس کی طرف نظر التفات بھی کی جائے، کیوں کہ ہمارے اسلاف ہمیں یہ بات بہت پہلے سے سمجھا گئے تھے:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



أَمَّا نَحْنُ فَقَدْ أَخَذْنَا دِينَنَا هٰذَا عَنِ التَّابِعِينَ عَنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَهُمْ عَمَّنْ أَخَذُوا؟

”ہم نے تو اپنا دین صحابہ و تابعین سے لیا ہے، صحابہ نے کس سے لیا ہے؟ بتانے کی ضرورت نہیں۔“

(الأسماء والصّفات للبيهقي : 949، وسندهٗ صحيحٌ)

آخر میں محدثین کرام اور ان کی عظیم کاوشوں کی مدح سرائی خود پہ فرض سمجھتا ہوں، کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو ہم تک پہنچانے کے لئے قربانیوں اور کاوشوں کی جو لازوال مثالیں رقم کی ہیں، احوال انسانی کی معلوم تاریخ میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں ملتا۔ اللہ ہمارا رشتہ ہمارے اسلاف کے ساتھ مضبوط سے مضبوط تر بنائے۔ اس کتاب میں ہم نے تقریبا دو درجن بدعات کی نشاندہی کی ہے، جو احباب کے لئے یقیناً نافع اور مفید ثابت ہوگی۔

ناسپاسی ہوگی اگر اپنے معاونین کا شکریہ ادا نہ کیا جائے، جنھوں نے اس کتاب کو ترتیب وتدوین اور تحسین کے مراحل سے بخوبی گزار کر چھپوائی تک لانے میں ہاتھ بٹایا۔

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ

0300-5482125

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



# قبر پر تلقین

دفن کے بعد میت کو تلقین کرنا بدعت قبیحہ ہے، نصوص شریعت اس کا ساتھ دیتی ہیں، نہ ہی سلف سے اس کا ثبوت ملتا ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ (الحجرات: 1)

”اہل ایمان! اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے پیش قدمی نہ کرو، اللہ سے ڈرو، یقیناً وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔“

دفن کے بعد میت کو تلقین کرنا کسی دلیل سے ثابت نہیں، اس سلسلہ میں جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں، علم کا فائدہ نہیں دیتے، ملاحظہ ہوں۔

## دلیل نمبر ①

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ.

”قریب المرگ کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کریں۔“

(صحیح مسلم: 916)

① امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ یہ تلقین اس وقت کی جائے گی، جب انسان موت کے قریب ہو، نہ کہ بعد المرگ، نبی اکرم ﷺ کا مبارک عمل اسی پر دال ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ : يَا خَالُ، قُلْ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ : أَخَالٌ أَمْ عَمٌّ؟ فَقَالَ : لَا، بَلْ خَالٌ، قَالَ : فَخَيْرٌ لِي أَنْ أَقُولَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : نَعَمْ .

”رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کی تیمارداری کے لئے گئے، فرمایا: ماموں جان! لا الہ الا اللہ پڑھ لیجئے، کہا: ماموں یا چچا؟ فرمایا: ماموں! کہا: کیا لا الہ الا اللہ کہنا میرے لیے خیر کا پیغام لائے گا؟ فرمایا: جی ہاں۔“

(مسند الإمام أحمد : 268/3، وسندهٗ صحيحٌ)

② امام ترمذی رحمہ اللہ باب قائم کرتے ہیں:

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَلْقِينِ الْمَرِيضِ عِنْدَ الْمَوْتِ، وَالدُّعَاءِ لَهٗ عِنْدَهٗ .

موت کے وقت مریض کو تلقین اور اس کے لئے دعا کا بیان۔“

نیز لکھتے ہیں:

قَدْ كَانَ يُسْتَحَبُّ أَنْ يُلَقَّنَ الْمَرِيضُ عِنْدَ الْمَوْتِ قَوْلَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وقَالَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ : إِذَا قَالَ ذٰلِكَ مَرَّةً، فَمَا لَمْ يَتَكَلَّمْ بَعْدَ ذٰلِكَ، فَلَا يَنْبَغِي أَنْ يُلَقَّنَ، وَلَا يُكْثَرَ عَلَيْهِ فِي هٰذَا .

”موت کے وقت مریض کو لا الہ الا اللہ کی تلقین مستحب ہے، بعض اہل علم کہتے ہیں کہ ایک دفعہ تلقین کے بعد جب تک قریب المرگ دوبارہ کلام نہ کرے، اسے تلقین نہیں کرنی چاہیے، تلقین میں زیادتی بھی نہیں کرنا چاہیے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 977)

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس حدیث پر باب قائم کیا ہے:

ذِكْرُ الْأَمْرِ بِتَلْقِينِ الشَّهَادَةِ مَنْ حَضَرَتْهُ الْمَنِيَّةُ .

”قریب المرگ کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کا حکم ہے۔“

(صحيح ابن حبان، قبل الحديث : 3003)

علامہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (656ھ) لکھتے ہیں:

قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : (لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ) أَيْ : قُوْلُوا لَهُمْ ذٰلِكَ، وَذَكِّرُوْهُمْ بِهٖ عِنْدَ الْمَوْتِ، وَسَمَّاهُمْ مَوْتٰى؛ لِأَنَّ الْمَوْتَ قَدْ حَضَرَهُمْ، وَتَلْقِيْنُ الْمَوْتٰى هٰذِهِ الْكَلِمَةُ سُنَّةٌ مَّأْثُوْرَةٌ عَمِلَ بِهَا الْمُسْلِمُوْنَ، وَذٰلِكَ لِيَكُوْنَ آخِرَ كَلَامِهٖ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَيُخْتَمُ لَهٗ بِالسَّعَادَةِ، وَلِيَدْخُلَ فِي عُمُوْمِ قَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ كَانَ آخِرَ كَلَامِهٖ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: ”مرنے والوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کریں۔“ کا مطلب یہ ہے کہ موت کے وقت انہیں یاد دلائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب المرگ کو مردہ کہہ دیا ہے، کیونکہ موت اس کے پاس حاضر ہوچکی ہوتی ہے، مرنے والوں کو اس کلمہ کی تلقین کرنا سنت ماثورہ ہے، اس پر امت مسلمہ کا عمل رہا ہے، تلقین کا مقصد یہ ہے کہ مرنے والے کی آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو جائے، یوں اسی کلمہ پر اس کا خوش بختی کے ساتھ خاتمہ ہو اور فوت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



ہونے والا نبی کریم ﷺ کے اس عمومی فرمان میں داخل ہو جائے کہ جس (موحد، صالح) کی آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوگی، وہ جنت میں داخل ہوگا۔‘‘

(المُفهِم : 2/569-570، وانظر : زهر الربي للسّيوطي : 514)

حافظ نووی رحمہ اللہ (676ھ) لکھتے ہیں:

مَعْنَاهُ مَنْ حَضَرَهُ الْمَوْتُ، وَالْمُرَادُ ذَكِّرُوهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ لِتَكُونَ آخِرَ كَلَامِهِ كَمَا فِي الْحَدِيثِ (سنن أبي داوٗد : 3116، وسنده حَسَنٌ وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ (1/351) وَوَافَقَهُ الذَّهْبِيُّ، وَقَالَ ابْنُ الْمَلَقِّنِ (البدر المنير : 5/189) : صَحِيْحٌ) : مَنْ كَانَ آخِرَ كَلَامِهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَالْأَمْرُ بِهٰذَا التَّلْقِينِ أَمْرُ نَدْبٍ، وَأَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى هٰذَا التَّلْقِينِ .

’’مطلب یہ کہ قریب المرگ انسان کو لا الہ الا اللہ یاد کروائیں، تاکہ یہ اس کا آخری کلام ہو، حدیث میں آتا ہے: ’’جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوگا، وہ جنتی ہے۔‘‘ (سنن ابی داود : ۳۱۱۶، وسندہ حسن، اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۳۵۱) نے صحیح کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے، حافظ ابن ملقن (البدر المنیر : ۱۸۹/۵) بھی اسے صحیح قرار دیتے ہیں) تلقین کرنے کا حکم استحبابی ہے، اس طریقہ تلقین پر علما کا اجماع ہے۔‘‘

(شرح صحيح مسلم :1/300)

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



اَلْمُرَادُ الَّذِي قَرُبَ مِنَ الْمَوْتِ .

”مراد قریب المرگ انسان ہے۔“

(الهداية، ص 136، كتاب الجنائز)

ہدایہ کے محشی لکھتے ہیں:

دَفْعٌ لِوَهْمِ مَنْ يَتَوَهَّمُ أَنَّ الْمُرَادَ بِهٖ قِرَاءَةُ التَّلْقِينِ عَلَى الْقَبْرِ .

”جو سمجھتا ہے کہ تلقین قبر پر ہوگی، صاحب ہدایہ اس کا وہم دور کرنا چاہتے ہیں۔“

علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اَلْمُرَادُ مَنْ حَضَرَهُ الْمَوْتُ لَا، مَنْ مَّاتَ وَالتَّلْقِيْنُ أَنْ يُّذْكَرَ عِنْدَهٗ لَا أَنْ يَّأْمُرَهُ بِهٖ وَالتَّلْقِيْنُ بَعْدَ الْمَوْتِ قَدْ جَزَمَ كَثِيْرٌ أَنَّهٗ حَادِثٌ وَالْمَقْصُوْدُ مِنْ هٰذَا التَّلْقِيْنِ أَنْ يَّكُوْنَ آخِرَ كَلَامِهٖ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَلِذٰلِكَ إِذَا قَالَ مَرَّةً فَلَا يُعَادُ عَلَيْهِ إِلَّا أَنْ تَكَلَّمَ بِكَلَامٍ آخِرَ قَوْلِهٖ .

”مراد قریب المرگ ہے، نہ کہ وہ جو فوت ہو چکا ہے، تلقین کا طریقہ یہ ہے کہ اسے کلمے کا حکم نہ کیا جائے، بلکہ اس کے پاس بیٹھ کر کلمے کا ذکر کیا جائے، بہت سے علما نے قبر پر تلقین کو بدعت قرار دیا ہے، تلقین سے مقصود ہے کہ مرنے والے کا خاتمہ کلمہ توحید پر ہو، اسی لیے جب وہ ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ دے، تو دوبارہ تلقین نہ کی جائے، جب تک کہ وہ کوئی دوسری بات نہ کر لے۔“

(حاشية السّندي على النّسائي : 5/4، تحت الحديث : 1827)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



اہل علم کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ لا الہ الا اللہ کی تلقین قریب المرگ کو کی جائے گی، نہ کہ مدفون میت کو۔ اس بات کو سمجھئے اور التباس کا شکار نہ ہو جائیے۔

ابن عابدین شامی (1252ھ) لکھتے ہیں:

أَمَّا عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ فَالْحَدِيثُ أَيْ لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مَحْمُولٌ عَلٰى حَقِيقَتِهٖ لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُحْيِيهِ عَلٰى مَا جَاءَ تْ بِهِ الْآثَارُ وَقَدْ رُوِيَ عَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَنَّهٗ أَمَرَ بِالتَّلْقِينِ بَعْدَ الدَّفْنِ فَيَقُولُ: يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ، اُذْكُرْ دِينَكَ الَّذِي كُنْتَ عَلَيْهِ.

''اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ حدیث: «لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ» اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے، کیونکہ احادیث نبویہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ انہیں زندہ کر دیتے ہیں، نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے دفن کے بعد تلقین کا حکم دیا ہے، تو قبر پر کہا جائے کہ اے فلاں! تو اس دین کو یاد کر، جس پر قائم تھا۔''

(فتاوى الشّامي، باب الدّفن: 628/1، الجوهرة النيرة: 252/1)

اس سلسلہ میں دو گزارشات ذہن نشین کر لیجئے:

① اہل سنت نے اس حدیث کو کہیں بھی حقیقی معنی پر محمول نہیں کیا، کسی ایک کا امام کا حوالہ بھی اس کی تائید میں پیش نہیں کیا جا سکتا، حتی کہ شامی صاحب کا یہ نظریہ احناف کی تائید سے بھی محروم ہے۔

② نبی اکرم ﷺ سے دفن کے بعد تلقین کا حکم قطعاً ثابت نہیں، دفن کے بعد قبر پر تلقین دین نہیں ہے، بلکہ تازہ ایجاد ہے۔

یہ بھی دھیان رہے کہ دین کے معاملہ میں حزم واحتیاط کی اشد درجہ ضرورت ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ذراسی بے احتیاطی معاملہ کو گھمبیر سے گھمبیر تر بنا دیتی ہے، علمی گفتگو جس سنجیدگی ومتانت کا تقاضہ کرتی ہے، وہ شامی صاحب کی اس عبارت میں نظر نہیں آتی، بلکہ نا چاہتے ہوئے بھی اس میں معنوی تحریف در آئی ہے۔اہل علم کو اس طرح کی غیر سنجیدہ باتیں زیب نہیں دیتیں۔

احمد یار خان نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''اس حدیث کے دو معنی ہو سکتے ہیں، ایک تو یہ ہے کہ جو مر رہا ہو، اس کو کلمہ سکھاؤ، دوسرے یہ کہ جو مر چکا ہو، اس کو سکھاؤ، پہلے معنیٰ مجازی ہیں اور دوسرے حقیقی اور بلا ضرورت معنی مجازی لینا ٹھیک نہیں، لہٰذا حدیث کا یہ ہی ترجمہ ہوا کہ اپنے مردوں کو کلمہ سکھاؤ اور یہ وقت دفن کا ہے۔''

(جاء الحق: 311/1)

قارئین یاد رکھئے کہ تعذر نہ ہو، تو حقیقی معنی ہی لیا جاتا ہے، جب کوئی امر مانع ہو، تو حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کی طرف جایا جاتا ہے، یہ بھی اسی قبیل سے ہے، یہاں حقیقی معنی متعذر ہے، کیونکہ مردے میں اخذ و تعلم کی صلاحیت نہیں ہوتی، لہٰذا یہاں بھی مجازی معنیٰ مراد ہے۔نعیمی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''اس حدیث اور ان عبارات سے معلوم ہوا کہ دفنِ میت کے بعد اس کو کلمۂ طیبہ کی تلقین مستحب ہے۔'' (جاء الحق: 312/1)

افسوس! اہل سنت محدثین جس حدیث کو قربِ موت والی حالت پر محمول کرتے ہیں، مفتی صاحب اسے بغیر دلیل کے دفنِ میت کے بعد کی حالت پر محمول کرکے ایک بدعت کو سند جواز فراہم کر رہے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## تنبیہ :

مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب لکھتے ہیں :

''نکیرین میت سے تین سوال کرتے ہیں، اول تو یہ کہ تیرا رب کون ہے؟ پھر یہ کہ تیرا دین کیا ہے؟ پھر یہ کہ اس سنہری جالی والے سرسبز گنبد والے آقا کو تو کیا کہتا ہے؟ پہلے سوال کا جواب ہوا أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، دوسرے کا جواب ہوا حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ یعنی میرا دین وہ ہے، جس میں پانچ نمازیں فرض ہیں، تیسرے کا جواب ہوا أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ۔'' (جاء الحق :312/1)

سبز گنبد تو بعد میں بنایا گیا، تو سوال یہ ہے کہ گنبد سبز جب نہیں تھا، اس وقت بھی یہی سوال ہوتا تھا؟ یقیناً ایسا نہیں ہے۔ یہ جملے محض جوش سے سرزد ہوئے ہوں گے۔

## دلیل نمبر②

سعید بن مسیّب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں :

دَخَلْنَا مَقَابِرَ الْمَدِينَةِ مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، فَنَادٰى يَا أَهْلَ الْقُبُورِ! السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، تُخْبِرُونَّا بِأَخْبَارِكُمْ، أَمْ تُرِيدُونَ أَنْ نُّخْبِرَكُمْ؟ قَالَ : فَسَمِعْتُ صَوْتًا ؛ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! خَبِّرْنَا عَمَّا كَانَ بَعْدَنَا، فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَمَّا أَزْوَاجُكُمْ، فَقَدْ تَزَوَّجْنَ، وَأَمَّا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



أَمْوَالُكُمْ، فَقَدِ اقْتُسِمَتْ، وَالْأَوْلَادُ قَدْ حُشِرُوا فِي زُمْرَةِ الْيَتَامٰى، وَالْبِنَاءُ الَّذِي شَيَّدْتُّمْ، فَقَدْ سَكَنَهَا أَعْدَائُكُمْ، فَهٰذِهٖ أَخْبَارُكُمْ عِنْدَنَا، فَمَا أَخْبَارُنَا عِنْدَكُمْ؟ فَمَا عِنْدَكُمْ؟ فَأَجَابَهٗ مَيِّتٌ: قَدْ تَخَرَّقَتِ الْأَكْفَانُ، وَانْتَثَرَتِ الشُّعُورُ، وَتَقَطَّعَتِ الْجُلُودُ، وَسَالَتِ الْأَحْدَاقُ عَلَى الْخُدُودِ، وَسَالَتِ الْمَنَاخِرُ بِالْقَيْحِ وَالصَّدِيدِ، وَمَا قَدَّمْنَاهُ وَجَدْنَاهُ، وَمَا خَلَّفْنَاهُ خَسِرْنَاهُ، وَنَحْنُ مُرْتَهَنُونَ بِالْأَعْمَالِ.

’’ہم سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ کے قبرستان میں داخل ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پکارا: قبروالو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ ہمیں اپنے احوال سنائیں گے یا ہم سے سننا چاہیں گے۔ میں (سعید بن مسیّب) نے یہ آواز سنی: امیر المومنین! وعلیک السلام ورحمۃ اللہ۔ آپ ہمارے بعد کے واقعات بتائیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کی بیویوں نے نکاح کرلیا ہے، آپ کا متروکہ مال تقسیم کر دیا گیا ہے، آپ کی اولاد یتیموں میں شمار ہونے لگی ہے اور جو گھر آپ نے تعمیر کئے تھے، ان میں آپ کے دشمن رہنے لگے ہیں۔ ہمارے پاس یہی خبریں تھیں۔ بتلائیے کہ آپ کے پاس کیا خبریں ہیں؟ ایک میت نے جواب دیا: ہمارے کفن بوسیدہ ہو چکے، بال بکھر چکے، جلدیں پھٹ گئیں، روتے روتے آنکھوں کی سیاہی رخساروں پر بہہ چکی ہے، ناک سے کچ لہو اور پیپ کے فوارے نکل رہے ہیں۔ جو اعمال ہم نے آگے (اللہ کی راہ میں) بھیج دیئے تھے، وہ نفع مند ثابت ئے اور جن کو ہم (وارثوں کے لیے) پیچھے چھوڑ آئے تھے، وہ نقصان دہ ثابت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



ہوئے۔ہم اپنے اعمال کے بدلے میں گروی رکھے ہوئے ہیں۔‘‘

(تاریخ دِمَشق لابن عساکر : 395/27)

سند باطل ہے۔

① عبداللہ بن حسن بن عبدالرحمٰن،ابوالقاسم بزاز کی توثیق نہیں مل سکی۔

② کئی راوی ’’مجہول‘‘ ہیں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي إِسْنَادِهِ قَبْلَ أَبِي زَيْدٍ النَّحْوِيِّ مَنْ يُّجْهَلُ .

’’اس کی سند میں ابوزید نحوی سے پہلے مجہولین موجود ہیں۔‘‘

(تاریخ دِمَشق لابن عساکر : 395/27)

حافظ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بِسَنَدٍ فِيهِ مَنْ يُّجْهَلُ .

’’اس کی سند میں مجہول راوی ہیں۔‘‘

(الخصائص الکبریٰ : 113/2)

③ سفیان بن عیینہ ’’مدلس‘‘ ہیں، ’’عن‘‘ سے روایت کر رہے ہیں۔

لہٰذا یہ روایت حجت نہیں ہوسکتی۔

## دلیل نمبر ③

عہد فاروقی میں ایک نوجوان تھا۔ امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس سے بہت خوش تھے۔ دن بھر مسجد میں پڑا رہتا، عشاء کے بعد اپنے باپ کے پاس چلا جاتا۔ راہ میں ایک عورت کا مکان تھا، وہ اس پر عاشق ہوگئی۔ ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی، مگر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



نوجوان نہیں دیکھتا تھا، ایک رات قدم نے لغزش کی۔ ساتھ ہولیا۔ دروازے تک گیا۔ جب اندر جانا چاہا، اللہ تعالیٰ یاد آیا اور بے ساختہ یہ آیت کریمہ زبان سے نکلی:

﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَآئِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوْا فَإِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ﴾

''اللہ سے ڈرنے والوں کو شیطان گمراہی کے رستے لے جاتا ہے، تو وقت گناہ انہیں اللہ یاد آجاتا ہے اور وہ بصیرت پالیتے ہیں۔''

آیت پڑھتے ہی غش کھا کر گرا۔ عورت نے اپنی کنیز ساتھ لی، اٹھایا اور اس کے گھر کے دروازے پر پھینک دیا۔ باپ منتظر تھا۔ آنے میں دیر ہوئی۔ دیکھنے نکلا۔ دروازے پر بے ہوش پڑا پایا۔ گھر والوں کو بلا کر اندر لے گیا۔ رات گئے، ہوش آئی۔ باپ نے حال پوچھا۔ کہا: خیریت ہے؟ کہا: بتا دے۔ ناچار قصہ بیان کیا۔ باپ بولا: جان پدر! وہ آیت کون سی ہے؟ جوان نے پھر پڑھی، پڑھتے ہی غش آیا۔ حرکت دی، تو مردہ حالت میں پایا۔ رات ہی نہلا کر کفنا کر دفن کر دیا۔ صبح کو امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خبر پائی۔ باپ سے تعزیت کی اور خبر نہ دینے کی شکایت فرمائی۔ عرض کی: امیر المومنین! رات تھی۔ پھر امیر المومنین ساتھیوں کو لے کر قبر پر گئے۔

فَقَالَ عُمَرُ : يَا فُلَانُ! وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ، فَأَجَابَهُ الْفَتٰى مِنْ دَاخِلِ الْقَبْرِ : يَا عُمَرُ! قَدْ أَعْطَانِيهُمَا رَبِّي يَا عُمَرُ .

''تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اُو فلاں! جو اپنے ربّ کے سامنے جوابدہی سے ڈر جائے، اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔ نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا: عمر! اللہ تعالیٰ نے وہ دونوں مجھے عطا کر دی ہیں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(ذمّ الهوٰی لابن الجوزي، ص 252-253، تاریخ دِمَشق لابن عساکر : 450/45)

سند باطل ہے، یحییٰ بن ایوب غافقی مصری (168ھ) کہتے ہیں:

سَمِعْتُ مَنْ یَّذْکُرُ أَنَّہٗ کَانَ فِي زَمَنِ عُمَرَ .....

”میں نے ایک بیان کرنے والے کو سنا کہ عہدِ فاروقی میں۔۔۔“

یوں یہ سند سخت ”معضل“ ہے۔نہ جانے وہ قصہ گو کون تھا اور اس نے کہاں سے یہ حکایت سنی تھی؟ اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے ایک قول کی سند بیان کرتے ہوئے فرمایا:

سَمِعْتُ بَعْضَ أَصْحَابِ عَبْدِ اللّٰہِ (ابْنِ الْمُبَارَكِ) ......

”میں نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے ایک شاگرد کو بیان کرتے سنا۔۔۔“

(مقدّمة صحیح مسلم : 19)

تو اس پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ نووی رحمہ اللہ (676ھ) کہتے ہیں:

سَمِعْتُ بَعْضَ أَصْحَابِ عَبْدِ اللّٰہِ، ھٰذَا مَجْھُولٌ، وَلَا یَصِحُّ الْاِحْتِجَاجُ بِہٖ .

”اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے ایک شاگرد کو سنا ہے۔یہ شاگرد مجہول ہے اور اس سند سے دلیل لینا درست نہیں۔“(شرح صحیح مسلم :117/1)

مبہم اور غیر معروف لوگوں کی روایات پر اپنے عقائد واعمال کی بنیاد رکھنا جائز نہیں۔

## دلیل نمبر ④

حَدَّثَنَا أَبُو عَقِیلٍ أَنَسُ بْنُ سَلْمٍ الْخَوْلَانِيُّ : ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْعَلَاءِ الْحِمْصِيُّ : ثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ : ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَوْدِيِّ، قَالَ : شَهِدْتُّ أَبَا أُمَامَةَ، وَهُوَ فِي النَّزْعِ، فَقَالَ : إِذَا أَنَا مُتُّ، فَاصْنَعُوا بِي كَمَا أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَّصْنَعَ بِمَوْتَانَا، أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : «إِذَا مَاتَ أَحَدٌ مِّنْ إِخْوَانِكُمْ، فَسَوَّيْتُمِ التُّرَابَ عَلٰى قَبْرِهٖ، فَلْيَقُمْ أَحَدُكُمْ عَلٰى رَأْسِ قَبْرِهٖ، ثُمَّ لِيَقُلْ : يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانَةَ! فَإِنَّهٗ يَسْمَعُهٗ، وَلَا يُجِيبُ، ثُمَّ يَقُولُ : يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانَةَ، فَإِنَّهٗ يَسْتَوِي قَاعِدًا، ثُمَّ يَقُولُ : يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانَةَ! فَإِنَّهٗ يَقُولُ : أَرْشِدْنَا رَحِمَكَ اللّٰهُ، وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُونَ، فَلْيَقُلِ : اذْكُرْ مَا خَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا ؛ شَهَادَةَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ، وَأَنَّكَ رَضِيتَ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا، وَبِالْقُرْآنِ إِمَامًا، فَإِنَّ مُنْكَرًا وَّنَكِيرًا يَأْخُذُ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا بِيَدِ صَاحِبِهٖ، وَيَقُولُ : انْطَلِقْ بِنَا، مَا نَقْعُدُ عِنْدَ مَنْ قَدْ لُقِّنَ حُجَّتَهٗ، فَيَكُونُ اللّٰهُ حَجِيجَهٗ دُونَهُمَا، فَقَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! فَإِنْ لَّمْ يَعْرِفْ أُمَّهٗ؟ قَالَ : فَيَنْسُبُهٗ إِلٰى حَوَّاءَ؛ يَا فُلَانَ بْنَ حَوَّاءَ .

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



”سعید بن عبداللہ اودی بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا، جب وہ جان کنی کی حالت میں تھے۔ فرمانے لگے: جب میں فوت ہو جاؤں، تو میرے ساتھ وہی معاملہ کرنا، جو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کے ساتھ کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب کوئی فوت ہو جائے اور اس کی قبر پر مٹی برابر کر دیں، تو ایک شخص اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے: اے فلاں! جب وہ یہ کہے گا تو مُردہ اٹھ کر بیٹھ جائے گا، مُردہ یہ بات سنے گا، لیکن جواب نہیں دے گا۔ پھر کہے: اے فلاں! وہ کہے گا: اللہ تجھ پر رحم کرے! ہماری رہنمائی کر، لیکن آپ اس کا شعور نہیں رکھتے۔ پھر کہے کہ وہ بات یاد کر، جس پر دنیا سے رخصت ہوا ہے۔ اس کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ تُو اللہ کے رب ہونے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے، اسلام کے دین ہونے اور قرآن کے امام ہونے پر راضی تھا۔ منکر اور نکیر میں سے ایک، دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہتا ہے: چلو، جس آدمی کو اس کا جواب بتا دیا گیا ہو، اس کے پاس ہم نہیں بیٹھتے۔ چنانچہ دونوں کے سامنے اللہ تعالیٰ اس کا حامی بن جائے گا۔ ایک آدمی نے عرض کی: اللہ کے رسول! اگر وہ (تلقین کرنے والا) اس (مرنے والے) کی ماں کو نہ جانتا ہو، تو (کیا کرے)؟ فرمایا: وہ اسے حواء علیہا السلام کی طرف منسوب کر کے کہے، اے حواء کے فلاں بیٹے!“

(المعجم الكبير للطّبراني: 250/8، ح: 7979، الدّعاء للطّبراني: 298/3، ح: 1214، وصايا العلماء عند حضور الموت لابن زبر، ص 46-47، الشّافي لعبد العزيز،

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



نقلًا عن التّلخيص الحبير لابن حجر : 136/2، اتّباع الأموات للإمام إبراهيم الحربي، نقلًا عن المقاصد الحسنة للسّخاوي : 265، الأحكام للضّياء المقدسي، نقلًا عن المقاصد الحسنة : 265)

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

① اسماعیل بن عیاش کی اہل حجاز سے بیان کردہ روایت ''ضعیف'' ہوتی ہے۔ مذکورہ روایت بھی اہل حجاز سے ہے، لہٰذا ''ضعیف'' ہے۔

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (463ھ) فرماتے ہیں :

''اسماعیل بن عیاش جب اپنے علاقہ کے علاوہ کسی اور سے بیان کرے، تو محدثین کے ہاں اس کی حدیث قبول نہیں ہوتی۔ جب شامیوں سے بیان کرے، تو اس کی حدیث صحیح ہوتی ہے۔ جب مدنیوں اور دیگر علاقے والوں سے بیان کرے، تو اس کی روایت میں بہت زیادہ غلطی اور اضطراب پایا جاتا ہے۔ میری معلومات کے مطابق محدثین کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جب اسماعیل بن عیاش اپنے اہل علاقہ کے علاوہ کسی سے بیان کرے، تو اس کی حدیث قابل التفات نہیں ہوتی۔''

(التّمهيد لما في المؤطّأ من المعاني والأسانيد : 429/6)

امام یعقوب بن سفیان فسوی رحمہ اللہ (277ھ) فرماتے ہیں :

تَكَلَّمَ قَوْمٌ فِي إِسْمَاعِيلَ، وَإِسْمَاعِيلُ ثِقَةٌ، عَدْلٌ، أَعْلَمُ النَّاسِ بِحَدِيثِ الشَّامِ، وَلَا يَدْفَعُهُ دَافِعٌ، وَأَكْثَرُ مَا تَكَلَّمُوا، قَالُوا : يُغْرِبُ عَنْ ثِقَاتِ الْمَدَنِيِّينَ وَالْمَكِّيِّينَ.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



”بعض اہل علم نے اسماعیل بن عیاش پر جرح کی ہے۔ اسماعیل ثقہ اور عدل ہیں، شام کی حدیث سب سے بڑھ کر جاننے والے ہیں۔ کوئی بھی انہیں ردّ نہیں کرتا۔ زیادہ سے زیادہ ان کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ مدینہ اور مکہ کے ثقات سے منکر روایات بیان کرتے ہیں۔“

(المعرفة والتّاريخ : 424/2)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَدُوقٌ فِي رِوَايَتِهٖ عَنْ أَهلِ بَلَدِهٖ، مُخَلَّطٌ فِي غَيْرِهِمْ .

”اپنے اہل علاقہ سے بیان کریں، تو صدوق ہیں، کسی اور سے بیان کریں، تو حافظے کی خرابی کا شکار ہوتے ہیں۔“

(تقريب التّهذيب : 473)

یہ روایت بھی حجازیوں سے ہے، لہٰذا ضعیف ہے۔ یہ جرح مفسر ہے۔

② عبداللہ بن محمد قرشی غیر معروف ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَبْدُ اللّٰهِ، لَا يُدْرٰى مَنْ هُوَ؟

”یہ عبداللہ، معلوم نہیں ہو سکا کہ کون ہے؟“

(ميزان الاعتدال : 244/3، ت : عمران بن هارون)

③ یحییٰ بن ابی کثیر ”مدلس“ ہیں۔ سماع کی تصریح نہیں ملی۔

④ سعید بن عبداللہ اودی کی توثیق نہیں مل سکی۔

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي إِسْنَادِهٖ جَمَاعَةٌ، لَمْ أَعْرِفْهُمْ .

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



’’اس (طبرانی) کی سند میں کئی راوی ہیں، جنہیں میں پہچان نہیں سکا۔‘‘

(مَجمع الزّوائد : 45/3)

لہٰذا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا یہ کہنا درست نہیں :

إِسْنَادُهٗ صَالِحٌ، وَقَدْ قَوَّاهُ الضِّيَاءُ فِي أَحْكَامِهٖ .

’’اس کی سند حسن ہے۔ امام ضیاء مقدسی نے اسے اپنی کتاب ’’الاحکام‘‘ میں اسے مضبوط قرار دیا ہے۔‘‘

(التّلخيص الحبير : 2/135-136، ح : 796)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ خود اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں :

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَسَنَدُ الْحَدِيثِ مِنَ الطَّرِيقَيْنِ ضَعِيفٌ جِدًّا .

’’یہ حدیث غریب ہے اور اس کی دونوں سندیں ضعیف ہیں۔‘‘

(الفتوحات الربّانيّة : 196/4)

حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ہمارے شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی بعض تصانیف میں ’’ضعیف‘‘ کہا ہے۔

(المَقاصد الحسنة، ص 265)

اس حدیث کے بارے میں دیگر اہل علم کی آرا بھی ملاحظہ فرمائیں :

① حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے شیخ حافظ عراقی رحمہ اللہ (806ھ) فرماتے ہیں :

اَلطَّبَرَانِيُّ هٰكَذَا بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ .

’’اسے امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسی طرح ضعیف سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔‘‘

(تخريج أحاديث الإحياء : 420/4)

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com



② حافظ نووی رحمہ اللہ (676ھ) کہتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ ضَعِيفٌ . ''اس کی سند ضعیف ہے۔''

(المجموع شرح المهذّب : 257/5)

③ حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ (663ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ إِسْنَادُهٗ بِالْقَائِمِ .
''اس کی سند قابل حجت نہیں۔''

(فتاوى ابن الصلاح :261/1، الأذكار للنّووي، ص 138)

④ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ .

''محدثین کا اس حدیث کے ضعف پر اتفاق ہے۔''

(تحفة المودود، ص 149)

نیز فرماتے ہیں:

لَا تَقُومُ بِهٖ حُجَّةٌ .

''اسے دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔'' (تهذيب السّنن : 250/7)

⑤ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ (807ھ) فرماتے ہیں:

فِي إِسْنَادِهٖ جَمَاعَةٌ، لَمْ أَعْرِفْهُمْ .

''اس کی سند میں کئی راوی ہیں، جنہیں میں پہچان نہیں پایا۔''

(مجمع الزّوائد : 45/3)

⑥ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (911ھ) کہتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اَلتَّلْقِينُ لَمْ يَثْبُتْ فِي حَدِيثٍ صَحِيحٍ وَّلَا حَسَنٍ، بَلْ حَدِيثُهٗ ضَعِيفٌ بِاتِّفَاقِ الْمُحَدِّثِينَ .

''(قبر پر) تلقین کرنا کسی صحیح یا حسن حدیث سے ثابت نہیں، بلکہ اس بارے میں مروی حدیث باتفاقِ محدثین ضعیف ہے۔''

(الحاوي للفتاوى : 191/2)

نیز کہتے ہیں :

فِي مُعْجَمِ الطَّبْرَانِيِّ بِسَنَدٍ ضَعِيفٍ .

''یہ راویت ضعیف سند کے ساتھ معجم طرانی میں موجود ہے۔''

(الدّرر المنتثرة في الأحاديث المشتهرة : 669)

لہٰذا علامہ عینی حنفی (البناية في شرح الهداية : ۳/۱۷۷) کا اس کی سند کو ''صحیح'' کہنا خطا ہے۔ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ کا یہ کہنا بھی درست نہیں :

إِسْنَادُهٗ، لَا أَعْلَمُ بِهٖ بَأْسًا .

''اس کی سند میں حرج معلوم نہیں ہوتا۔''

(البدر المنير : 334/5)

کیونکہ ایک مقام پر وہ خود اسماعیل بن عیاش کے بارے میں لکھتے ہیں :

هُوَ عَنْ غَيْرِ الشَّامِيِّينَ لَيْسَ بِشَيْءٍ عِنْدَ الْجُمْهُورِ .

''جمہور کے نزدیک اس کی غیر شامیوں سے روایت معتبر نہیں۔''

(البدر المنير : 543/4)

اور اس سند میں اسماعیل بن عیاش غیر شامیوں سے روایت کر رہے ہیں۔
ثابت ہوا کہ ائمہ حدیث اور علمائے سنت کے نزدیک یہ روایت ''ضعیف'' ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



⑦ علامہ صنعانی رحمہ اللہ (1162ھ) فرماتے ہیں:

يَتَحَصَّلُ مِنْ كَلَامِ أَئِمَّةِ التَّحْقِيقِ أَنَّهٗ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ .

”محققین ائمہ کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔“

(سبل السّلام : 157/2)

## تنبیہ :

اس روایت کو ”ضعیف“ قرار دینے کے بعد حافظ نووی رحمہ اللہ (676ھ) لکھتے ہیں:

قَدِ اتَّفَقَ عُلَمَاءُ الْمُحَدِّثِينَ وَغَيْرُهُمْ عَلَى السَّمَاحَةِ فِي أَحَادِيثِ الْفَضَائِلِ، وَ التَّرْغِيبِ وَالتَّرْهِيبِ .

”محدثین اور دیگر اہل علم کا فضائل اور ترغیب وترہیب پر مبنی احادیث کے بارے میں نرمی برتنے پر اتفاق ہے۔“

(المجموع شرح المهذّب : 257/5-258)

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ (1420ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَرِدُ هُنَا مَا اشْتَهَرَ مِنَ الْقَوْلِ بِالْعَمَلِ بِالْحَدِيثِ الضَّعِيفِ فِي فَضَائِلِ الْأَعْمَالِ، فَإِنَّ هٰذَا مَحَلُّهٗ فِيمَا ثَبَتَتْ مَشْرُوعِيَّتُهٗ بِالْكِتَابِ أَوِ السُّنَّةِ الصَّحِيحَةِ، وَأَمَّا مَا لَيْسَ كَذَالِكَ، فَلَا يَجُوزُ الْعَمَلُ بِهٖ بِالْحَدِيثِ الضَعِيفِ لِأَنَّهٗ تَشْرِيعٌ، وَلَا يَجُوزُ ذٰلِكَ بِالْحَدِيثِ الضَعِيفِ، لِأَنَّهٗ يُفِيدُ إِلَّا الظَّنَّ الْمَرْجُوحَ اتِّفَاقًا، فَكَيْفَ يَجُوزُ الْعَمَلُ بِمِثْلِهٖ .

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



”فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کے بارے میں جو بات مشہور ہے، اس کا اطلاق یہاں نہیں ہو سکتا۔ یہ ان اعمال سے متعلق ہے، جن کی مشروعیت قرآنِ کریم یا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ جو عمل کتاب و سنت سے ثابت نہ ہو، اس بارے میں ضعیف حدیث پر عمل جائز نہیں، کیونکہ یہ (ثواب کے لیے عمل کرنا) شریعت ہے اور شریعت ضعیف حدیث سے ثابت نہیں ہوتی۔ ضعیف حدیث بالاتفاق مرجوح ظن کا فائدہ دیتی ہے۔ ایسی کمزور دلیل پر عمل کرنا کیونکر جائز ہوا؟“

(سِلسلة الأحاديث الضّعيفة : 65/2)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَقُلْ أَحَدٌ مِّنَ الْأَئِمَّةِ : إِنَّهٗ يَجُوزُ أَنْ يُّجْعَلَ الشَّرْعُ وَاجِبًا أَوْ مُسْتَحَبًّا بِحَدِيثٍ ضَعِيفٍ، وَمَنْ قَالَ هٰذَا فَقَدْ خَالَفَ الْإِجْمَاعَ .

”ائمہ میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ ضعیف حدیث کی بنیاد پر کسی عمل کو واجب یا مستحب کہنا جائز ہے۔ یہ دعوی کرنے والا اجماع کا مخالف ہے۔“

(مجموع الفتاوٰی : 251/1)

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اس ”ضعیف“ حدیث کے کئی شواہد بھی ہیں۔ ہم وہ شواہد بھی قارئین کرام کی نظر کر رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

١ـ(ا) أَخْرَجَ ابْنُ مَنْدَةَ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ : إِذَا مُتُّ فَدَفَنْتُمُونِي، فَلْيَقُمْ إِنْسَانٌ عِنْدَ رَأْسِي، فَلْيَقُلْ : يَا صُدَيَّ بْنَ عَجْلَانَ! اذْكُرْ مَا كُنْتَ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا؛ شَهَادَةَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



رَّسُولُ اللّٰهِ .

''سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے، انہوں نے فرمایا: جب میں فوت ہو جاؤں، تو دفن کے بعد ایک شخص میرے سرہانے کھڑا ہو کر کہے: صدی بن عجلان (سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا نام)! اس عقیدے کو یاد کریں جس پر آپ دنیا میں قائم تھے، یعنی توحیدِ الٰہی و رسالتِ محمدی کا اقرار۔''

(الدرّ المنثور للسّيوطي : 39/5)

بے سند ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ دین کی بنیاد سند پر ہے۔

(ب) اس روایت کی ایک دوسری سند بھی ہے۔

قَالَ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ : حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ سَعِيدِ الْأَوْدِيِّ ...... .

(المنتقٰى من مسموعات مَرو للضياء المقدسي : 21، ذكر الموت لابن شاهين، نقلًا عن المقاصد الحسنة للسّخاوي : 265)

سفید جھوٹ ہے۔

① حماد بن عمرو نصیبی ''متروک وکذاب'' ہے۔

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مِمَّنْ يَكْذِبُ، يَضَعُ الْحَدِيثَ .

''یہ کذاب اور حدیث گھڑنے والا ہے۔''

(الكامل لابن عدي : 10/3، وسندهٗ حسنٌ)

امام ابن شاہین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لَمْ يَكُنْ بِثِقَةٍ، قَدْ رَأَيْتُهُ .

''یہ ثقہ نہیں تھا۔ میں نے اسے دیکھا ہوا ہے۔''

(تاريخ أسماء الضّعفاء والكذّابين : 129)

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَضَعُ وَضْعًا عَلَى الثِّقَاتِ .

''یہ روایات خود گھڑ کر ثقات پر تھوپ دیتا تھا۔''

(كتاب المجروحين : 252/1)

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُنْكَرُ الْحَدِيثِ، ضَعَّفَهُ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ .

''منکر الحدیث ہے۔ اسے علی بن حجر رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(التّاريخ الأوسط : 291/2، الرقم : 2646، التاريخ الكبير : 28/3)

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَرْوِي عَنْ جَمَاعَةٍ مِّنَ الثِّقَاتِ أَحَادِيثَ مَوْضُوعَةً سَاقِطَةً .

''یہ کئی ثقہ راویوں سے منسوب کر کے من گھڑت اور سخت ضعیف روایات بیان کرتا ہے۔'' (المَدخل إلى الصّحيح، ص 128، الرقم : 39)

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ عَدَّهُ السَّلَفُ فِيمَنْ يَّضَعُ الْحَدِيثَ .

''اسے سلف صالحین نے حدیث گھڑنے والوں میں شمار کیا ہے۔''

(الكامل في ضعفاء الرّجال : 240/4، ت : عبدالله بن ضرار)

ثابت ہوا کہ یہ راوی باتفاق محدثین کذاب اور وضاع ہے۔ لہٰذا یہ سند جھوٹی ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



امام مسلم بن حجاج رحمہ اللہ (261ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا مَا كَانَ مِنْهَا عَنْ قَوْمٍ، هُمْ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ مُتَّهَمُونَ، أَوْ عِنْدَ الْأَكْثَرِ مِنْهُمْ، فَلَسْنَا نَتَشَاغَلُ بِتَخْرِيجِ حَدِيثِهِمْ.

''جن راویوں پر تمام محدثین کرام کے ہاں یا اکثر کے ہاں حدیث گھڑنے کا الزام ہو، ہم ان کی حدیث بیان کرنے میں مشغول نہیں ہوتے۔''

(مقدّمة صحيح مسلم)

② عبداللہ بن محمد قرشی غیر معروف ہے۔

③ یحییٰ بن ابی کثیر ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

④ سعید ازدی یا سعید اودی بھی ''مجہول'' ہے۔

اس کا ایک شاہد قاضی خلعی کی کتاب ''الفوائد'' (۴۱) میں مذکور ہے۔ اس کی سند بھی موضوع (من گھڑت) ہے۔

محدث البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ ضَعِيفٌ جِدًّا، لَمْ أَعْرِفْ أَحَدًا مِّنْهُمْ غَيْرَ عُتْبَةَ بْنِ السَّكَنِ، قَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ (السّنن: 184/2، 250/3): مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ، وَقَالَ الْبَيْهَقِيُّ: وَاهٍ، مَنْسُوبٌ إِلَى الْوَضْعِ.

''یہ حدیث ضعیف ہے، میں عتبہ بن سکن کے علاوہ کسی کو بھی نہیں پہچان پایا اور عتبہ کے بارے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے اور امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ ضعیف ہے اور اس پر حدیثیں گھڑنے کا الزام ہے۔'' (سلسلة الأحاديث الضّعيفة: 599)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



① عتبہ بن سکن سخت مجروح ہے۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُخْطِئُ وَيُخَالِفُ .

”غلطیاں کرتا ہے اور ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا ہے۔“

(الثّقات: 508/8)

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

قَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ : مُنْكَرُ الْحَدِيثِ، مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ .

”امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے منکر الحدیث اور متروک قرار دیا ہے۔“

(الضّعفاء والمتروکون: 2255)

حافظ بزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ رَوٰى عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ أَحَايِثَ لَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهَا .

”اس نے امام اوزاعی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر کے منکر روایات بیان کی ہیں۔“

(مسند البزّار: 4166)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ مَتْرُوكٌ . ”یہ متروک ہے۔“

(مَجمع الزّوائد: 202/3، ح: 5230)

اس سند کے دیگر راویوں کی توثیق بھی نہیں ملی۔ لہٰذا یہ سند بالکل باطل ہے۔

(ج) عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ حَبِيبٍ أَحَدِ التَّابِعِينَ، قَالَ : كَانُوا يَسْتَحِبُّونَ إِذَا سُوِّيَ عَلَى الْمَيِّتِ قَبْرُهُ، وَانْصَرَفَ النَّاسُ عَنْهُ،

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



أَنْ يُّقَالَ عِنْدَ قَبْرِہٖ : يَا فُلَانُ ! قُلْ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، يَا فُلَانُ ! قُلْ : رَبِّيَ اللّٰهُ، وَدِينِي الْإِسْلَامُ، وَنَبِيِّي مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”تابعی ضمرہ بن حبیب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب میت پر قبر کو برابر کر دیا جاتا اور لوگ واپس چلے جاتے تو وہ اس کی قبر کے پاس یہ کہنا مستحب سمجھتے تھے: اے فلاں ! تو «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ» کہہ (تین مرتبہ)، اے فلاں! تو کہہ کہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں۔“

(سنن سعيد بن منصور، نقلًا عن بلوغ المرام لابن حجر :471)

سند ”ضعیف“ ہے، اس میں ”اشیاخ من اہل حمص“ مجہول و نامعلوم ہیں، لہٰذا یہ ناقابل حجت اور ناقابل عمل ہے۔

(د) حکم بن حارث سلمی نے کہا:

إِذَا دَفَنْتُمُونِي وَرَشَشْتُمْ عَلٰى قَبْرِي، فَقُومُوا عَلٰى قَبْرِي، وَاسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ، وَادْعُوا لِي .

”جب مجھے دفن کر دو اور میری قبر پر پانی چھڑک دو، تو قبر پر کھڑے ہو کر قبلے کی طرف رُخ کرو اور میرے لیے دُعا کرو۔“

(المعجم الكبير للطبّراني : 215/3، ح :3171)

سند ”ضعیف“ ہے۔ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَطِيَّةُ الدُّعَاءِ، وَلَمْ أَعْرِفْهُ .

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



”عطیہ دُعا راوی کو میں نہیں پہچانتا۔“(مجمع الزّوائد : 44/3)

دوسرے یہ کہ اس کا مروجہ تلقین سے کوئی تعلق نہیں ہے، قبر پر کھڑے ہو کر دعا کرنا تو جائز ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اسے حدیث ابواُمامہ کا شاہد قرار دیا ہے، جو کہ درست بات نہیں لگتی۔

(ھ) امام سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کہتے ہیں:

حَضَرْتُ ابْنَ عُمَرَ فِي جَنَازَةٍ، فَلَمَّا وَضَعَهَا إِلَى اللَّحْدِ، قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ، وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ.

”میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک جنازے میں حاضر ہوا۔ جب انہوں نے میت کو لحد میں رکھا تو فرمایا: اللہ کے نام سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر۔“

(سنن ابن ماجه : 1553، المعجم الكبير للطّبراني : 212/12، ح : 13094، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 55/4)

سخت ”ضعیف“ ہے۔

① حماد بن عبدالرحمٰن کلبی ”ضعیف“ ہے۔

(تقريب التّهذيب : 1502)

حافظ بوصیری رحمہ اللہ (840ھ) کہتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ فِيهِ حَمَّادُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، هُوَ مُتَّفَقٌ عَلٰى تَضْعِيفِهٖ.

”اس سند میں حماد بن عبدالرحمٰن ہے جس کو ضعیف قرار دینے پر تمام محدثین متفق ہیں۔“(مصباح الزّجاجة : 505/1)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



② ادریس بن صبیح اودی ''مجہول'' ہے۔

امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ نے ''مجہول'' قرار دیا ہے۔

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 264/2)

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

يُغْرِبُ وَ يُخْطِئُ عَلٰى قِلَّتِهٖ .

''بہت کم روایات بیان کرنے کے باوجود اس کی روایات میں نکارت اور غلطیاں موجود ہیں۔'' (الثّقات : 78/6)

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اسے ادریس بن یزید اودی (ثقہ) قرار دیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَوْلُ ابْنِ عَدِيٍّ أَصْوَبُ .

''امام ابن عدی رحمہ اللہ کا قول ہی زیادہ صائب ہے۔''

(تهذيب التّهذيب : 171/1، وفي نسخة : 195/1)

حافظ صاحب رحمہ اللہ کی یہ بات محل نظر ہے، کیوں کہ اس پر آپ نے کوئی دلیل قائم نہیں کی۔ نیز یہ کہ اس ضعیف روایت کا مروجہ بدعی تلقین سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

## فائدہ نمبر ① :

حلبی رحمہ اللہ، علامہ سبکی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

حَدِيثُ تَلْقِينِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِابْنِهٖ، لَيْسَ لَهٗ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



أَصْلٌ، أَيْ صَحِيحٌ أَوْ حَسَنٌ .

''نبی اکرم ﷺ کے اپنے بیٹے کو تلقین والی روایت کی کوئی صحیح یا حسن سند موجود نہیں۔''(السّيرة الحلبيّة : 437/3)

## فائدہ نمبر ② :

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) لکھتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ، وَإِنْ لَّمْ يَثْبُتْ، فَاتِّصَالُ الْعَمَلِ بِهٖ فِي سَائِرِ الْأَمْصَارِ وَالْأَعْصَارِ مِنْ غَيْرِ إِنْكَارٍ، كَافٍ فِي الْعَمَلِ بِهٖ .

''یہ حدیث اگرچہ ثابت نہیں، لیکن تمام علاقوں میں ہر زمانے میں اس پر بغیر انکار کے عمل ہوتا رہا ہے۔اس پر عمل کے لئے یہی کافی ہے۔''

(الرّوح، ص 16)

ہوسکتا ہے کہ یہ عبارت الحاقی ہو، یعنی کسی ناسخ کی غلطی سے درج ہوگئی ہو، کیونکہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ خود سیرتِ نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُنْ يَّجْلِسُ يَقْرَأُ عِنْدَ الْقَبرِ، وَلَا يُلَقِّنُ الْمَيِّتَ، كَمَا يَفْعَلُهُ النَّاسُ الْيَوْمَ .

''نبی کریم ﷺ قبر کے پاس قرأت کرنے نہیں بیٹھتے تھے، نہ ہی (قبر پر) میت کو تلقین کرتے تھے، جیسا کہ موجودہ زمانے میں لوگ کرتے ہیں۔''

(زاد المَعاد في هدي خير العِباد :522/1)

اگر کسی ضعیف روایت کے حکم پر بعض لوگ عمل کریں، تو وہ صحیح نہیں ہو جاتی۔لوگوں کے عمل سے سند کا صحیح ہونا محدثین کا مذہب نہیں۔اگر کسی روایت کے حکم پر، یعنی اس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



سے ماخوذ مسئلہ پر اجماعِ امت ثابت ہو جائے، تب بھی وہ سند ''ضعیف'' ہی رہے گی، البتہ وہ مسئلہ اجماعِ امت کی وجہ سے شرعی درجہ حاصل کر لے گا۔

حدیث ابی امامہ رضی اللہ عنہ پر اگر بعض لوگوں نے عمل کیا ہے، تو ان کے عمل سے اسے کچھ تقویت نہیں ملے گی۔ اس پر مستزاد یہ کہ بہت سے اہل علم نے اسے ''ضعیف وغیر ثابت'' قرار دیا ہے اور تلقین کو بدعت قرار دیا ہے۔

## قبر پر تلقین اور علمائے دین:

① علامہ عز بن عبد السلام رحمہ اللہ (660ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَصِحَّ فِي التَّلْقِينِ شَيْءٌ وَّهُوَ بِدْعَةٌ، وَقَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، مَحْمُولٌ عَلٰى مَنْ دَنَا مَوْتُهٗ وَيَئِسَ مِنْ حَيَاتِهٖ .

''میت کو تلقین کے بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ یہ بدعت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ مرنے والوں کو لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کی تلقین کریں، اُس کے بارے میں ہے، جس کی موت کا وقت قریب ہو اور اس کی زندگی کی امید نہ رہے۔''

(فتاوی العزّ بن عبد السّلام، ص 427)

② علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (620ھ) لکھتے ہیں:

أَمَّا التَّلْقِينُ بَعْدَ الدَّفْنِ، فَلَمْ أَجِدْ فِيهِ عَنْ أَحْمَدَ شَيْئًا، وَلَا أَعْلَمُ فِيهِ لِلْأَئِمَّةِ قَوْلًا، سِوٰى مَا رَوَاهُ الْأَثْرَمُ، قَالَ : قُلْتُ لِأَبِي

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عَبْدِ اللّٰهِ : فَهٰذَا الَّذِي يَصْنَعُونَ إِذَا دُفِنَ الْمَيِّتُ، يَقِفُ الرَّجُلُ، وَيَقُولُ : يَا فُلَانُ بْنَ فُلَانَةَ! اذْكُرْ مَا فَارَقْتَ عَلَيْهِ، شَهَادَةَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ؟ فَقَالَ : مَا رَأَيْتُ أَحَدًا فَعَلَ هٰذَا إِلَّا أَهْلَ الشَّامِ، حِينَ مَاتَ أَبُو الْمُغِيرَةِ جَاءَ إِنْسَانٌ، فَقَالَ ذَاكَ، قَالَ : وَكَانَ أَبُو الْمُغِيرَةِ يَرْوِي فِيهِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ أَشْيَاخِهِمْ، أَنَّهُمْ كَانُوا يَفْعَلُونَهٗ .

”میت کو دفن کے بعد تلقین کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا کوئی قول نہیں مل سکا۔ ائمہ دین میں سے کسی اور کا بھی کوئی قول مجھے نہیں ملا۔ البتہ علامہ اثرم کا بیان ہے کہ میں نے ابوعبداللہ (امام احمد رحمہ اللہ) سے پوچھا : یہ جو لوگ میت کو دفن کرنے کے بعد کرتے ہیں کہ ایک آدمی قبر پر کھڑا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے : اے فلاں عورت کے بیٹے! جس عقیدۂ توحید پر تو نے دنیا کو چھوڑا تھا، اسے یاد کر۔ امام صاحب نے فرمایا : میں نے شام والوں کے علاوہ کسی کو ایسا کرتے نہیں دیکھا۔ جب ابومغیرہ فوت ہوئے، تو ایک شخص آیا اور اس نے ایسا کیا۔ ابومغیرہ اس بارے میں ابوبکر بن ابی مریم سے ایک روایت بیان کرتے تھے، ابوبکر بن ابی مریم اپنے (نامعلوم) شیوخ کا یہ عمل نقل کرتے تھے۔“ (المُغني : 377/2)

③ شیخ مرداوی (885ھ) کہتے ہیں:

اَلنَّفْسُ تَمِيلُ إِلٰى عَدَمِهٖ .

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



”میرا قلبی میلان تلقین کے عدم جواز کی طرف ہے۔“

(الإنصاف في معرفة الرّاجح من الخِلاف : 549/2)

④ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) لکھتے ہیں:

لَمْ يَكُنْ يَّجْلِسُ يَقْرَأُ عَنْدَ الْقَبْرِ، وَلَا يُلَقِّنُ الْمَيِّتَ، كَمَا يَفْعَلُهُ النَّاسُ الْيَوْمَ .

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرأت کرنے کے لئے قبر پر نہیں بیٹھتے تھے، نہ ہی اس زمانے کے لوگوں کی طرح (قبر پر) میت کو تلقین کرتے تھے۔“

(زاد المَعاد في هَدي خير العِباد :522/1)

⑤ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (911ھ) لکھتے ہیں:

ذَهَبَ جُمْهُورُ الْأَئِمَّةِ إِلٰى أَنَّ التَّلْقِينَ بِدْعَةٌ .

”جمہور ائمہ کا مذہب ہے کہ (قبر پر) تلقین بدعت ہے۔“

(الحاوي للفتاوى : 191/2)

⑥ فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے:

أَمَّا التَّلْقِينُ بَعْدَ الْمَوْتِ، فَلَا يُلَقَّنُ عِنْدَنَا فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ، كَذَا فِي الْعَيْنِيِّ شَرْحِ الْهِدَايَةِ، وَمِعْرَاجِ الدِّرَايَةِ .

”ظاہر روایت کے مطابق بعد المرگ تلقین درست نہیں، جیسا کہ علامہ عینی کی شرحِ ہدایہ اور معراج الدرایہ میں ہے۔“

(الفتاوى الهنديّة المعروف به فتاوٰی عالمگیری :157/1)

⑦ شیخ زادہ حنفی (1078ھ) لکھتے ہیں:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



قَالَ أَكْثَرُ الْأَئِمَّةِ وَالْمَشَايِخِ : لَا يَجُوزُ .

''اکثر ائمہ اور مشائخ اسے ناجائز کہتے ہیں۔''

(مَجمع الأنهر : 179/1، وفي نسخة : 264/1)

⑧ علامہ صنعانی رحمہ اللہ (1182ھ) فرماتے ہیں:

يَتَحَصَّلُ مِنْ كَلَامِ أَئِمَّةِ التَّحْقِيقِ أَنَّهٗ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ، وَالْعَمَلُ بِهٖ بِدْعَةٌ، وَلَا يُغْتَرُّ بِكَثْرَةِ مَنْ يَّفْعَلُهٗ .

''ائمہ محققین کا فیصلہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس پر عمل بدعت ہے۔ بہت سے لوگ ایسا کرتے ہیں، ان کی کثرت سے دھوکا مت کھائیے۔''

(سبل السّلام : 161/2)

⑨ محمد بن عبد اللہ تمرتاشی حنفی لکھتے ہیں:

لَا يُلَقَّنُ بَعْدَ تَلْحِيدِهٖ .

''تدفینِ میت کے بعد تلقین نہ کی جائے۔''

(تنوير الأبصار، ص 619)

⑩ علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ (1329ھ) فرماتے ہیں:

اَلتَّلْقِينُ بَعْدَ الدَّفْنِ، قَدْ جَزَمَ كَثِيرٌ أَنَّهٗ حَادِثٌ .

''بہت سے اہل علم نے تصریح کی ہے کہ دفن کرنے کے بعد میت کو تلقین کرنا بدعت ہے۔''(عون المعبود : 269/8)

## لطیفہ :

علامہ ابن عابدین شامی حنفی (1252ھ) لکھتے ہیں:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



إِنَّمَا لَا يُنْهٰى عَنِ التَّلْقِينِ بَعْدَ الدَّفْنِ، لِأَنَّهُ لَا ضَرَرَ فِيهِ، بَلْ فِيهِ نَفَعٌ.

”دفن کے بعد تلقین سے منع اس لیے نہیں کیا گیا کہ اس میں کوئی نقصان نہیں، بلکہ فائدہ ہے۔“(رد المُحتار :797/1)

قارئین! آپ نے اہل علم کے اقوال ملاحظہ فرما لیے ہیں۔ جو عمل شرعی دلیل سے ثابت نہ ہو اور علمائے دین اسے بدعت قرار دیتے ہوں، کیا اسے جائز قرار دینے کے لیے یہ دلیل کافی ہو جائے گی کہ اس سے منع نہیں کیا گیا؟ کیا نماز جنازہ کی ایک سے زائد رکعات سے منع کیا گیا ہے؟

پھر اس پر بھی کیا دلیل ہے کہ بدعی تلقین میت کو نفع دیتی ہے؟ دفن کے بعد میت کے حق میں ثابت قدمی کی دُعا سنت ہے۔ لیکن تلقین بالکل بھی سنت نہیں ہے۔

مفتیٔ دارالعلوم دیوبند، جناب عزیز الرحمٰن صاحب (1347ھ) سے سوال ہوا:

”بعد دفن کے تلقین کرنا جائز ہے یا نہ؟ اگر جائز ہے تو کس طرح؟“

جواب: ”تلقین بعد الدفن کو فقہا نے جائز رکھا ہے۔“

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:392/5)

نہیں معلوم مفتی صاحب مرحوم نے کن فقہا کی طرف اشارہ کیا ہے؟ اسلاف امت تو ایسا کرتے نظر نہیں آئے۔

مولانا سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں:

”البتہ دفن کے بعد تلقین کرنا عند القبر (قبر کے پاس) ہے۔ مگر وہ تو «وَالدُّعَاءُ عِنْدَهَا قَائِمًا» (قبر کے پاس کھڑے ہو کر دُعا کرنے) کی مد

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



میں ہے، جو سنت سے ثابت ہے۔"

(راہِ سنت، ص228)

شریعتِ اسلامیہ میں نہ قبر پر اذان ثابت ہے، نہ ہی دفن کے بعد قبر پر تلقین ثابت ہے، لہٰذا ایک بے اصل چیز کو دوسری بے اصل چیز پر قیاس کرنا خود باطل ہے۔

## تلقین اور ائمہ محدثین:

① ابو جعفر تستری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

"ہم امام ابو زرعہ رحمہ اللہ کے پاس آئے، وہ حالت نزع میں تھے، ان کے پاس امام ابو حاتم، محمد بن مسلم (وارہ)، منذر بن شاذان اور کئی دوسرے محدثین رحمہم اللہ تشریف فرما تھے، انہیں تلقین والی حدیث یاد آئی، لیکن وہ امام ابو زرعہ رحمہ اللہ (کی جلالت علمی کی وجہ سے انہیں) تلقین سے شرما گئے، لہٰذا انہوں نے کہا، آئیں، حدیث کا مذاکرہ کریں، چنانچہ محمد بن مسلم نے یوں سند بیان کرنا شروع کی، ہمیں ضحاک بن مخلد نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے عبدالحمید بن جعفر عن صالح کی سند سے بیان کیا، یہاں پہنچ کر محمد بن مسلم رک گئے، آگے بیان نہ کر سکے، امام ابو حاتم کہنے لگے: ہمیں بندار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں ابو عاصم نے عبدالحمید سے اور انہیں صالح نے بیان کیا، وہ بھی اس سے آگے نہ بیان کر سکے، باقی سب خاموش رہے، بالآخر امام ابو زرعہ رحمہ اللہ فرمانے لگے: ہمیں بندار نے حدیث بیان کی، انہیں ابو عاصم نے، انہیں عبدالحمید بن جعفر نے، انہیں صالح بن ابی عریب نے حدیث بیان کی، وہ کثیر بن مرہ سے اور وہ معاذ رضی اللہ عنہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوگا، وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' اتنا کہا اور روح پرواز کرگئی۔''

(معرفة علوم الحديث للحاكم، ص 76، تاريخ بغداد : 325/10، تقدمة الجرح والتّعديل : 345-346 بأسانيد صحيحة)

② امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

لَمَّا ثَقُلَ عَلْقَمَةُ، قَالَ : أَقْعِدُوا عِنْدِي مَنْ يُذَكِّرُنِي لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ .

''جب علقمہ رحمہ اللہ سخت بیمار ہوئے، تو فرمایا: میرے پاس ایک آدمی بٹھائیں، جو مجھے لا الہ الا اللہ کی تلقین کرتا رہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 236/3، وسندهٗ صحيحٌ)

③ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ قریب المرگ کے بارے میں فرماتے ہیں:

كَانُوا يُحِبُّونَ أَنْ لَّا يُخْلُوهُ وَحْدَهٗ، وَيُلَقِّنُونَهٗ إِذَا قَامَ نَاسٌ جَاءَ آخَرُونَ، وَيُلَقِّنُونَهٗ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ .

''محدثین کو پسند تھا کہ گھر والے اسے اکیلا نہ چھوڑیں، باری سے اس کے پاس آتے رہیں، جب کچھ لوگ عیادت کر کے چلے جائیں، تو دوسرے آجائیں اور اسے لا الہ الا اللہ کی تلقین کریں۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 237/3، وسندهٗ صحيحٌ)

④ حسین جعفی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

دَخَلْنَا عَلَى الْأَعْمَشِ أَنَا وَزَائِدَةُ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ وَالْبَيْتُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مُمْتَلِئٌ مِّنَ الرِّجَالِ إِذْ دَخَلَ شَيْخٌ فَقَالَ : سُبْحَانَ اللّٰهِ تَرَوْنَ الرَّجُلَ وَمَا هُوَ فِيهِ وَلَيْسَ مِنْكُمْ أَحَدٌ يُّلَقِّنُهُ، فَقَالَ الْأَعْمَشُ هٰكَذَا وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ .

''میں اور زائدہ امام اعمش کے پاس اس دن حاضر تھے، جس دن ان کی وفات ہوئی، ان کے گھر میں انتہائی رش تھا، اچانک ایک شیخ داخل ہوئے اور فرمایا: سبحان اللہ! آپ سب انہیں دیکھ رہے ہیں، حالتِ (نزع) بھی ملاحظہ کر رہے ہیں اور کوئی انہیں تلقین نہیں کر رہا! پھر امام اعمش رحمہ اللہ نے شہادت کی انگلی سے یوں اشارہ کیا اور ہونٹوں کو حرکت دی (یعنی انہوں نے فوت ہونے سے پہلے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا تھا)۔''

(العِلَل ومعرفة الرّجال برواية عبد اللّٰه بن أحمد بن حنبل : 3627 وسندہٗ صحیحٌ)

## تنبیہ :

سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

يُلَقِّنُهَا الْمَيِّتَ .

''آپ رضی اللہ عنہ چند دعائیہ کلمات کے ساتھ قریب المرگ کو تلقین کرتے تھے۔''

(المستدرك على الصحيحين للحاكم :508/1)

سند محمد بن عجلان کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



# گیارھویں کی شرعی حیثیت

اللہ تعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا انعام ہے کہ اس نے ہمیں کامل واکمل شریعت نصیب کی، اس نعمت عظمیٰ پر اس کا شکر بجا لانا چاہیے اور نبی کریم ﷺ کی ہدایت کو کافی جاننا چاہیے۔ یہی دین ہے، اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے مثلاً: تیجا، قل، جمعرات، ساتواں، دسواں، چالیسواں، برسی اور گیارھوں وغیرہ، ان کا دین سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

دین کی دعوت مسلمان کی بھلائی پر قائم ہے، جب کہ مذکورہ تمام رسمیں سر تا پا مضرت کا باعث ہیں، یہ بلا کی ظالم ہیں، جو سادہ لوح مسلمانوں کا پیسہ، یتیموں اور بیواؤں کا مال بے دریغ ہڑپ کر جانے کا ہنر جانتی ہیں۔

اسلامی مہینے کی گیارہ تاریخ (گیارھویں) ہی کو لیجیے، سنتے ہیں کہ یہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے ایصالِ ثواب کے لیے صدقہ ہے، لیکن اس نے اپنے بارے میں اور بہت کچھ مشہور کر رکھا ہے، عوام الناس اسے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نام کی نیاز خیال کرتے ہیں۔ ان کا اعتقاد بنا دیا ہے کہ اگر ہم نے گیارھویں کا دودھ نہ دیا، تو اس کی وجہ سے ہماری بھینس یا گائے مر جائے گی یا بیمار ہو جائے گی یا رزق ختم ہو جائے گا یا اولاد کی موت واقع ہو جائے گی یا گھر میں نقصان ہو سکتا ہے وغیرہ وغیرہ، یہ عقیدہ شرعاً حرام ہے۔

البتہ شیخ عبدالقادر جیلانی کا صدقہ بھی اسے کہیں، تو سوال اٹھے گا کہ کیا شیخ عبد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



القادر جیلانی رحمہ اللہ کے علاوہ بھی کوئی بزرگ اسلام میں ہوا ہے؟ اگر ہاں، تو اس کا صدقہ اتنے تواتر سے کیوں نہیں، یاد رہے کہ سلف صالحین اور ائمہ اہل سنت سے ایصالِ ثواب کا یہ طریقہ ہرگز ہرگز ثابت نہیں۔ اگر اس کی کوئی شرعی حیثیت ہوتی اور یہ اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کا باعث ہوتا، تو وہ اس کا اہتمام کرتے۔

ویسے بھی گیارہویں کا سلسلہ نسب شیعہ کے رسوم و رواج سے ملتا ہے، وہ بھی اپنے ائمہ کے لئے نیاز برائے ایصالِ ثواب دیتے ہیں۔

علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (795ھ) نے کیا خوب لکھا ہے:

أَمَّا مَا اتَّفَقَ عَلٰى تَرْكِهٖ فَلَا يَجُوْزُ الْعَمَلُ بِهٖ لِأَنَّهُمْ مَا تَرَكُوهُ إِلَّا عَلٰى عِلْمٍ أَنَّهٗ لَا يُعْمَلُ بِهٖ.

”جس کام کے چھوڑنے پر سلف کا اتفاق ہو، وہ کام کرنا جائز نہیں، کیونکہ انہوں نے اسے چھوڑا ہی اس لئے تھا کہ اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔“

(فضل علم السّلف علی علم الخلف، ص31)

جس کام کے چھوڑنے پر سلف صالحین متفق ہوں، اسے کرنا جائز نہیں اور سلف صالحین سے گیارہویں شریف کا بالکل بھی ثبوت نہیں ملتا۔

## گیارھویں باطل ھے:

① علامہ شاطبی رحمہ اللہ (790ھ) لکھتے ہیں:

لَوْ كَانَ دَلِيلًا عَلَيْهِ؛ لَمْ يَعْزُبْ عَنْ فَهْمِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ ثُمَّ يَفْهَمُهٗ هٰؤُلَاءِ، فَعَمَلُ الْأَوَّلِينَ كَيْفَ كَانَ مُصَادِمٌ لِّمُقْتَضٰى

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



هٰذَا الْمَفْهُومِ وَمُعَارِضٌ لَّهُ، وَلَوْ كَانَ تَرْكَ الْعَمَلِ؛ فَمَا عَمِلَ بِهِ الْمُتَأَخِّرُونَ مِنْ هٰذَا الْقِسْمِ مُخَالِفٌ لِّإِجْمَاعِ الْأَوَّلِينَ، وَكُلُّ مَنْ خَالَفَ الْإِجْمَاعَ؛ فَهُوَ مُخْطِئٌ، وَأُمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْتَمِعُ عَلٰى ضَلَالَةٍ، فَمَا كَانُوا عَلَيْهِ مِنْ فِعْلٍ أَوْ تَرْكٍ؛ فَهُوَ السُّنَّةُ وَالْأَمْرُ الْمُعْتَبَرُ، وَهُوَ الْهُدٰى، وَلَيْسَ ثَمَّ إِلَّا صَوَابٌ أَوْ خَطَأٌ؛ فَكُلُّ مَنْ خَالَفَ السَّلَفَ الْأَوَّلِينَ فَهُوَ عَلٰى خَطَأٍ، وَهٰذَا كَافٍ.

”اگر اس پر کوئی دلیل ہوتی، تو ایسا نہیں کہ فہم صحابہ وتابعین سے غائب رہتی اور بعد میں یہ لوگ اسے سمجھ لیتے۔ یہ بھلا کیسے ممکن ہے کہ شرعی دلیل ایک مفہوم کا تقاضا کرتی ہو اور سلف کا عمل اس کے خلاف ہو؟ یہ بھی کیسے ممکن ہے کہ سلف نے کسی کام کی دلیل ہونے کے باوجود وہ نہ کیا ہو؟ اس طرح کے معاملات میں متاخرین نے جو عمل کیا ہے، وہ اجماع سلف کے خلاف ہے اور اجماع کی مخالفت کرنے والا خود خطا کار ہوتا ہے، کیونکہ اُمتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی، لہٰذا سلف جس کام کو کرنے یا چھوڑنے پر متفق ہوں، وہی سنت اور معتبر ہے اور وہی ہدایت ہے۔ کسی کام میں دو ہی احتمال ہوتے ہیں، درستی یا غلطی، جو سلف صالحین کی مخالفت کرے گا، وہ خطا پر ہوگا اور یہی اس کے خطا کار ہونے کے لیے کافی ہے۔“

(المُوافقات: 72/3)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



نیز لکھتے ہیں:

لِهٰذَا كُلِّهِ يَجِبُ عَلٰى كُلِّ نَاظِرٍ فِي الدَّلِيلِ الشَّرْعِيِّ مُرَاعَاةُ مَا فَهِمَ مِنْهُ الْأَوَّلُونَ، وَمَا كَانُوا عَلَيْهِ فِي الْعَمَلِ بِهٖ؛ فَهُوَ أَحْرٰى بِالصَّوَابِ، وَأَقْوَمُ فِي الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ.

''ان تمام امور کے پیش نظر شرعی دلیل میں غور کرنے والے ہر شخص کے لیے سلف کے فہم وعمل کا پاس رکھنا ضروری ہے، کیونکہ یہی درستی کے زیادہ قریب اور علم وعمل میں زیادہ پختہ ہے۔''(المُوافقات: 3/77)

② حافظ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ (744ھ) لکھتے ہیں:

لَا يَجُوْزُ إِحْدَاثُ تَأْوِيلٍ فِي آيَةٍ أَوْ سُنَّةٍ لَمْ يَكُنْ عَلٰى عَهْدِ السَّلَفِ وَلَا عَرَفُوهُ وَلَا بَيَّنُوهُ لِلْأُمَّةِ، فَإِنَّ هٰذَا يَتَضَمَّنُ أَنَّهُمْ جَهِلُوا الْحَقَّ فِي هٰذَا وَضَلُّوْا عَنْهُ، وَاهْتَدٰى إِلَيْهِ هٰذَا الْمُعْتَرِضُ الْمُسْتَأْخِرُ.

''کسی آیت یا حدیث کا ایسا مفہوم ومطلب بیان کرنا جائز نہیں، جو زمانہ سلف میں نہ تھا، نہ انہوں نے اسے پہچانا اور نہ امت کے لیے بیان کیا۔ اگر آپ اس طرح کا مفہوم بیان کرتے ہیں، تو لازم آئے گا کہ سلف اس بارے میں حق سے جاہل رہے اور اس سے گم راہ رہے ہیں اور یہ بعد میں آنے والا معترض اس کی طرف راہ پا گیا ہے۔''

(الصّارم المُنكي في الرّد على السّبكي، ص 318)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



③ امام ابن الانباری رحمہ اللہ (328ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ قَوْلًا يُوَافِقُ هَوَاهُ، لَمْ يَأْخُذْهُ عَنْ أَئِمَّةِ السَّلَفِ، فَأَصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ، لِحُكْمِهٖ عَلَى الْقُرْآنِ بِمَا لَا يُعْرَفُ أَصْلُهٗ، وَلَا يَقِفُ عَلٰى مَذَاهِبِ أَهْلِ الْأَثَرِ وَالنَّقْلِ فِيهِ.

”جس نے قرآنِ کریم کی تفسیر میں ایسی بات کہی، جو اس نے سلف سے لینے کی بجائے اپنی خواہشات کے تابع رہ کر کی، پھر یہ خیال کیا کہ وہ راہ صواب پر ہے، تو یہ اس کی خطا ہے، کیونکہ اس نے قرآنِ کریم پر ایسا حکم لگایا ہے، جس کی دلیل موجود ہی نہیں اور نہ وہ اس بارے اہل اثر و نقل (سلف صالحین) کا مذہب جانتا ہے۔“

(الفقيه والمتفقه للخطيب: 223/1، وسندهٗ صحيحٌ)

④ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ إِحْدَاثَ الْقَوْلِ فِي تَفْسِيرِ كِتَابِ اللّٰهِ الَّذِي كَانَ السَّلَفُ وَالْأَئِمَّةُ عَلٰى خِلَافِهٖ يَسْتَلْزِمُ أَحَدَ أَمْرَيْنِ: إِمَّا أَنْ يَكُونَ خَطَأً فِي نَفْسِهٖ، أَوْ تَكُونَ أَقْوَالُ السَّلَفِ الْمُخَالِفَةِ لَهٗ خَطَأً، وَلَا يَشُكُّ عَاقِلٌ أَنَّهٗ أَوْلٰى بِالْغَلَطِ وَالْخَطَأِ مِنْ قَوْلِ السَّلَفِ.

”قرآن کریم کی تفسیر میں سلف اور ائمہ دین کے مخالف قول بیان کرنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں، یا تو بیان کرنے والا خود غلط ہو گا یا پھر سلف غلط ہوں گے۔ اور کوئی عقلمند اس میں شک نہیں کر سکتا کہ سلف کے اقوال کی نسبت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



مخالف کا قول غلطی اور خطا کے زیادہ لائق ہے۔“

(مختصر الصّواعق المُرسَلة : 128/2)

ثابت ہوا سلف صالحین کے مخالف ہر قول و عمل کے خطا ہونے کو اتنا ہی کافی ہے کہ وہ سلف کے خلاف ہے، قرآن وحدیث کے دلائل سلف کے مخالف نہیں ہوتے۔ اگر کہیں دیکھیں کہ قرآن و حدیث کے دلائل پیش کئے جا رہے ہیں، لیکن ان کو سلف کی حمایت حاصل نہیں، تو سمجھ جائیں کہ یہ دلائل نہیں، بلکہ قرآن وحدیث کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی کوشش ہے، جو کامیاب نہیں ہوسکتی۔

گیارہویں کا کوئی شرعی ثبوت یا جواز ہوتا، تو سلف صالحین اور ائمہ اہل سنت اسے اپنانے میں پہل کرتے۔ یاد رہے کہ سلف صالحین وائمہ اہل سنت کے خلاف عقائد واعمال اگر رکھے جائیں، تو خود کو اہل سنت کہلانے کا حق آپ سے چھن جائے گا۔

علامہ شاطبی رحمہ اللہ (790ھ) لکھتے ہیں :

اَلْحَذَرَ الْحَذَرَ مِنْ مُخَالَفَةِ الْأَوَّلِيْنَ! فَلَوْ كَانَ ثَمَّ فَضْلٌ مَّا لَكَانَ الْأَوَّلُونَ أَحَقَّ بِهٖ .

”بچیں بچیں! سلف کی مخالفت سے بچیں، اگر اس کام (جسے سلف نے نہیں کیا) میں کوئی فضیلت ہوتی، تو متقدمین اس کے زیادہ مستحق تھے۔“

(المُوافقات : 56/3)

## گیارھویں بدعت ھے :

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) لکھتے ہیں :

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



مَنْ تَعَبَّدَ بِعِبَادَةٍ لَّيْسَتْ وَاجِبَةً وَلَا مُسْتَحَبَّةً؛ وَهُوَ يَعْتَقِدُهَا وَاجِبَةً أَوْ مُسْتَحَبَّةً فَهُوَ ضَالٌّ مُّبْتَدِعٌ بِدْعَةً سَيِّئَةً لَا بِدْعَةً حَسَنَةً بِاتِّفَاقِ أَئِمَّةِ الدِّينِ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُعْبَدُ إِلَّا بِمَا هُوَ وَاجِبٌ أَوْ مُسْتَحَبٌّ.

''جو شخص ایسی عبادت کرتا، جو شریعت میں واجب یا مستحب نہیں ہوتی اور وہ اسے واجب یا مستحب سمجھتا ہے، وہ شخص گمراہ بدعتی ہے، اس کی یہ بدعت سیئہ ہے، حسنہ نہیں ہے اور اس بات پر ائمہ دین کا اتفاق ہے۔ اللہ کی عبادت صرف اسی طریقے سے کی جائے گی، جو شریعت میں واجب یا مستحب ہے۔''

(مَجموع الفتاوٰی: 160/1)

علامہ شاطبی رحمہ اللہ (790ھ) لکھتے ہیں:

فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأُمُورِ يَسْتَحْسِنُونَ أَشْيَاءَ، لَمْ تَأْتِ فِي كِتَابٍ وَّلَا سُنَّةٍ، وَّلَا عَمِلَ بِأَمْثَالِهَا السَّلَفُ، فَيَعْمَلُونَ بِمُقْتَضَاهَا، وَيُثَابِرُونَ عَلَيْهَا، وَيُحَكِّمُونَهَا طَرِيقًا لَّهُمْ مَهِيعًا وَّسُنَّةً لَّا تُخْلَفُ، بَلْ رُبَّمَا أَوْجَبُوهَا فِي بَعْضِ الْأَحْوَالِ.

''اہل بدعت بہت سے امور میں ان کاموں کو مستحب قرار دے دیتے ہیں، جن پر کتاب وسنت میں کوئی دلیل نہیں ہوتی، نہ ہی سلف صالحین نے اس طرح کا کوئی کام کیا ہوتا ہے۔ بدعتی اس طرح کے کام کرتے ہیں، ان پر دوام کرتے ہیں اور اسے اپنے لیے واضح راستہ اور سنت غیر معارضہ سمجھتے ہیں، بلکہ بسا اوقات اسے واجب قرار دیتے ہیں۔'' (الاعتصام: 212/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



علامہ ابن ابی العز رحمہ اللہ (792ھ) لکھتے ہیں:

صَارُوا يَبْتَدِعُونَ مِنَ الدَّلَائِلِ وَالْمَسَائِلِ مَا لَيْسَ بِمَشْرُوعٍ، وَيُعْرِضُونَ عَنِ الْأَمْرِ الْمَشْرُوعِ.

''اہل بدعت ایک طرف تو ایسے دلائل ومسائل تراشتے ہیں، جن کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، دوسری طرف مشروع کام سے بھی اعراض کرتے ہیں۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 593)

## گیارھویں قرب الٰہی کا ذریعہ نہیں:

گیارہویں اگر قربِ الٰہی کا ذریعہ ہوتی، تو ائمہ اہل سنت ضرور ایسا کرتے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ بَابَ الْعِبَادَاتِ وَالدِّيَانَاتِ وَالتَّقَرُّبَاتِ مُتَلَقَّاةٌ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ فَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَّجْعَلَ شَيْئًا عِبَادَةً أَوْ قُرْبَةً إِلَّا بِدَلِيلٍ شَرْعِيٍّ.

''عبادات، دین کے مسائل اور قربِ الٰہی کے کام اللہ ورسول سے ہی لیے جاتے ہیں۔ کسی اور کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ دلیل شرعی کے بغیر کوئی عبادت یا قربِ الٰہی کا طریقہ گھڑلے۔'' (مجموع الفتاوٰی: 35/31)

اگر گیارہویں کے ثبوت پر کوئی شرعی دلیل ہوتی، تو سلف صالحین ضرور اس کا اہتمام کرتے، لہٰذا یہ بے ثبوت ہے، جو قربِ الٰہی کا ذریعہ نہیں ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) لکھتے ہیں:

لَا دِينَ إِلَّا مَا شَرَعَهُ، فَالْأَصْلُ فِي الْعِبَادَاتِ الْبُطْلَانُ حَتّٰى

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



يَقُومَ دَلِيلٌ عَلَى الْأَمْرِ.

”دین صرف وہی ہے، جسے اللہ نے مشروع قرار دیا ہے۔ عبادات میں قاعدہ یہ ہے کہ جب تک کسی دینی امر پر دلیل شرعی قائم نہ ہو جائے، وہ باطل ہے۔“(إعلام المؤقعين :344/1)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) لکھتے ہیں:

بَابُ الْقُرُبَاتِ يُقْتَصَرُ فِيهِ عَلَى النُّصُوصِ، وَلَا يُتَصَرَّفُ فِيهِ بِأَنْوَاعِ الْأَقْيِسَةِ وَالْآرَاءِ.

”قربِ الٰہی کے کام نصوصِ شرعیہ پر موقوف ہیں۔ ان میں کسی قسم کی قیاس وآرا کا عمل دخل نہیں۔“(تفسير ابن كثير : 401/4)

علامہ شاطبی رحمہ اللہ (790ھ) لکھتے ہیں:

لَا تَجِدُ مُبْتَدِعًا مِمَّنْ يُنْسَبُ إِلَى الْمِلَّةِ إِلَّا وَهُوَ يَسْتَشْهِدُ عَلٰى بِدْعَتِهٖ بِدَلِيلٍ شَرْعِيٍّ، فَيُنْزِلُهٗ عَلٰى مَا وَافَقَ عَقْلَهٗ وَشَهْوَتَهٗ.

” آپ اسلام کی طرف منسوب ہر بدعتی کو ایسا ہی پائیں گے کہ وہ اپنی بدعت پر دلیل شرعی سے استدلال کرتا ہے، پھر اسے اپنی عقل وخواہش کے مطابق ڈھال لیتا ہے۔“(الاعتصام :134/1)

## گیارھویں کے بدعت ہونے پر ایک دوسری دلیل :

یاد رہے کہ عبادات کے لیے وقت یا جگہ کا تعین کرنا شریعت کا حق ہے، بندوں کو یہ حق نہیں دیا جاسکتا کہ وہ عبادات کے لیے جگہ یا وقت کا تقرر کرتے رہیں ۔ سلف

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



صالحین نے سختی سے اس کا ردّ کیا ہے، لہٰذا خاص شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے لیے خاص گیارہویں تاریخ کو صدقہ کرنا اسے ناجائز اور غیر مشروع بنا دیتا ہے۔

علامہ شاطبی رحمہ اللہ (790ھ) لکھتے ہیں:

مِنْ ذٰلِكَ تَخْصِيصُ الْأَيَّامِ الْفَاضِلَةِ بِأَنْوَاعٍ مِّنَ الْعِبَادَاتِ الَّتِي لَمْ تُشْرَعْ لَهَا تَخْصِيصًا؛ كَتَخْصِيصِ الْيَوْمِ الْفُلَانِيِّ بِكَذَا وَكَذَا مِنَ الرَّكَعَاتِ، أَوْ بِصَدَقَةِ كَذَا وَكَذَا، أَوِ اللَّيْلَةِ الْفُلَانِيَّةِ بِقِيَامِ كَذَا وَكَذَا رَكْعَةٍ، أَوْ بِخَتْمِ الْقُرْآنِ فِيهَا أَوْ مَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ .

”عام دنوں کو ان عبادات کے ساتھ خاص کرنا، جو ان دنوں میں مشروع نہیں ہیں، جیسا کہ کسی دن کو خاص عدد رکعات یا خاص صدقہ کے ساتھ خاص کرنا یا فلاں رات کو اتنی اتنی رکعات پڑھنا یا خاص رات میں قرآنِ کریم مکمل کرنا وغیرہ بدعت ہے۔“(الاعتصام: 12/2)

علامہ ابو شامہ رحمہ اللہ (665ھ) لکھتے ہیں:

لَا يَنْبَغِي تَخْصِيصُ الْعِبَادَاتِ بِأَوْقَاتٍ لَّمْ يُخَصِّصْهَا بِهَا الشَّرْعُ بَلْ يَكُوْنُ جَمِيْعُ أَفْعَالِ الْبِرِّ مُرْسَلَةً فِي جَمِيْعِ الْأَزْمَانِ لَيْسَ لِبَعْضِهَا عَلٰى بَعْضٍ فَضْلٌ إِلَّا مَا فَضَّلَهُ الشَّرْعُ وَخَصَّهُ بِنَوْعٍ مِّنَ الْعِبَادَةِ فَإِنْ كَانَ ذٰلِكَ اخْتُصَّ بِتِلْكَ الْفَضِيْلَةِ تِلْكَ الْعِبَادَةُ دُوْنَ غَيْرِهَا كَصَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ وَعَاشُوْرَاءَ وَالصَّلَاةِ فِي

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



جَوْفِ اللَّيْلِ وَالْعمْرَةِ فِي رَمَضَانَ وَمِنَ الْأَزْمَانِ مَا جَعلَهُ الشَّرْعُ مُفَضَّلًا فِيهِ جَمِيعَ أَعْمَالِ الْبِرِّ كَعَشْرِ ذِي الْحَجَّةِ وَلَيْلَةِ الْقَدْرِ الَّتِي هِيَ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ أَيِ الْعَمَلُ فِيهَا أَفْضَلُ مِنَ الْعَمَلِ فِي أَلْفِ شَهْرٍ لَيْسَ فِيْهَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ فَمِثْلُ ذٰلِكَ يَكُوْنُ أَيُّ عَمَلٍ مِّنْ أَعْمَالِ الْبِرِّ حَصَلَ فِيهَا كَانَ لَهُ الْفَضْلُ عَلٰى نَظِيرِهٖ فِي زَمَنٍ آخَرَ، فَالْحَاصِلُ أَنَّ الْمُكَلَّفَ لَيْسَ لَهٗ مَنْصَبُ التَّخْصِيصِ، بَلْ ذٰلِكَ إِلَى الشَّارِعِ وَهٰذِهٖ كَانَتْ صِفَةُ عِبَادَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”عبادات کو ان اوقات کے ساتھ خاص کرنا جائز نہیں، جن کے ساتھ شریعت نے خاص نہیں کیا، بلکہ تمام نیک کام تمام زمانوں میں جائز ہیں۔ کسی کام کی تخصیص کرنے میں فضیلت نہیں ہے، سوائے اس کام کے جسے شریعت نے فضیلت دی ہے اور کسی عبادت کے ساتھ خاص کیا ہے، اگر کسی فضیلت کو کسی کام کے ساتھ خاص کر دیا گیا، تو وہ عبادت ہے، جیسا کہ یوم عرفہ و عاشورا کا روزہ، آخر رات کی عبادت اور رمضان میں عمرہ، ان کے علاوہ دوسرے کام عبادت نہیں بن سکتے اور بعض اوقات وہ ہیں، جن میں انسانوں کے تمام اعمال کو فضیلت دے دی جاتی ہے، جیسا کہ ذی الحجہ کے دس دن اور لیلۃ القدر، جو ہزار سال سے بہتر ہے، یعنی اس رات میں عمل ایسے ہزار سال میں عمل کرنے سے بہتر ہے، جن میں لیلۃ القدر نہ ہو۔ اس طرح ہر وہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



نیکی کا کام ہے، جس میں خاص فضیلت مقرر کردی گئی ہو، اسے دوسرے وقت میں اپنے جیسے نیکی کے کام پر فضیلت ہوگی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ مکلّف (اُمتی) کے لیے تخصیص کا منصب نہیں ہے، بلکہ تخصیص کا منصب شارع کے ساتھ خاص ہے، رسول اللہ ﷺ کا اندازِ عبادت یہی تھا۔"

(الباعث علی إنکار البِدَع والحوادث، ص 165)

## الحاصل :

سلف صالحین سے صدقہ کی یہ ہیئت وکیفیت ثابت نہیں، جو کہ گیارہویں کو اپنائی جاتی ہے، لہذا اس چیز سے بچ جانا ہی بہتر ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# انگوٹھے چومنے کی شرعی حیثیت

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کا تقاضا ہے کہ ان کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے۔سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا:

أَطِيعُونِي مَا أَطَعْتُ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ، فَإِذَا عَصَيْتُ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَلَا طَاعَةَ لِي عَلَيْكُمْ.

''میری اطاعت اس وقت تک کرنا، جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں۔ جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں،تو آپ پر میری اطاعت فرض نہیں۔''

(السّیرۃ لابن ھشام : 82/6، وسندہٗ حسنٌ)

ہمارا فرض بنتا ہے کہ غلو وتقصیر سے بچتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کی سنتوں کوحرزِ جان بنائیں اورشریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے آپ ﷺ کی عزت وتوقیر بجالائیں۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (748ھ) نے فرمایا ہے:

اَلْغُلُوُّ وَالْإِطْرَاءُ مَنْهِيٌّ عَنْهُ، وَالْأَدَبُ وَالتَّوْقِيرُ وَاجِبٌ، فَإِذَا اشْتَبَهَ الْإِطْرَاءُ بِالتَّوْقِيرِ تَوَقَّفَ الْعَالِمُ وَتَوَرَّعَ، وَسَأَلَ مَنْ هُوَ أَعْلَمُ مِنْهُ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُ الْحَقُّ، فَيَقُولُ بِهٖ، وَإِلَّا فَالسُّكُوتُ وَاسِعٌ لَّهٗ، وَيَكْفِيهِ التَّوْقِيرُ الْمَنْصُوصُ عَلَيْهِ فِي أَحَادِيثَ لَا تُحْصٰى، وَكَذَا يَكْفِيهِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مُجَانَبَةُ الْغُلُوِّ الَّذِي ارْتَكَبَهُ النَّصَارٰى فِي عِيْسٰى، مَا رَضُوْا لَهٗ بِالنُّبُوَّةِ حَتّٰى رَفَعُوْهُ إِلَى الْإِلٰهِيَّةِ وَإِلَى الْوَالِدِيَّةِ، وَانْتَهَكُوْا رُتْبَةَ الرُّبُوْبِيَّةِ الصَّمَدِيَّةِ، فَضَلُّوا وَخَسِرُوا، فَإِنَّ إِطْرَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤَدِّي إِلٰى إِسَائَةِ الْاَدَبِ عَلَى الرَّبِّ، نَسْأَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى أَنْ يَّعْصِمَنَا بِالتَّقْوٰى، وَأَنْ يَّحْفَظَ عَلَيْنَا حُبَّنَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يَرْضٰى .

”تعظیم میں حد سے بڑھنا ممنوع ہے، جبکہ ادب اور توقیر واجب ہے۔ جب تعریف میں مبالغہ کا اشتباہ ہو، تو عالم کو توقف کرنا چاہیے اور رُک جانا چاہیے، نیز کسی بڑے عالم سے دریافت کرلے، تاکہ حق واضح ہوجائے، پھر وہ اس کے بارے میں بات کرے، ورنہ خاموشی بہتر ہے۔ اسے وہی توقیر کافی ہے، جسے بے شمار احادیث میں وضاحت سے بیان کردیا گیا ہے۔ اسی طرح غلو سے اجتناب کرے، جس کا ارتکاب نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا۔ وہ ان کی نبوت پر راضی نہیں ہوئے، بلکہ انہیں الٰہ اور اللہ کا بیٹا قرار دیا اور اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت وصمدیت میں نقب لگایا۔ یوں وہ گمراہ اور ناکام ہوگئے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں حد سے بڑھنا اللہ کی گستاخی کی طرف لے جاتا ہے۔ ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ تقویٰ کی بدولت ہمیں بچالے اور جیسے اسے پسند ہے، ہمارے دلوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت راسخ فرمادے۔“(میزان الاعتدال : 650/2)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



نبی کریم ﷺ کا نام سن کر انگوٹھے چومنے پر کوئی دلیل نہیں، اگر یہ نیکی کا کام ہوتا یا شریعت کی رُو سے نبیٔ اکرم ﷺ کی توقیر ہوتی، تو صحابہ کرام اور ائمہ عظام ضرور کرتے۔ وہ سب سے بڑھ کر نبی اکرم ﷺ کی تعظیم کرنے والے تھے۔ کسی ثقہ امام سے اس کا جواز یا استحباب ثابت نہیں، لہٰذا یہ دین نہیں۔ اس کے ثبوت پر پیش کیے جانے والے دلائل ملاحظہ فرمائیں:

## دلیل نمبر①

مسند فردوس از دیلمی میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت ہے:

إِنَّهُ لَمَّا سَمِعَ قَوْلَ الْمُؤَذِّنِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدَ رَّسُولُ اللّٰه قَالَ هٰذَا، وَقَبَّلَ بَاطِنَ الْأُنْمُلَتَيْنِ السَّبَّابَتَيْنِ وَمَسَحَ عَيْنَيْهِ، فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِيلِي، فَقَدْ حَلَّتْ عَلَيْهِ شَفَاعَتِي .

”جب آپ رضی اللہ عنہ نے مؤذن کو أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ کہتے سنا، تو یہی الفاظ کہے اور دونوں انگشتِ شہادت کے پورے جانب زیریں سے چوم کر آنکھوں سے لگائے، اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے ایسا کیا، جیسا میرے پیارے نے کیا ہے، اس کے لیے میری شفاعت حلال ہوگئی۔“

(المقاصد الحسنة للسّخاوي، ص 384)

① بے سند ہے۔

② حافظ سخاوی رحمہ اللہ (902ھ) نے اس روایت کے متعلق لکھا ہے:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



لَا يَصِحُّ . ”یہ روایت ثابت نہیں ہے۔“

بعض احباب کہتے ہیں کہ لَا يَصِحُّ ”یہ روایت صحیح نہیں ہے۔“ سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ ”حسن“ بھی نہیں ہے، یہ ان کی بات خطائے محض کی قبیل سے ہے اور اس روایت پر توقف بھی نہیں آتی، کیوں کہ اس روایت کی تو سند ہی موجود نہیں۔

## دلیل نمبر ② :

سیدنا خضر علیہ السلام سے منسوب ہے:

مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ يَقُوْلُ : أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدَ رَّسُوْلُ اللَّهِ : مَرْحَبًا بِحَبِيْبِي وَقُرَّةِ عَيْنِي مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يُقَبِّلُ إِبْهَامَيْهِ وَيَجْعَلُهُمَا عَلٰى عَيْنَيْهِ لَمْ يَرْمَدْ أَبَدًا .

”جو شخص مؤذن سے أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدَ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے الفاظ سن کر مَرْحَبًا بِحَبِيْبِي وَقُرَّةِ عَيْنِي مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کہے، پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے، اس کی آنکھیں کبھی نہ دُکھیں گی۔“

(المقاصد الحسنة للسّخاوي، ص 384)

بے سند و بے ثبوت ہے، حافظ سخاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

بِسَنَدٍ فِيهِ مَجَاهِيلُ مَعَ انْقِطَاعِهِ .

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



''یہ روایت مجہولین کی بیان کردہ ہے، انقطاع بھی ہے۔''

اس روایت کی سند بھی موجود نہیں ہے، بعضے نادان دوست مجاہیل کی روایت کو ضعیف کہنے سے گریزاں ہوتے ہیں، لیکن مجاہیل کا مسئلہ تو تب پیش آئے، جب سند موجود ہو، سند ہی اگر موجود نہیں، تو مجہول کی روایت کے صحیح یا ضعیف ہونے کی بحث سے حاصل؟ امام شافعی رحمہ اللہ کا فرمان البتہ اس سلسلہ میں سن لیجئے:

لَا نَقْبَلُ خَبَرَ مَنْ جَهِلْنَاهُ، وَكَذٰلِكَ لَا نَقْبَلُ خَبَرَ مَنْ لَّمْ نَعْرِفْهُ بِالصِّدْقِ وَعَمَلِ الْخَيْرِ .

''ہم محدثین مجہول راوی کی حدیث قبول نہیں کرتے، نہ ہی اس شخص کی روایت قبول کرتے ہیں، جس کی سچائی اور نیکی ہم نہیں جانتے۔''

(إختلاف الحديث : 13، معرفة السّنن والآثار للبيهقي :1/12)

دین متصل روایات کا نام ہے۔ صحیح حدیث کی شرطوں میں بنیادی شرط اتصال سند ہے، یہاں تو سرے سے سندیں ہی موجود نہیں، اتصال کہاں سے ہوگا!

## ان روایات کے بارے میں اهل علم کي آرا :

ان روایات کے متعلق علما کی آرا سن لیں:

حافظ سخاوی رحمہ اللہ (902ھ) لکھتے ہیں:

لَا يَصِحُّ فِي الْمَرْفُوْعِ مِنْ كُلِّ هٰذَا شَيْءٌ .

''اس معنی کی مرفوع احادیث میں سے کوئی بھی ثابت نہیں۔''

(المقاصد الحسنة، ص 385)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ملا علی قاری رحمہ اللہ (1014ھ) لکھتے ہیں:

كُلُّ مَا يُرْوٰى فِي هٰذَا، فَلَا يَصِحُّ رَفْعُهُ الْبَتَّةَ .

''اس بارے میں کوئی بھی مرفوع روایت قطعاً ثابت نہیں۔''

(الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة المعروف بالموضوعات الكبرٰى، ص 210)

ابن عابدین (1252ھ) نقل کرتے ہیں:

لَمْ يَصِحَّ فِي الْمَرْفُوعِ مِنْ كُلِّ هٰذَا شَيْءٌ .

''ان میں سے کوئی مرفوع روایت ثابت نہیں۔''

(ردّ المحتار على الدّر المختار: 293/1)

ہم کہتے ہیں کہ ان روایات کے صحیح یا ضعیف ہونے کا فیصلہ تو بعد کی بات ہے، ان تو سند ہی موجود نہیں ہے۔

## تنبیه :

① ملا علی قاری (1014ھ) لکھتے ہیں:

إِذَا ثَبَتَ رَفْعُهُ عَلَى الصَّدِّيقِ فَيَكْفِي الْعَمَلُ بِهٖ .

''جب صدیق رضی اللہ عنہ تک سند ثابت ہوگئی ہے، تو عمل کے لیے کافی ہے۔''

(الموضوعات الكبرٰى، ص 210)

اس کی سند بھی موجود نہیں ہے، ملا علی قاری مرحوم کو شاید اشتباہ ہو گیا ہوگا۔

② احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب (1391ھ) ''انجیل برنباس'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''اس میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے روح القدس (نورِ مصطفوی) کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دیکھنے کی تمنا کی، تو وہ نور ان کے انگوٹھے کے ناخنوں میں چمکا دیا گیا۔
انھوں نے فرطِ محبت سے ان ناخنوں کو چوما اور انگوٹھوں سے لگایا۔''

(جاء الحق: 398/1)

ہمیں قرآن وحدیث کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے،محرف ومبدل کتابوں کی پیروی کا حکم نہیں دیا گیا۔

نیز لکھتے ہیں:

''اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، پھر بھی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف معتبر ہوتی ہے۔'' (جاء الحق: 401/1)

ٹھیک ہے کہ فضائل میں ضعیف کے معتبر ہونے یا نہ ہونے پر بحث شروع ہو چکی ہے، گو سلف میں یہ بحث نہ تھی، لیکن بے سند روایت کو تو کسی نے بھی معتبر نہیں کہا۔ دوسرے یہ کہ اس مسئلہ کا تعلق فضائل اعمال سے نہیں، بلکہ احکام شرعیہ سے ہے کہ اذان میں نبی ﷺ کا نام مبارک سن کر انگوٹھے چومنے چاہئیں یا نہیں، فضائل کی بات تو بعد میں ہے۔ قارئین کرام! یاد رکھیں دین صحیح روایات کا نام ہے، فضائل کا تعلق بھی دین سے ہے۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ (354ھ) لکھتے ہیں:

لَمْ أَعْتَبِرْ ذٰلِكَ الضَّعِيفَ لِأَنَّ رِوَايَةَ الْوَاهِي وَمَنْ لَّمْ يَرْوِ سِيَّانِ .

''میں نے اس ضعیف راوی کا اعتبار نہیں کیا، کیونکہ کمزور راوی کی روایت نہ ہونے کے برابر ہے۔'' (الثّقات: 159/9)

نیز لکھتے ہیں:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



كَأَنَّ مَا رَوَى الضَّعِيْفُ وَمَا لَمْ يَرْوِ فِي الْحُكْمِ سِيَّانِ.

”گویا کہ ضعیف کی روایت حکم میں نہ ہونے کے برابر ہے۔“

(كتاب المجروحين :328/1، ترجمة سعيد بن زياد الدّاري)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (852ھ) لکھتے ہیں:

لَا فَرْقَ فِي الْعَمَلِ بِالْحَدِيْثِ فِي الْأَحْكَامِ أَوْ فِي الْفَضَائِلِ، إِذِ الْكُلُّ شَرْعٌ.

”احکام یا فضائل میں حدیث پر عمل میں کوئی فرق نہیں، کیونکہ دونوں (فضائل اور احکام) شریعت ہی تو ہیں۔“

(تبيين العجب بما ورد في شهر رجب، ص 2)

ضعیف حدیث کو کوئی بھی دین نہیں کہتا۔

جناب احمد یار خان نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

”اور اس کو حرام کہنا محض جہالت ہے، جب تک کہ ممانعت کی صریح دلیل نہ ملے، اس کو منع نہیں کر سکتے۔ استحباب کے لیے مسلمانوں کا مستحب جاننا ہی کافی ہے، مگر کراہت کے لیے دلیل خاص کی ضرورت ہے۔“

(جاء الحق :399/1)

کسی ثقہ مسلمان سے باسندِ صحیح انگوٹھے چومنے کو مستحب کہنا ثابت نہیں۔ ہم تو اس فعل کو بدعت کہتے ہیں، کیونکہ اس پر دلیل نہیں ہے، لہٰذا یہ کہنا کہ ممانعت کی صریح دلیل نہیں، اس لیے اس کو ناجائز و بدعت نہیں کہنا چاہیے، یہ قول خود لائق التفات نہیں، کیوں کہ عبادات اور دین کے متعلق احکام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



کیے جاتے ہیں، اس میں ممانعت نہیں، اذن واجازت کو دیکھا جاتا ہے۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ ممانعت نہیں آئی، اس لیے جائز ہے تو پھر ہر بدعت دین کا حصہ قرار پائے گی۔ اگر کوئی عید الفطر سے پہلے اذان کہے، جبکہ اس کے بارے میں ممانعت صریح کہیں بھی نہیں ہے، تو کیا مستحب کہلوائے گی؟

علامہ ابوشامہ رحمہ اللہ (665ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ مَنْ فَعَلَ أَمْرًا مُوْهِمًا أَنَّهٗ مَشْرُوْعٌ وَّلَيْسَ كَذٰلِك فَهُوَ غَالٍ فِي دِيْنِهٖ مُبْتَدِعٌ فِيهِ قَائِلٌ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ بِلِسَانِ مَقَالِهٖ أَوْ لِسَان حَالِهٖ .

”ہر وہ شخص جو کسی ایسے کام کو مشروع سمجھتے ہوئے کرتا ہے، جو مشروع نہیں ہوتا، تو وہ دین میں غلو سے کام لینے والا، بدعت نکالنے والا اور زبانِ قال یا زبانِ حال سے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والا ہوتا ہے۔“

(الباعث على إنكار البِدَع والحوادث، ص 20-21)

❀❀❀❀❀❀❀

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



# اولیاء اللہ کے نام پر ذبح!

بت پرستی اپنی اصل میں اولیاء پرستی ہی تھی۔مشرکین مکہ کے بت اولیاء اللہ کے نام اوران کی صورتوں پر ہی متشکل کیئے گئے تھے۔قرآنِ کریم نے صاف طور پراس کا ردّ کیا اور رسولِ اکرم ﷺ بت پرستی کو مٹانے کے لیے تشریف لائے۔اسلام کی اساس بت پرستی کے قلع قمع پر قائم ہوئی،لیکن بدقسمتی سے اسی کو بعد کے مسلمانوں نے عقیدت و محبت اولیاء کا نام دے کر دین کا حصہ بنا لیا۔آج بعض مسلمانوں نے مشرکین مکہ سے بہت سے مشرکانہ افعال مستعار لے لیے ہیں۔

اولیاء اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔جس طرح مشرکین مکہ اپنے بزرگوں کے ناموں اور مُورتیوں پر مبنی بتوں کے نام پر جانور چھوڑ دیتے تھے،ان کی تقلید میں آج کے بعض مسلمان بھی بزرگوں سے منسوب کر کے جانور چھوڑتے ہیں۔یہ نامزد جانور عام جانوروں کی طرح نہیں ہوتے، بلکہ ان لوگوں کے نزدیک وہ بڑی ''حرمت'' والے ہوتے ہیں۔

وہ جس کھیت میں گھس جائیں،اس کے مالک کے خیال میں اس کے لئے اچھا شگون ثابت ہوتے ہیں، وہ جدھر چاہیں جائیں،کوئی روک ٹوک نہیں ہوتی۔ ان سے کوئی کام بھی نہیں لیا جاتا اوران کی اپنی ایک پہچان ہوتی ہے۔لوگ جانتے ہوتے ہیں کہ یہ فلاں درگاہ یا فلاں مزار کا جانور ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

کبھی غور کیجیے کہ کسی جانور کو اساف، نائلہ، منات وغیرہ سے موسوم کر دیا جائے اور اسے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حام کا نام دے دیا جائے یا یہ کہہ دیا جائے کہ یہ اونٹ اور گائے اجمیر کی ''چھٹی شریف'' کے لیے مختص ہے، یا کہہ دیا جائے کہ یہ گیارہویں کا بکرا ہے یا یہ فلاں کی منت اور نیاز ہے، تو ان دونوں میں بنیادی فرق کون سا باقی رہ جاتا ہے؟

قدیم زمانے میں بھی بزرگوں کی خوشنودی اور ان کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ایسا کیا جاتا تھا اور آج بھی یہ سب کچھ اولیاء کی تعظیم اور ان کے تقرب کے حصول کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ جانے انجانے میں ان اولیاء کو خدائی طاقتوں کا مظہر سمجھ لیا گیا اور کہہ دیا گیا کہ میرا یہ کام ہو گیا تو میں فلاں مزار پر کالا بکرا ذبح کروں گا یا کالے مرغ کی منت اور چڑھاوا چڑھاؤں گا۔

غیر اللہ کے نام سے منسوب کرنا اور ان کے نام پر ذبح کرنا شرک و کفر ہے۔ ایسے جانور اور ایسی اشیا کھانا حرام ہے، یہ جانور اور یہ روپیہ پیسہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، اللہ تعالیٰ کا واجب حق ہے کہ یہ چیزیں اسی کے نذرانے اور شکرانے میں صَرف ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۞
لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۞﴾

(الأنعام: 162-163)

''(نبی!) کہہ دیجیے کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لیے ہے، جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مطیع ہوں۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے اعلان کروایا کہ میں نماز، جو کہ دین کا ستون اور رکن ہے، قلبی عبادات، جیسے خشوع اور توجہ الی اللہ، قولی عبادات، جیسے تکبیر وتحمید، قرآنِ کریم کی تلاوت، وغیرہ، عملی عبادات، جیسے قیام، رکوع، سجدہ، جلوس وغیرہ، خالص اللہ رب العالمین کے لیے ادا کرتا ہوں۔ میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے جانور ذبح کرتا ہوں، مشرکین کی طرح انصاب و اصنام کے لیے نہیں۔ میں ساری زندگی اپنے اللہ کی بندگی اور نیازمندی میں گزاروں گا اور اسی پر فوت ہوں گا۔ میں اقراری ہوں کہ عبادات کی تمام انواع واقسام میں اللہ رب العالمین کا کوئی شریک وسہیم نہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) لکھتے ہے:

''اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم فرما رہے ہیں کہ وہ غیر اللہ کی عبادت کرنے والے اور اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر جانور ذبح کرنے والے مشرکوں کو بتا دیں کہ آپ ﷺ اِن کاموں میں اُن کے مخالف ہیں، کہ آپ ﷺ کی نماز صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ذبح اسی کے نام پر کرتے ہیں، وہ (اللہ) اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾(الکوثر: 2)''صرف اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور اسی کے نام پر ذبح کریں۔'' یعنی اپنی نماز اور ذبح اللہ کے لیے خاص کر دیں، کیونکہ مشرکین مکہ بتوں کی عبادت کرتے تھے اور ان کے لیے جانور ذبح کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو حکم فرمایا کہ آپ ان کی مخالفت کریں، ان کی اس رَوش سے الگ رہیں اور اپنی نیت وقصد اور عزم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے ساتھ اس بات پر قائم رہیں کہ ہر کام خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کرنا ہے۔‘‘

(تفسیر ابن کثیر : 128/3)

عبادات کی تمام انواع جیسے دعا وپکار اور التجا، محبت، خوف، امید ورجا، توکل وبھروسہ، رغبت ورہبت، خشوع وخضوع، رجوع وانابت، استعانت واستغاثہ، ذبح اور نذر ونیاز خالص اللہ کے لیے بجا لائیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرائیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا واجب حق ہے، جوضروری ہے کہ اسی کے لیے پورا کیا جائے۔ تاحیات اس پر ڈٹے رہنا اور تازیست اس کی دعوت ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ .

’’غیراللہ کے لئے ذبح کرنے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔‘‘

(صحیح مسلم : 1978)

مخلوق کے نام پر جانور ذبح کرنا غیر اسلامی عمل ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی کی تعظیم وتقرب کے لیے ذبح کرنا شرک ہے اور ایسا ذبیحہ حرام ہے اور اس کا گوشت کھانا ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں کے بیان میں فرمایا:

﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ (البقرة : 173)

’’جو چیز اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام (بہ نیت عبادت وتعظیم) منسوب ہو۔‘‘

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ

① جانور یا کسی اور چیز کو غیراللہ کے لیے نامزد کیا جائے، خواہ ذبح کے وقت اللہ کا نام ہی کیوں نہ پکارا جائے، تب بھی حرام ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



② ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا جائے، تو حرام ہے۔

③ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ کہہ کر ذبح کیا جائے اور ساتھ یہ بھی کہہ دیا جائے کہ اے اللہ! فلاں ولی یا بزرگ کے تقرب کے لیے یہ جانور ذبح کیا گیا ہے، تب بھی حرام ہے۔

④ اللہ کے لیے ذبح کیا جائے اور بوقت ذبح نام غیر اللہ کا پکارا جائے، حرام ہے۔

⑤ ذبح اللہ کے لیے کیا جائے، لیکن اللہ تعالیٰ کے مبارک نام کے ساتھ غیر اللہ کا نام شامل کر دیا جائے، تب بھی حرام ہے۔

علمائے احناف فرماتے ہیں:

يَقُولُ: بِسْمِ اللّٰهِ، وَاسْمِ فُلَانٍ، أَوْ يَقُولُ: بِسْمِ اللّٰهِ وَفُلَانٍ، أَوْ بِسْمِ اللّٰهِ وَمُحَمَّدٍ رَّسُولِ اللّٰهِ، فَتَحْرُمُ الذَّبِيحَةُ، لِأَنَّهُ أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ.

”اگر کوئی بندہ بوقتِ ذبح کہے: بِسْمِ اللّٰهِ، وَاسْمِ فُلَانٍ ”اللہ کے نام کے ساتھ اور فلاں کے نام کے ساتھ“ یا بِسْمِ اللّٰهِ، وَفُلَانٍ ”اللہ اور فلاں کے نام کے ساتھ“، یا بِسْمِ اللّٰهِ وَمُحَمَّدٍ رَّسُولِ اللّٰهِ ”اللہ اور محمد رسول اللہ (ﷺ) کے نام کے ساتھ“، تو ذبیحہ حرام ہو جاتا ہے، کیونکہ اس پر غیر اللہ کا نام پکار دیا گیا ہے۔“

(بدائع الصّنائع للكاساني: 48/5، الهداية للمرغيناني: 435/2)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



## شبہات اور ان کا ازالہ :

اس مسئلہ میں ایک مخصوص مکتبہ فکر کا مؤقف یہ ہے کہ اگر کسی جانور کو اولیا سے منسوب کر دیا جائے اور وقتِ ذبح اللہ کا نام لے لیا جائے تو حلال ہو جاتا ہے۔اس لیے وہ آیت کریمہ: ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ کی تفسیر و تاویل یہ کرتے ہیں کہ وہ جانور حرام ہے، جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا جائے، حالانکہ اس آیتِ کریمہ کو وقتِ ذبح کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔ اس آیتِ کریمہ کے مطابق کسی جانور پر کسی بھی وقت غیر اللہ کا نام پکارنے سے وہ حرام ہو جاتا ہے۔وقتِ ذبح بھی اسی حرمت کا ایک موقع اور محل ہے۔

### ① وقتِ ذبح کی قید نہیں :

[إِهْلَال] کے معنی [رَفْعُ الصَّوْتِ] ''آواز بلند کرنا'' ہے، یعنی ذبح کے وقت یا ذبح سے پہلے غیر اللہ کا نام پکارا جائے تو جانور حرام ہو جاتا ہے۔اگرچہ مفسرین نے ذبح کے وقت نام پکارنے کو [إِهْلَال] کہا ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ عام اوقات میں جانور کو غیر اللہ کے نام منسوب کیا جا سکتا ہے۔چونکہ مشرکین کی عام عادت یہ تھی کہ جو جانور انھوں نے غیر اللہ، یعنی بزرگوں کے تقرب و تعظیم میں چھوڑے ہوتے تھے، ذبح کے وقت ان پر انھی کا نام پکارتے تھے۔لہٰذا اگر کسی جانور پر بغرضِ تعظیم و تقرب کسی کا نام پکارا جائے اور وقتِ ذبح اللہ کا نام لے کر ذبح کر دیا جائے تو بھی وہ حرام ہی ہو گا۔

اس لیے مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب کا یہ کہنا درست نہیں :

''پکارنے سے مراد وقتِ ذبح پکارنا ہے۔'' (جاء الحق: 359/1)

ملا جیون حنفی (1130ھ) لکھتے ہیں :

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



مِنْ هٰهُنَا عُلِمَ أَنَّ الْبَقَرَةَ الْمَنْذُورَةَ لِلْأَوْلِيَاءِ، كَمَا هُوَ الرَّسْمُ فِي زَمَانِنَا، حَلَالٌ طَيِّبٌ، لِأَنَّهٗ لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ غَيْرِ اللّٰهِ عَلَيْهَا وَقْتَ الذَّبْحِ، وَإِنْ كَانُوا يَنْذِرُونَهَا لَهٗ

''اس سے معلوم ہوا کہ وہ گائے جسے اولیا کے لیے نذر مانا گیا ہے، جیسا کہ ہمارے زمانے میں رواج ہے، وہ حلال اور پاکیزہ ہے، کیونکہ بوقتِ ذبح اس پر غیراللہ کا نام نہیں لیا گیا، اگرچہ اسے غیراللہ کی نذر کیا گیا ہے۔''

(التّفسیرات الأحمدیّة، ص 45)

اس شبہ کے جواب میں عالمِ اسلام کے عظیم سکالر، ممتاز اہل حدیث عالم، علامہ، ڈاکٹر شمس الدین، سلفی، افغانی رحمہ اللہ (1420ھ) فرماتے ہیں:

''علمائے احناف نے اس شبہے کا جواب یہ دیا ہے کہ غیراللہ کی نذر ماننے میں اعتبار نیت کا ہوگا، نہ کہ نذر کیے گئے جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام ذکر کرنے کا۔ جس شخص نے کسی میت کے لیے گائے نذر مانی تو وہ محض نذر کرنے ہی سے مشرک ہو جائے گا، خواہ اسے ذبح کرتے وقت اس میت کا نام لے یا نہ لے۔ اعتبار تو اس نذر ماننے والے کی نیت کا ہے جو اس میت کا تقرب حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس نذر کے ذریعے میت سے مشکلات دُور کرنے اور بھلائیاں قریب کرنے کا طالب ہے، کیونکہ ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ (البقرۃ : ۱۷۳) (اور جسے غیر اللہ کے لیے پکارا جائے)، ﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ (المائدۃ: ۳، والنحل: ۱۱۵) (اور جسے غیراللہ کے لیے پکارا جائے)، ﴿أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ (الانعام :

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۱۴۵) (یا وہ فسق ہو کہ اس پر اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام پکارا گیا ہو) ان سب فرامین باری تعالیٰ میں غیر اللہ کے لیے پکارا جانا عام ہے، اسے غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ جس چیز پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے، وہ بسا اوقات مشروبات، ملبوسات یا عطریات سے تعلق رکھتی ہے، بلکہ بسا اوقات معدنیات، مثلاً سونا، چاندی، یاقوت و مرجان وغیرہ کی ہوتی ہے اور کبھی تو کھانے کی ایسی چیز ہوتی ہے، جسے ذبح کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی، جیسا کہ مچھلی، تیل، گھی اور شہد وغیرہ (تو کیا غیر اللہ کی ایسی نذر جائز ہو جائے گی؟)۔ اِہلال کا معنی آواز بلند کرنا ہے، ذبح کرنا نہیں۔ جس کا دعویٰ ہے کہ فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهِۦ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ سے مراد وہ جانور ہے جس پر بوقتِ ذبح غیر اللہ کا نام لیا جائے، اس نے بڑی فحش غلطی کی ہے اور قرآنِ کریم کی ایک مطلق آیت کو بغیر کسی دلیل کے مقید اور ایک عام آیت کو بغیر دلیل کے خاص کر دیا ہے، اس نے عربی زبان میں ایسی بات شامل کرنے کی کوشش کی ہے، جسے عرب جانتے تک نہیں۔ اہل عرب کے ہاں اہلال ذبح کے معنیٰ میں نہیں ہوتا۔ بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں جو یہ کہا ہے کہ ایسا جانور جو بتوں اور طاغوتوں کے لیے ذبح کیا جائے۔۔۔، تو انھوں نے اس لفظ کا پورا لغوی معنیٰ نہیں کیا، بلکہ ان کا مقصود اس آیتِ کریمہ میں مراد لی گئی چیزوں میں سے ایک چیز بیان کرنا تھا، کیونکہ پہلی امتوں کے مشرکین جب کسی جانور کو اپنے معبودوں کے لیے نذر کرتے تھے تو عموماً اسے انھی معبودوں کا نام لے کر ذبح کرتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس امت کے قبر پرست اپنی قبر پرستی کے لیے حیلہ کرتے ہوئے اولیا کی نذر کیے گئے جانور کو ظاہری طور پر اللہ کے نام پر ذبح کر دیتے ہیں، لیکن در حقیقت یہ جانور اسی مردہ ولی کے نام پر ذبح ہوتا ہے۔ یہ لوگ اگرچہ ظاہری طور پر زبان سے اس ولی کا نام نہیں لیتے، لیکن ان کے دلوں میں اس جانور کو ذبح کرنے سے پہلے، ذبح کرتے وقت اور ذبح کرنے کے بعد اسی کا ذکر ہوتا ہے۔ ان کا اس جانور کو میت کی نذر کرنا، دل میں جانور کو اس میت سے منسوب کرنا، جانور کا نذرانہ پیش کر کے اس ولی کے تقرب کے حصول کی کوشش اور اس سے مصائب دُور کرنے اور آسائشوں کو قریب لانے کی فریاد کرنا، یہ سب چیزیں اس بات کی واضح دلیل ہیں۔ معلوم ہوا کہ جب جانور کو غیر اللہ کی نذر کیا گیا ہو، اس وقت زبانی طور پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرنا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔ اللہ کا نام لے کر ذبح کرنا تو قبر پرستی کا ایک حیلہ ہے، جو انہیں شرک کرنے اور حرام کھانے سے بری نہیں کر سکتا، کیونکہ اعتبار تو نیت کا ہے نہ کہ زبانی اللہ کا نام لے کر ذبح کرنے کا۔ ایسی نذر ماننے والا مشرک ہے اور ایسا نذر کیا گیا جانور حرام ہے، اگرچہ ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا جاتا رہے۔''

(جهود علماء الحنفيّة في إبطال عقائد القبوريّة : 3/1561-1562)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

''فرمانِ باری تعالیٰ ﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ (المائدۃ : ۳) (اور جو غیر اللہ کے لیے پکارا جائے) سے واضح طور وہ جانور مراد ہے جو غیر اللہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



کے لیے ذبح کیا جائے، مثلاً کہا جائے کہ یہ جانور فلاں کے لیے ذبح کیا گیا ہے۔ جب مقصد یہ ہو تو زبان سے ادا کرنے یا نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس کی حرمت اس جانور کی حرمت سے زیادہ واضح ہے جسے گوشت کھانے کی نیت سے ذبح کیا جائے، لیکن ذبح کرتے وقت اس پر مسیح کا نام لیا جائے۔...... جب مسیح یا کسی ستارے کا نام لے کر ذبح کیا گیا جانور حرام ہے، تو وہ جانور بالاولیٰ حرام ہے جس کے بارے میں کہہ دیا جائے کہ یہ مسیح یا کسی ستارے کے لیے ہے یا ایسی نیت کر لی جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی بات کمزور ہے جو کہتے ہیں کہ غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا جانور تو حرام ہے، لیکن غیر اللہ کے لیے ذبح کیا گیا جانور حرام نہیں۔...... اس لیے جو جانور غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ذبح کیا جائے، وہ حرام ہے، اگرچہ اسے ذبح کرتے وقت اللہ ہی کا نام لیا جائے۔ جیسا کہ اس اُمت کے منافقوں کا ایک گروہ کرتا ہے، یہ لوگ اولیاء اللہ یا ستاروں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے جانور ذبح کرتے ہیں اور عطریات وغیرہ کے ذریعے ان کی نذریں مانتے ہیں۔‘‘

(اقتضاء الصّراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم : 64/2)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (852ھ) فرماتے ہیں:

﴿وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾، أَيْ مَا ذُبِحَ لِغَيْرِهٖ، وَأَصْلُهٗ رَفْعُ الذَّابِحِ صَوتَهٗ بِذِكْرِهٖ مَنْ ذُبِحَ لَهٗ.

’’اس فرمانِ باری تعالیٰ سے مراد وہ جانور ہے، جو اللہ کے علاوہ کسی اور کے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



لیے ذبح کیا جائے۔اہلال کا اصل معنی یہ ہے کہ ذبح کرنے والا اس ہستی کا بلند آواز سے ذکر کرے، جس کے لیے جانور ذبح کیا جا رہا ہو۔“

(هُدى السّاري، ص 202)

کتب احناف میں لکھا ہے:

ذَبْحٌ لِّقُدُومِ الْأَمِيرِ، وَنَحْوِهٖ، كَوَاحِدٍ مِّنَ الْعُظَمَاءِ، يَحْرُمُ، لِأَنَّهٗ أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ، وَلَوْ ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ تَعَالٰى .

”امیر یا اس طرح کے کسی بڑے کی آمد پر جانور ذبح کرنا حرام ہے، کیونکہ اس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہے، اگر چہ اس پر (بوقتِ ذبح) اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہو۔“

(الدّر المختار للحصكفي : 320/2، ردّ المُحتار لابن عابدين : 195/6، مجموعة الفتاوىٰ لعبد الحي اللكنوي الحنفي : 306/2، 223/3)

معلوم ہوا کہ غیر اللہ کا تقرب مقصود ہو، تو ذبح کیا گیا جانور حرام ہوتا ہے، خواہ ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام نہ پکارا جائے، بلکہ اسے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے۔

ان عبارتوں سے اہلال کا معنی واضح ہو جاتا ہے، یعنی وہ جانور حرام ہے، جس پر تعظیم غیر اللہ کی نیت ہو، وقت ذبح کی کوئی قید نہیں۔

شاہ عبد العزیز دہلوی بن شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ (1239ھ) لکھتے ہیں:

”اگر یہ نیت ہو کہ غیر اللہ کا تقرب حاصل ہو، تو اگر چہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کریں، تب بھی وہ ذبیحہ حرام ہوگا۔“

(فتاویٰ عزیزیہ:1/47)

احمد سرہندی، الملقب بہ ”مجدد الف ثانی“ (1034ھ) فرماتے ہیں:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



”بزرگوں کے لیے جو نذریں حیوانات کی مانتے ہیں اور ان کو قبروں پر لے جا کر ذبح کرتے ہیں، فقہی روایات نے اس عمل کو شرک میں داخل کیا ہے۔“

(مکتوبات امام ربانی، ص73، مکتوب نمبر41، دفتر 3)

علامہ شوکانی رحمہ اللہ (1250ھ) اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ هُنَا مَا ذُكِرَ عَلَيْهِ اسْمُ غَيْرِ اللّٰهِ، كَاللَّاتِ، وَالْعُزّٰى، إِذَا كَانَ الذَّبَّاحُ وَثَنِيًّا، وَالنَّارِ، إِذَا كَانَ الذَّابِحُ مَجُوسِيًّا، وَلَا خِلَافَ فِي تَحْرِيمِ هٰذَا وَأَمْثَالِهٖ، وَمِثْلُهٗ مَا يَقَعُ مِنَ الْمُعْتَقِدِينَ لِلْأَمْوَاتِ، مِنَ الذَّبْحِ عَلٰى قُبُورِهِمْ، فَإِنَّهٗ مِمَّا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الذَّبْحِ لِلْوَثَنِ.

”اس آیت کریمہ میں وہ جانور مراد ہے، جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے، جیسا کہ اگر ذبح کرنے والا بت پرست ہو تو وہ لات وعزی کا نام لے گا اور اگر مجوسی ہو تو آگ کا۔ اس طرح کے جانوروں کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں۔ مردہ پرستوں کی طرف سے قبروں پر جو جانور ذبح کیے جاتے ہیں، وہ بھی اسی طرح حرام ہیں، کیونکہ ان پر بھی غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہوتا ہے۔ قبروں پر اور بتوں کے استھانوں پر جانور ذبح کرنے میں کوئی فرق نہیں۔“

(فتح القدیر: 196/1)

معلوم ہوا کہ جو جانور بتوں، دیویوں، دیوتاؤں، آستانوں، قبروں اور اولیاء اللہ کے لیے نامزد ہو گیا، اسے بسم اللہ پڑھ کر ذبح کیا جائے تب بھی حرام ہی رہتا ہے، کیونکہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



اسے غیر اللہ کے لیے مقرر کرنے والے کا مقصد گوشت نہ تھا، بلکہ غیر اللہ کا تقرب تھا۔

احمد یار خان نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

”اگر کسی نے جانور میت کے نام پر پالا، بعد میں اس سے تائب ہو گیا اور خالص نیت سے اس کو ذبح کیا تو یہ بالاتفاق حلال ہے، حالانکہ [أُهِلَّ] میں تو یہ بھی داخل ہو گیا۔ اگر ایک بار بھی غیر اللہ کا نام اس پر بول دیا [مَا أُهِلَّ] کی حد میں آ گیا۔ اب ماننا پڑا کہ وقت ذبح اللہ کا نام پکارنا معتبر ہے، نہ کہ قبل کا۔“ (جاء الحق: 1/363-364)

جس وجہ سے اس حلال جانور کا کھانا حرام ہوا تھا، جب وہ وجہ ہی ختم ہو گئی تو اس کا کھانا جائز ہو گیا۔ جب ایک شخص نے اپنے دل سے غیر اللہ کی نذر و نیاز کی نیت ہی ختم کر دی تو وہ جانور غیر اللہ سے منسوب رہا ہی نہیں۔ اس سے وقتِ ذبح کی قید ثابت نہیں ہو سکتی۔

## ② نذر و نیاز والی نسبت شرک ہے:

کسی چیز کو اولیاء اللہ کی طرف منسوب کیا جائے تو یہ نسبت نذر و نیاز کی ہو گی، جو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے کرنا شرک، حرام اور ناجائز ہے۔ اس کے برعکس کوئی جانور اپنے مالک کی طرف منسوب ہو تو یہ نسبت نذر و نیاز کی نہیں بلکہ ملکیتی ہے، اسی طرح اگر اسے کسی موقع کے ساتھ منسوب کر دیا جائے، مثلاً عید کا بکرا، تو یہ نسبت اللہ تعالیٰ کے لیے نذر و نیاز کی ہے، جو کہ عین عبادت ہے اور ولیمے کی گائے، وغیرہ، یہ نسبت غیر اللہ کے لیے نذر و نیاز کی نہیں۔ اتنی سی بات بعض لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



احمد یار خان نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''جب [أُهِلَّ] کے لغوی معنی مراد ہوئے، یعنی جانور پر اس کی زندگی میں یا بوقتِ ذبح غیر اللہ کا نام پکارنا جانور کو حرام کر دیتا ہے تو لازم آیا کہ جانور کے سوا دوسری اشیاء بھی غیراللہ کی طرف نسبت کرنے سے حرام ہو جاویں، کیونکہ قرآن میں آتا ہے: ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهِۦ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ ''ہر وہ چیز جو کہ غیراللہ کے نام پر پکاری جائے۔' 'ما' میں جانور کی قید نہیں۔ پھر خواہ تقرب کی نیت سے پکارا یا کسی اور نیت سے بہرحال حرمت آنی چاہیے، تو زید کا بکرا، عمرو کی بھینس، زید کے آم، بکر کے پھل، فلاں کی بیوی۔۔۔''

(جاءالحق: 363/1)

رسولِ اکرم ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کرنا باعثِ لعنت ہے، آخر اس کا کوئی مصداق بھی ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے جو جانور غیراللہ کے لیے نذر نیاز کی نیت سے منسوب کر کے ذبح کیا جائے گا، وہی حرام ہوگا اور یہی نسبت شرک کی ہو گی، اس کے علاوہ باقی ساری نسبتیں جائز ہوں گی۔

صاف ظاہر ہے کہ جو جانور یا چیزیں اصحابِ قبور اور اولیاء اللہ کی طرف منسوب ہوتی ہیں، وہ ان کی نذر و نیاز پر منسوب ہوتی ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ یہ غوث پاک کی گائے ہے یا یہ شیخ سدو کا بکرا ہے تو یہ غیر اللہ کے لیے نذر و نیاز ہی تو ہے۔

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''گیارہویں کا بکرا یا غوث پاک کی گائے وغیرہ، یہ شرعاً حلال ہے، جیسا کہ ولیمہ کا جانور۔'' (جاءالحق: 358/1-359)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حلت وحرمت کا اختیار اللہ کے پاس ہے، کسی انسان کو اسے اپنے ہاتھ میں رکھنے کی اجازت نہیں ہے،سوال یہ ہے کہ ولیمہ کے جانور کی نسبت تو شریعت سے ثابت ہے،لہٰذا ولیمے کا جانور شرعاً حلال ہوا،لیکن گیارہویں کا بکرا یا غوث پاک کی گائے والی نسبت کس شریعت سے ثابت ہے؟ ظاہر ہے یہ نسبت شریعتِ اسلامیہ سے ثابت ہوگی تو ہی ایسا جانور شرعاً حلال ہوگا۔کسی صحابی نے نبی اکرم ﷺ کے نام کی گائے چھوڑی یا ذبح کی؟ یقیناً نہیں۔

کہاں غیراللہ کی نذر ونیاز کے لیے ان سے جانور منسوب کرنے کا شرکیہ عمل اور کہاں ولیمہ جیسے مسنون عمل کے لیے منسوب جانور۔ان میں تو بہت سارا بعد ہے بھیا!

## ③ گوشت کھانا یا نہ کھانا مؤثر نہیں :

غیراللہ کے لیے ذبح کیے جانے والے جانور کا گوشت کھانے کا ارادہ ہو یا نہ ہو، اور اسے کھایا جائے یا نہ کھایا جائے، وہ حرام ہی ہوتا ہے۔

مفتی صاحب لکھتے ہیں :

”غیرخدا کو راضی کرنے کے لیے صرف خون بہانے کی نیت سے ذبح کرنا کہ اس میں گوشت مقصود نہ ہو، جیسے کہ ہندو لوگ بتوں یا دیوی کی بھینٹ چڑھاتے ہیں کہ اس سے صرف خون دے کر بتوں کو راضی کرنا مقصود ہے۔یہ جانور اگر بسم اللہ کہہ کر بھی ذبح کیا جاوے، جب بھی حرام ہے، بشرطیکہ ذبح کرنے والے کی نیت بھینٹ کی ہو، نہ کہ ذبح کرانے والے کی۔ان فقہی عبارات سے یہ ہی مراد ہے۔“

(جاء الحق :1/364-365)

ہم اس عبارت پر کوئی تبصرہ کرنے کی بجائے، اسی عبارت کو حسبِ حال ”ہندو“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



کی جگہ بعض مسلمان اور ''بتوں'' کی جگہ قبروں وغیرہ کے الفاظ لگا کر لکھ رہے ہیں اور فیصلہ اربابِ فکر ونظر پر چھوڑتے ہیں کہ وہ خود ہی انصاف کر دیں، ملاحظہ فرمائیں:

''غیر خدا کو راضی کرنے کے لیے صرف خون بہانے کی نیت سے ذبح کرنا کہ اس میں گوشت مقصود نہ ہو، جیسے کہ بعض مسلمان قبروں، آستانوں اور اولیاء اللہ کی بھینٹ چڑھاتے ہیں کہ اس سے صرف خون دے کر اصحاب قبور کو راضی کرنا مقصود ہے۔ یہ جانور اگر بسم اللہ پڑھ کر بھی ذبح کیا جاوے، جب بھی حرام ہے۔''

رہا مفتی صاحب کا یہ شرط ذکر کرنا:

''بشرطیکہ ذبح کرنے والے کی نیت بھینٹ کی ہو، نہ کہ ذبح کروانے والے کی۔''

تو قرآن وحدیث اور آثارِ صحابہ وتابعین میں اس شرط کا ذکر نہیں۔ سلف صالحین اور ائمہ ہدیٰ میں سے کوئی بھی ان کا ہم خیال نہیں۔

بعضے مسلمان جب بزرگوں کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں تو کیا ان کا مقصود گوشت کھانا ہوتا ہے؟ کیا قبروں پر جانور اس لئے ذبح کئے جاتے ہیں تاکہ گوشت کھایا جائے۔ ان کا جواب یقیناً نفی میں ہے۔

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

دَخَلَ رَجُلٌ الْجَنَّةَ فِي ذُبَابٍ، وَدَخَلَ آخَرُ النَّارَ فِي ذُبَابٍ، قَالُوا: وَكَيْفَ ذَاكَ؟ قَالَ: مَرَّ رَجُلَانِ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ عَلٰى نَاسٍ مَّعَهُمْ صَنَمٌ لَّا يَمُرُّ بِهِمْ أَحَدٌ إِلَّا قَرَّبَ لِصَنَمِهِمْ، فَقَالُوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لِأَحَدِهِمْ : قَرِّبْ شَيْئًا، قَالَ : مَا مَعِي شَيْءٌ، قَالُوا : قَرِّبْ وَلَوْ ذُبَابًا، فَقَرَّبَ ذُبَابًا وَمَضٰى فَدَخَلَ النَّارَ، وَقَالُوا لِلْآخَرِ : قَرِّبْ شَيْئًا، قَالَ : مَا كُنْتُ لِأُقَرِّبَ لِأَحَدٍ دُونَ اللّٰهِ فَقَتَلُوهُ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ .

''ایک مکھی کی وجہ سے ایک شخص جنت میں داخل ہوا اور دوسرا جہنم میں، لوگوں نے عرض کیا: وہ کیسے؟ فرمایا: پچھلی امتوں میں دو آدمی سفر پر جا رہے تھے کہ راستے میں چند لوگوں کو دیکھا ایک بت کی پوجا کر رہے ہیں اور شرط لگا رکھی ہے کہ یہاں سے وہی گزر پائے گا، جو اس بت پر چڑھاوا دے گا، ایک شخص سے کہا چڑھاوا دو، کہنے لگا: میرے پاس تو کچھ بھی نہیں، کہنے لگے: چڑھاوا ضرور دو، بھلے ایک مکھی ہی کیوں نہ ہو، اس نے ایک مکھی کا چڑھاوا دے دیا اس کی جان خلاصی ہو گئی، اسی باعث جہنم میں چلا گیا، دوسرے سے کہا چڑھاوا دو، کہنے لگا: میں غیر اللہ کے لئے چڑھاوا نہیں دے سکتا، بت پرستوں نے اسے قتل کر دیا، اللہ نے اسے جنت کا وارث بنا دیا۔''

(حلية الأولياء لأبي نعيم الأصبهاني :203/1، وسندهٗ صحيحٌ)

معلوم ہوتا ہے کہ شرک ہر دور میں ممنوع، حرام اور رب کریم کے نزدیک مبغوض رہا ہے، اسی لئے تو مجبوری کے عالم میں ایک مکھی چڑھاوا دینے والے کو جہنم میں جانا پڑا، آستانوں پر بکرے قربان کرنے سے پہلے اس حدیث کو بار بار پڑھ لینا چاہیے۔

## بعض غیر سنجیدہ آرا :

① بعض فقہا نے لکھا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مُسْلِمٌ ذَبَحَ شَاةَ الْمَجُوسِ لِبَيْتِ نَارِهِمْ، أَوِ الْكَافِرِ، لِآلِهَتِهِمْ، تُؤْكَلُ، لِأَنَّهُ سَمَّى اللّٰهَ تَعَالٰى، وَيُكْرَهُ لِلْمُسْلِمِ.

''مسلمان نے مجوسی کی آتش کدہ کے لئے خاص کردہ بکری یا کافر کی معبودوں کے لئے مخصوص بکری ذبح کی، وہ حلال ہے، کیونکہ اس مسلمان نے اللہ کا نام لیا ہے، مگر یہ کام مسلمان کے لیے مکروہ (ناپسندیدہ) ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری: 115/3)

شرعی نصوص کی حرام کردہ چیزیں حلال نہیں ہوسکتی، اس پر اللہ کا نام لینا سودخوروں کے مقولے هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي کی قبیل سے ہے۔

② ایک اور مسئلہ ملاحظہ فرمائیں:

فِي فَتَاوٰى أَهْلِ سَمَرْقَنْدَ: إِذَا ذَبَحَ كَلْبَهٗ، وَبَاعَ لَحْمَهٗ جَازَ، وَكَذَا إِذَا ذَبَحَ حِمَارَهٗ، وَبَاعَ لَحْمَهٗ، وَهٰذَا فَصْلٌ اخْتَلَفَ فِيهِ الْمَشَايِخُ فِيهِ، بِنَاءً عَلَى اخْتِلَافِهِمْ فِي طَهَارَةِ هٰذَا اللَّحْمِ بَعْدَ الذَّبْحِ، وَاخْتِيَارُ الصَّدْرِ الشَّهِيدِ عَلٰى طَهَارَتِهٖ.

''فتاوی اہل سمرقند میں ہے کہ جب اپنا کتا ذبح کرے اور اس کا گوشت فروخت کرے، تو جائز ہے۔ اسی طرح جب اپنا گدھا ذبح کرے اور اس کا گوشت فروخت کرے، (تو جائز ہے)۔ اس مسئلے میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اس کی وجہ ذبح ہونے کے بعد اس گوشت کے پاک ہونے میں اختلاف ہے۔ صدر شہید نے اس گوشت کے پاک ہونے کو اختیار کیا ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(فتاویٰ عالمگیری:3/115)

یہ فتوی اسلامی شریعت کے مطابق ہرگز نہیں ہے، یہ صاحب فتوی کی خطا ہے۔

③ ایک کتاب میں لکھا ہے:

إِنْ أَوْصَى الذِّمِّيُّ لِلْبِيعَةِ أَوْ لِلْكَنِيسَةِ، أَنْ يُّنْفَقَ عَلَيْهَا فِي إِصْلَاحِهَا، أَوْ أَوْصٰى أَنْ يُّبْنٰى بِمَالِهِ بِيعَةٌ، أَوْ كَنِيسَةٌ، أَوْ بَيْتُ نَارٍ، أَوْ أَوْصٰى بِأَنْ يُّذْبَحَ لِعِيدِهِمْ، أَوْ لِلْبِيعَةِ، أَوْ لِبَيْتِ نَارِهِمْ ذَبِيحَةٌ، جَازَ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ، وَلَمْ يَجُزْ شَيْءٌ مِّنْهُ فِي قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ.

”اگر ذمی وصیت کرے کہ کلیسے یا گرجے کی مرمت کے لیے مال خرچ کیا جائے، یا وصیت کرے کہ اس کے مال سے کلیسہ، گرجہ یا آتش کدہ بنایا جائے، یا وصیت کرے کہ ذمیوں کی عید کے موقع پر یا ان کے کلیسہ کے لیے یا ان کے آتش کدے کے لیے جانور ذبح کیا جائے تو امام ابوحنیفہ کے مطابق یہ کام جائز ہے، جبکہ قاضی ابو یوسف اور محمد بن حسن شیبانی نے اس میں سے کسی کام کو بھی جائز قرار نہیں دیا۔“

(المَبسوط للسّرخسي: 28/94)

کلیسا، گرجا گھر اور آتش کدہ مرمت کرنا بالکل بھی جائز نہیں ہے، اسی طرح آتش کدوں کے لئے جانور ذبح کرنا بھی شریعت کے مزاج کے خلاف ہے۔

④ مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں:

”دیکھیے جانور پالنے والا کافر ہے اور ذبح بھی کراتا ہے، بت یا آگ کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



عبادت کی نیت سے، گویا مالک کا پالنا اور ذبح کرانا دونوں فاسد، مگر چونکہ بوقت ذبح مسلمان نے بسم اللہ کہہ کر ذبح کیا ہے، لہٰذا جانور حلال ہے۔ کہیے گیارہویں یا میلاد کا بکرا اس بت پرست کے بکرے سے بھی گیا گزرا ہے کہ وہ تو حلال مگر یہ حرام؟ والحمد للہ! بخوبی ثابت ہوا کہ یہ گیارہویں وغیرہ کا جانور حلال ہے اور یہ فعل باعث ثواب۔''

(جاء الحق: 361/1)

گیارہویں یا میلاد کا بکرا اس بت پرست کے بکرے سے گیا گزرا نہیں، بلکہ اسی کے جیسا ہے، وہ بھی حرام ہے، یہ بھی حرام ہے۔ بت یا آگ کی عبادت کی نیت سے جانور ذبح کیا جائے یا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے لیے نذر و نیاز کی نیت سے، دونوں حرام ہیں، خواہ انہیں مسلمان اللہ کا نام لے کر ذبح کرے، کیونکہ یہ دونوں جانور غیر اللہ کی نذر و نیاز کے لیے ذبح کیے گئے ہیں۔

نذر و نیاز عبادت ہے، جیسے نماز و روزہ عبادت ہے۔ کسی بت کے لیے نماز پڑھیں یا کسی نیک ولی کے لیے، دونوں صورتوں میں شرک اور حرام ہے۔ مجوسیوں کے آتش کدوں اور آگ کے لیے وقف بکرے کو اللہ کا نام لے حلال کرنے کا یہ طریقہ اسلاف امت نے بہر حال نہیں اپنایا، شریعت اور صاحب شریعت بھی اس سے ناواقف ہیں۔

⑤ مولانا انور شاہ کشمیری کہتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ الْإِهْلَالَ لِغَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَإِنْ كَانَ فِعْلًا حَرَامًا، لٰكِنَّ الْحَيَوَانَ الْمُهَلَّ حَلَالٌ، إِنْ ذَكَّاهُ بِشَرَائِطِهٖ، وَكَذَا الْحُلْوَانُ الَّتِي يُتَقَرَّبُ بِهَا لِلْأَوْثَانِ أَيْضًا، جَائِزَةٌ عَلَى الْأَصْلِ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



”جان لو کہ غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا اگرچہ حرام ہے، لیکن اگر اس جانور کو شرائط کے مطابق ذبح کیا جائے تو حلال ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ مٹھائی جو بتوں کے تقرب کے لیے رکھی جاتی ہے، وہ بھی اصل کی بنا پر جائز ہے۔“

(فيض الباري : 180/4)

دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض دوست حرام مانتے ہوئے بھی مزارات کی نذر و نیاز اور گیارہویں کے حلوے کھا لیتے ہیں، تو شاید ان کو اس قسم کے فتووں سے شہہ مل جاتی ہے۔

⑥ کشمیری صاحب ذکر کرتے ہیں:

قَالَ أَبُو الْمُنْذِرِ : وَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَهَا يَوْمًا، فَقَالَ : لَقَدِ اهْتَدَيْتُ لِلْعُزّٰى شَاةً عَفْرَاءَ، وَأَنَا عَلٰى دِينِ قَوْمِي .

”ابو منذر کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک دن بتوں کا ذکر کیا اور فرمایا: میں نے عزیٰ کے لیے ایک مٹیالے رنگ کی بکری کا چڑھاوا چڑھایا۔ اس وقت میں اپنی قوم (قریش) کے دین پر تھا۔“

(فيض الباري : 238/4)

کیا نبی کریم ﷺ کسی دور میں شرک بھی کرتے رہے ہیں؟ یقیناً نہیں، تو ظاہر ہوا کہ یہ اور اس قبیل کی کوئی سی بھی دوسری روایت قبول نہیں کی جا سکتی۔

## احناف اور غیر اللہ کی نذر و نیاز :

فتاویٰ شامی میں لکھا ہے:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



اَلنَّذْرُ لِلْمَخْلُوقِ لَا یَجُوزُ، لِأَنَّهٗ عِبَادَةٌ، وَالْعِبَادَةُ لَا تَکُونُ لِلْمَخْلُوقِ.

"مخلوق کے لیے نذر و نیاز دینا جائز نہیں، کیونکہ یہ عبادت ہے اور عبادت مخلوق کے لیے نہیں ہو سکتی۔" (فتاوی شامی:439/2)

## جانوروں کي غیر اللہ کي طرف نسبت اور قرآن :

اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾(المائدۃ : 3)

"اور جو جانور آستانوں پر ذبح کیا گیا ہو۔"

یعنی قبروں اور مزاروں پر ذبح کیا گیا جانور حرام ہے، اگرچہ اس پر بوقت ذبح اللہ کا نام پکار دیا جائے، اسے کھانے سے روک دیا گیا ہے۔

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ تَاللّٰهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ﴾(النّحل : 56)

"وہ اللہ کے دیئے گئے رزق سے ان (معبودانِ باطلہ) کا حصہ مقرر کرتے ہیں، جنہیں یہ جانتے تک نہیں۔ اللہ کی قسم! تم سے تمہارے جھوٹوں کے بارے میں ضرور باز پرس ہو گی۔"

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُخْبِرُ تَعَالٰى عَنْ قَبَائِحِ الْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ عَبَدُوا مَعَ اللّٰهِ غَيْرَهٗ مِنَ الْأَصْنَامِ، وَالْأَوْثَانِ، وَالْأَنْدَادِ، وَجَعَلُوا لَهَا نَصِيبًا مِّمَّا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



رَزَقَهُمُ اللّٰهُ، فَقَالُوا : ﴿هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ﴾، بِغَيْرِ عِلْمٍ، ﴿وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَائِهِمْ﴾(الأنعام : 136)، أَيْ جَعَلُوا لِآلِهَتِهِمْ نَصِيبًا مَّعَ اللّٰهِ، وَفَضَّلُوهُمْ أَيْضًا عَلٰى جَانِبِهٖ، فَأَقْسَمَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِنَفْسِهِ الْكَرِيمَةِ، لَيَسْأَلَنَّهُمْ عَنْ ذٰلِكَ الَّذِي افْتَرَوْهُ، وَائْتَفَكُوهُ، وَلَيُقَابِلَنَّهُمْ عَلَيْهِ، وَلَيُجَازِيَنَّهُمْ أَوْفَرَ الْجَزَاءِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ، فَقَالَ : ﴿تَاللّٰهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ﴾(النحل : 56) .

”اللہ تعالیٰ مشرکین کی بدکاریوں کے بارے میں خبر دے رہے ہیں، جنہوں نے اس کے سوا اور معبودوں کی عبادت شروع کر رکھی تھی اور انہوں نے اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے ان معبودوں کے لیے حصہ مقرر کیا ہوا تھا۔ وہ اپنے خیال میں کہتے تھے کہ یہ حصہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا۔ وہ لاعلمی میں یہ کہتے تھے کہ جو حصہ ان کے شریکوں کا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچتا، جبکہ اللہ تعالیٰ کا حصہ ان کے شریکوں کو پہنچتا ہے۔ یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنے معبودوں کا حصہ مقرر کر رکھا تھا اور انہیں اللہ تعالیٰ کے حق پر حاوی بھی کیا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات مبارکہ کی قسم اٹھائی اور فرمایا کہ انہوں نے جو افترا پردازیاں کی ہیں اور جھوٹ باندھے ہیں، ان کے بارے میں وہ ضرور ان سے پوچھے گا اور انہیں ضرور اس جرم کی سزا اور جہنم میں اس کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے :

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



﴿تَاللّٰهِ لَتُسْاَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ﴾ (النحل: ٥٦) (اللہ کی قسم! تم جو جھوٹ باندھتے تھے، اس کے بارے میں تم سے ضرور سوال ہوگا)۔''

(تفسیر ابن کثیر: 45/4)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَّلَا سَائِبَةٍ وَّلَا وَصِيلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾

(المائدة: 103)

''اللہ تعالیٰ نے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام مقرر نہیں کیے، بلکہ کافر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں اور ان میں سے اکثر لوگ عقل نہیں رکھتے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کے نام منسوب جانوروں کی شرعی حیثیت کی نفی کی ہے۔کفار یہ کہتے تھے کہ یہ جانور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ طریقے کے مطابق منسوب کیے جاتے ہیں۔معلوم ہوا کہ غیر اللہ کے نام پر جانور چھوڑنا کفار کا طرزِ عمل تھا۔ یاد رہے کہ اس آیت میں صرف اس تاثر کی نفی کی گئی ہے کہ غیر اللہ کے نام پر جانور چھوڑنا جائز ہے، یہاں ان جانوروں کی حلت وحرمت کا کوئی تذکرہ نہیں۔

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ چار جانور، بحیرہ وغیرہ وہ تھے، جن کو کفارِ عرب بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور ان کو حرام سمجھتے تھے۔قرآن نے اس کو حرام سمجھنے کی تردید فرما دی، حالانکہ ان پر زندگی میں بتوں کا نام پکارا گیا تھا اور ان کے کھانے کا حکم دیا کہ فرمایا: ﴿كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



الشَّيْطَانِ﴾(الأنعام : 142)( کھاؤ اس کو جو تمہیں اللہ نے دیا اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو)۔"(جاء الحق:362/1)

بحیرہ والی آیت میں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ یہ جانور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ نہیں، بلکہ اس بارے میں مشرکین نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے۔ان جانوروں کی حلت وحرمت کا اس آیت میں کوئی ذکر نہیں کیا گیا،جبکہ ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ والی آیت سے معلوم ہو گیا کہ یہ جانور حرام ہیں۔مفتی صاحب نے جو آیت ذکر کی ہے، اس میں بحیرہ وسائبہ وغیرہ کی حلت کا کوئی ذکر نہیں۔اس آیت میں تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو کسی کے نام منسوب کر کے حرام کرنا کفار کا کام ہے، آپ ایسا نہ کرنا،اگر تم کفار کی تقلید میں ایسے جانور مقرر کرو گے تو شیطان کی پیروی کرو گے۔

کسی بھی مفسر نے اس آیتِ کریمہ کی رُو سے بحیرہ وغیرہ کو حلال قرار نہیں دیا اور یہ نہیں کہا کہ اس آیت میں بحیرہ وغیرہ کو کھانے کا حکم دیا گیا ہے۔ظاہر ہے کہ جو بحیرہ وغیرہ کفار نے مقرر کیے تھے، وہ انہی کی ملکیت تھے اور انہوں نے اپنے بتوں کے نام کیے ہوئے تھے،مسلمانوں کو کیسے حکم دیا جا سکتا تھا کہ وہ انہیں کھائیں؟

رہے حافظ نووی رحمہ اللہ تو ان کا یہ قول قرآن وسنت اور فہم سلف کے خلاف ہونے کی بنا پر خطا ہے۔سلف صالحین اور ائمہ دین ومحدثین میں سے کوئی بھی ان کا ہمنوا نہیں۔

کیا صحابہ کرام،تابعین عظام اور ائمہ دین سے غیر اللہ کے لیے جانور چھوڑنا اور بزرگوں کی نذر کر کے انہیں ذبح کرنا ثابت ہے؟کسی صحابی نے رسول اللہ ﷺ کے نام پر کوئی جانور چھوڑا؟ کسی تابعی نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سمیت کسی صحابی کے نام پر کوئی جانور چھوڑا ہو؟کسی تبع تابعی نے کسی تابعی کے نام پر یا کوئی جانور منسوب کیا ہو؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اگر یہ جائز ہوتا، اور یہ نیکی کا کام ہے،تو صحابہ کرام سے بڑھ کر کون نیکیوں کا متلاشی تھا؟ کیا صحابہ کو نبی ﷺ سے اتنی بھی محبت نہیں تھی، جتنی بعد کے لوگوں کو اپنے بزرگوں اور پیروں سے ہے؟ صحابہ و تابعین اور ائمہ دین اس ''کارِخیر'' سے کیونکر محروم رہے؟

ہم یہ بھی پوچھیں گے کہ جب غیراللہ، مثلاً مُردوں اور غائب پیروں کو پکارنے کی نفی کی جاتی ہے اور اس سلسلے میں آیاتِ قرآنیہ پیش کی جاتی ہیں تو ان کا جواب کچھ یوں ہوتا ہے: ''یہ آیات تو بتوں کے لیے ہیں، جو آپ اولیاء اللہ پر فٹ کر رہے ہیں۔ اولیاء اللہ بھلا غیراللہ ہوتے ہیں؟ وہ غیراللہ نہیں، بلکہ اللہ کے دوست ہیں۔۔۔'' وغیرہ۔

لیکن یہاں پر ان کا طرزِ عمل مختلف ہے۔ جب غیراللہ کے نام کے ذبیحے کی بات آتی ہے تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ ذبح کرتے وقت اللہ کے علاوہ کسی کا نام لیا جائے تو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ اس موقع پر انہیں شاید یہ یاد نہیں رہتا کہ ان کے نزدیک اولیاء اللہ غیراللہ نہیں ہوتے۔ انہیں چاہیے کہ وہ ذبح کرتے وقت بھی اولیاء اللہ کا نام لینا جائز قرار دے دیں، ورنہ پکار کے حوالے سے بھی اپنے غیراللہ کے نظریے پر نظرِ ثانی کر لیں۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عقیدۂ توحید کو سلف صالحین کے فہم کے مطابق سمجھنے اور اسی پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے، نیز اسی پر موت نصیب فرمائے۔ آمین!

❀❀❀❀❀❀❀

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# نمازِ جنازہ کے بعد دُعا

نماز جنازہ کے فوراً بعد ہاتھ اٹھا کر میت کے لیے بالالتزام اجتماعی دعا کرنا بدعت ہے، قرآن وحدیث میں اس کی اصل نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ، خلفائے راشدین، صحابہ کرام، تابعین عظام، ائمہ دین اور سلف صالحین سے یہ ثابت نہیں۔

صحابہ کرام جو سب سے بڑھ کر قرآن وحدیث کے معانی، مفاہیم ومطالب اور تقاضوں کو سمجھنے والے اور ان کے مطابق اپنی زندگیاں ڈھالنے والے تھے، انہوں نے اس کا اہتمام نہیں کیا۔

دلائل ملاحظہ ہوں:

① ابن نجیم حنفی (970ھ) لکھتے ہیں:

لَا يَدْعُو بَعْدَ التَّسْلِيمِ .

”نمازِ جنازہ کا سلام پھیرنے کے بعد دعا نہ کرے۔“

(البحر الرّائق : 183/7)

② طاہر بن احمد بخاری (542ھ) لکھتے ہیں:

لَا يَقُوْمُ بِالدُّعَاءِ فِي قِرَائَةِ الْقُرْآنِ لِأَجَلِ الْمَيِّتِ بَعْدَ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ وَقَبْلَهَا لَا يَقُوْمُ بِالدُّعَاءِ بَعْدَ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ .

”نماز جنازہ سے پہلے اور بعد میت پر قرآن پڑھنے کے لیے مت ٹھہرے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



اور نماز جنازہ کے (متصل) بعد دعا کی غرض سے بھی مت ٹھہرے۔''

(خلاصة الفتاویٰ :225/1)

③ ابراہیم بن عبدالرحمٰن کرکی (922ھ) لکھتے ہیں :

اَلدُّعَاءُ بَعْدَ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ مَكْرُوْهٌ كَمَا يَفْعَلُهُ الْعَوَّامُ فِي قِرَائَةِ الْفَاتِحَةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ عَلَيْهَا قَبْلَ أَنْ تُرْفَعَ .

''نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد میت اٹھانے سے پہلے عوام کی طرح سورت فاتحہ کو دعا کی غرض سے پڑھنا مکروہ ہے۔''

(فتاویٰ فیض کرکی : 88)

④ محمد خراسانی (926ھ) لکھتے ہیں :

لَا يَقُوْمُ دَاعِيًا لَّهٗ .

''نماز جنازہ کے (متصل) بعد میت کے حق میں دعا کے لیے کھڑا نہ ہو۔''

(جامع الرّموز :125/1)

⑤ ایک حنفی عالم لکھتے ہیں :

إِذَا خَرَجَ مِنَ الصَّلَاةِ لَا يَقُوْمُ بِالدُّعَاءِ .

''نماز جنازہ سے فارغ ہو جائے، تو دعا کے لیے نہ ٹھہرے۔''

(فتاویٰ سراجیہ :23)

## اعتراض :

ان عبارات میں مطلق دعا کی نفی نہیں، بلکہ جنازہ کے فورا بعد کھڑے ہو کر دعا کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



نفی ہے، بیٹھ کر دعا کرنے کا جواز موجود ہے۔

## جواب :

یہ مفہوم کئی وجوہ سے نا درست ہے :

① احناف کی کسی معتبر کتاب میں یہ مفہوم ذکر نہیں۔

② یہاں ''قیام'' کا معنی کھڑے ہونا نہیں، بلکہ ٹھہرنا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ﴾(التّوبة : 84)

''آپ منافقین میں سے کسی کی قبر پر مت ٹھہریں۔''

یہ مطلب نہیں کہ منافقین کی قبروں پر کھڑے نہیں ہو سکتے، بیٹھ کر دعا کر سکتے ہیں، بلکہ یہاں قیام سے مراد ٹھہرنا ہے کہ آپ ان کی قبروں پر دعا کے لیے نہیں ٹھہر سکتے۔

## جنازہ کے متصل بعد بالالتزام دعا کے دلائل :

اب جنازہ کے متصل بعد دعا پر پیش کئے جانے والے دلائل کا جائزہ لیتے ہیں :

## دلیل نمبر ①

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾(البقرة :186)

''میرا بندہ جب بھی مجھ سے دعا کرے، میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔''

① عمومی دلائل سے اس کا ثبوت پیش کرنا درست نہیں ہے۔

② نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام جو قرآن کے مفاہیم ومطالب سب سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بڑھ کر جاننے والے تھے، ان سے جنازہ کے متصل بعد اجتماعی دعا ثابت نہیں، اگر اس آیت کے عموم سے یہ مسئلہ نکلتا، تو وہ ضرور دعا کرتے، لہٰذا یہ کہنا کہ آیت کے عموم سے نماز جنازہ کے فوراً بعد دعا کی ترغیب دی گئی، واضح جھوٹ ہے۔

③ جنازہ سے پہلے اجتماعی ہیئت کے ساتھ دعا کے قائل تو وہ بھی نہیں، جنہوں نے اس آیت کے عموم کو دلیل بنایا ہے، لہٰذا ان کا اس آیت کے عموم پر عمل نہیں۔

④ ائمہ احناف سے کسی نے بھی اس آیت سے یہ استدلال نہیں کیا۔

## دلیل نمبر ②:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۞ وَإِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾(الانشراح : 7-8)

”جب نماز سے فارغ ہوں، تو دعا میں محنت کریں اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کریں۔“

## اس آیت کي تفسیر میں مفسرین کے ارشادات :

۞ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ، ضحاک، مقاتل اور کلبی وغیرہم سے مروی ہے:

إِذَا فَرَغْتَ مِنَ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ أَوْ مُطْلَقِ الصَّلَاةِ فَانْصَبْ إِلٰى رَبِّكَ فِي الدُّعَاءِ وَارْغَبْ إِلَيْهِ فِي الْمَسْأَلَةِ .

”جب آپ نماز فرض یا کسی بھی قسم کی نماز سے فارغ ہوں، تو اپنے رب سے دعا کرنے لگ جائیں اور اس کی بارگاہ میں سوال میں رغبت کریں۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



(تفسیر مظہری:94/10، طبع انڈیا)

① اس آیتِ کریمہ سے کسی ثقہ امام نے نمازِ جنازہ کے متصل بعد اجتماعی ہیئت سے بالالتزام دعا کا جواز ثابت نہیں کیا ہے، لہٰذا یہ استدلال خطا ہے۔

② سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ تفسیر ثابت نہیں، کیونکہ پہلی روایت میں علی بن ابی طلحہ کا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت نہیں، دوسری میں سلسلة الضّعفاء ہے، یعنی سعد بن محمد بن حسن بن عطیہ بن سعد عوفی اور اس کا چچا حسین بن حسن بن عطیہ عوفی اور حسن بن عطیہ عوفی اور عطیہ عوفی، سب ''ضعیف'' ہیں۔

ضحاک کی روایت حُدِّثْتُ (مجھے بیان کیا گیا ہے)، یعنی جہالت کے وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔ لہٰذا یہ دونوں روایتیں ''ضعیف'' ہوئیں۔

③ مقاتل خود ''ضعیف'' ہے۔

④ کلبی خود کذاب اور متروک ہے۔

⑤ اس آیت کی تفسیر میں قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(فَإِذَا فَرَغْتَ) مِنْ صَلَاتِكِ (فَانْصَبْ) فِي الدُّعَاءِ .

''جب نماز سے فارغ ہوں، تو دعا میں رغبت کریں۔''

(تفسير الطّبري: 152/30، وسندهٗ صحيحٌ)

اس صحیح تفسیر میں نماز جنازہ کا ذکر نہیں ہے، دوسرے یہ کہ اس میں اجتماعی ہیئت کے ساتھ دعا کا ذکر نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ جب نماز سے فارغ ہوں تو دعا میں کوشش کریں، یعنی اذکار مسنونہ پڑھیں یا اس آیت کریمہ کا معنی یہ ہے کہ جب دنیاوی امور سے فارغ ہو جائیں، تو عبادت میں خوب محنت کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس آیت کی تفسیر میں خواجہ یعقوب چرخی (875ھ) لکھتے ہیں:

''تو جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا میں محنت کرو، نماز کے بعد نیاز پیش کر کے حق تعالیٰ کی ملاقات ڈھونڈو اور دنیا و آخرت حق تعالیٰ سے طلب کرو، جب بندہ نماز پڑھ کر دعا نہ کرے تو (حق تعالیٰ) اس کی نماز اس کے منہ پر مارتے ہیں۔''

(تفسیر یعقوب چرخی، ص 157، طبع قدیم ہند)

① بے دلیل ہے۔

② اہل سنت والجماعت میں سے کوئی بھی اس نظریہ کا حامل نہیں رہا ہے۔

③ اس میں نماز جنازہ اور مخصوص ہیئت کا ذکر نہیں ہے۔

⑤ جمہور احناف کے نزدیک نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا درست نہیں، لہٰذا یہ قول قبول نہیں۔

## دلیل نمبر③

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ، فَأَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ .

''جب میت پر جنازہ پڑھیں، تو اس کے لیے خلوص سے دعا کریں۔''

(سنن أبي داوٗد : 3199، سنن ابن ماجه : 1497، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 40/4، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (3077،3076) نے ''صحیح'' کہا ہے، اس کا راوی محمد بن اسحاق صاحب مغازی جمہور کے نزدیک ''حسن الحدیث'' ہے، صحیح ابن

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



حبان میں اس نے سماع کی تصریح کی ہے۔

اس حدیث سے نمازِ جنازہ کے اندر میت کے لیے اخلاص کے ساتھ دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، محدثین نے اس سے یہی مسئلہ اخذ کیا ہے۔

❁ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اس پر یوں تبویب کی ہے:

بَابُ مَا جَاءَ فِي الدُّعَاءِ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْجِنَازَةِ .

''نماز جنازہ میں دُعا کا بیان۔''

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ کی تبویب ہے:

ذِكْرُ الْأَمْرِ لِمَنْ صَلَّى عَلٰى مَيِّتٍ أَنْ يُّخْلِصَ لَهُ الدُّعَاءَ .

''نماز جنازہ پڑھنے والے کو میت کے لیے اخلاص سے دُعا کا حکم۔''

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ باب قائم فرماتے ہیں:

بَابُ الدُّعَاءِ فِي صَلَاةِ الْجِنَازَةِ .

''نمازِ جنازہ کے اندر دُعا کا بیان۔''

اس حدیث کو نمازِ جنازہ کے متصل بعد اجتماعی دعا کے لیے بطورِ دلیل پیش کیا جاتا ہے، دو باتیں ذہن نشین کر لیں:

① محدثین کا اتفاق اس مفہوم پر نہیں، دوسرے مفہوم پر ہے، جو سطور بالا میں بیان ہوا۔

② فقہائے احناف کا فہم اور ان کے اقوال بھی اس کے مخالف ہیں۔

تو اس حدیث کا وہ مفہوم کس طرح درست ہو سکتا ہے، جسے ائمہ اہل سنت سے کسی نے بھی بیان نہ کیا ہو؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یار خان نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

"ف" سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے فوراً بعد دعا کی جاوے، بلا تاخیر جو لوگ اس کے معنیٰ کرتے ہیں کہ نماز میں اس کے لیے دعا مانگو، وہ 'ف' کے معنی سے غفلت کرتے ہیں، صَلَّيْتُمْ شرط ہے اور فَأَخْلِصُوا اس کی جزا، شرط اور جزا میں تغایر چاہیے، نہ یہ کہ اس میں داخل ہو، پھر صَلَّيْتُمْ ماضی ہے اور فَأَخْلِصُوا امر ہے، اس سے معلوم ہوا کہ دعا کا حکم نماز پڑھ چکنے کے بعد ہے، جیسے فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا میں کھا کر جانے کا حکم ہے، نہ کہ کھانے کے درمیان ۔۔۔اور فاء سے تاخیر ہی معلوم ہوئی۔"

(جاء الحق: 274)

مفتی صاحب کیسے عجیب انداز سے محدثین اور ائمہ احناف کو "غفلت" کا الزام دے رہے ہیں۔

حالانکہ یہاں تغایر موجود ہے، وہ ہے کلیت اور جزئیت کا تغایر، نماز کلیت کے اعتبار سے افعال واقوال کے مجموعہ کا نام ہے، جبکہ دعا ایک جزء ہے، جیسے قول کہا جاتا ہے، شرط اور جزاء کے درمیان اتنی سی مغایرت کافی ہے، ورنہ نماز جنازہ کو دعاؤں سے خالی کرنا پڑے گا، کیونکہ من کل الوجوہ مغایرت اس وقت ہوگی، جب نماز جنازہ کے اندر کوئی بھی دعا نہ ہو۔ اگر شرط اور جزا میں من وجہ مغایرت کافی ہو، تو یہاں بھی مغایرت موجود ہے۔

دوسرے یہ کہ جب ماضی پر "اذا" داخل ہو جائے، تو معنی مستقبل کا پیدا ہو جاتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے، لہٰذا درست معنی اور ترجمہ یہ ہوا:

”جب نماز جنازہ پڑھیں، تو اس میت کے لیے دعا میں اخلاص پیدا کریں۔“

جیسا کہ محدثین کے فہم سے پتا چلتا ہے۔

اگر ہر جگہ فاء کا معنی تاخیر لیں تو ﴿فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ﴾ کا معنی یہ ہوگا کہ قرآنِ پاک پڑھ لینے کے بعد أَعُوذُ بِاللّٰهِ۔۔۔ پڑھنا چاہیے، یہاں بھی ﴿قَرَأْتَ﴾ ماضی اور ﴿فَاسْتَعِذْ﴾ امر ہے۔

قرآنِ مجید میں ایک آیت سے بطریق اشارۃ النص ثابت ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کے متصل بعد دعا جائز نہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ﴾

(التّوبة : 84)

”کبھی ان پر نماز جنازہ نہ پڑھیں، نہ ہی ان کی قبر پر ٹھہریں۔“

نبی کریم ﷺ مسلمانوں کا جنازہ پڑھتے تھے، تو منافقین کا جنازہ پڑھنے سے روک دیا گیا، اسی طرح اگر آپ نماز جنازہ کے متصل بعد مسلمان میت کے لیے اجتماعی دعا کرتے ہوتے، تو منافقین کے حق میں اس سے بھی روک دیا جاتا، ثابت ہوا کہ نماز جنازہ کے متصل بعد اجتماعی دعا سنت نبوی سے ثابت نہیں ہے۔

## دلیل نمبر ④ :

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلَى الْمَنْفُوْسِ، ثُمَّ قَالَ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



: اَللّٰھُمَّ أَعِذْہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ .

”نبی پاک ﷺ نے ایک نو زائدہ بچے کی نماز جنازہ پڑھی، پھر دُعا فرمائی کہ اللہ! اسے عذاب (فتنہ) قبر سے پناہ دے۔“

(کنز العُمّال : 716/15)

① اس کا ترجمہ غلط کیا گیا ہے، صحیح ترجمہ یہ ہے:

”نبی کریم ﷺ نے ایک نوزائد بچے پر نماز جنازہ پڑھی اور دُعا فرمائی کہ اللہ! اسے عذاب (فتنۂ) قبر سے پناہ دے۔“

اس روایت میں ثُمَّ، واؤ کے معنی میں ہے، یعنی نماز جنازہ پڑھی اوراس میں یہ دعا پڑھی، جیسا کہ محدثین کے فہم سے پتا چلتا ہے، آج تک کسی ثقہ محدث نے اسے جنازہ کے متصل بعد دعا کے ثبوت میں پیش نہیں کیا۔

② اس میں اجتماعی ہیئت کے ساتھ اور ہاتھ اٹھا کر دعا کا ذکر نہیں۔

③ یہاں حرف ثُمَّ کا معنی فاء، یعنی تعقیب مع الوصل کرنا درست نہیں، کیونکہ ثُمَّ تعقیب مع تراخی کے لیے آتا ہے، اس جگہ بغیر کسی قرینہ صارفہ کے اسے تعقیب مع الوصل کی طرف پھیرنا درست نہیں ہے، حنفی فقہا کی صراحت سے بھی یہی پتا چلتا ہے۔

## دلیل نمبر ⑤ :

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ عَلَى الْجَنَازَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ .

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



”نبی کریم ﷺ نے جنازہ کے موقع پر فاتحہ پڑھی۔“

(مشکوٰۃ المصابیح مع أشعة اللّمعات :686/1)

① یہ حدیث ”حسن“ درجہ کی ہے، اس کا ایک شاہد ام شریک کی روایت سے سنن ابن ماجہ (1496) میں موجود ہے، اسے امام طبرانی نے اپنی کتاب المعجم الکبیر (91/25، ح :252) میں حماد بن بشیر جہضمی عن ابی عبداللہ شامی (مرزوق) عن شھر بن حوشب کے طریق سے روایت کیا ہے، اس کے مزید شواہد کے لیے مجمع الزوائد (32/3) دیکھیں۔

② یہ روایت نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کی زبردست دلیل ہے، اس کا ترجمہ احمد یار خان نعیمی صاحب نے ان الفاظ میں کیا ہے:

”روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم ﷺ نے جنازے پر سورت فاتحہ پڑھی۔“

(مشکوٰۃ شریف ترجمہ از احمد یار خان بریلوی :361/1، جاء الحق :275/1)

لہٰذا اس کا ترجمہ یہ کرنا کہ ”جنازہ کے موقع پر فاتحہ پڑھی“ یقیناً غلط ہے۔ اَلصَّلَاۃُ عَلَی الْمَیِّتِ سے مراد نماز جنازہ ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

صَلُّوا عَلٰی صَاحِبِکُمْ .

”اپنے ساتھی پر نمازِ جنازہ پڑھیں۔“

(صحیح البخاري : 2397، صحیح مسلم : 1619)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰی أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا﴾ (التّوبة : 84)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



”آپ کبھی بھی ان (منافقین) پر نماز جنازہ نہ پڑھیں۔“
اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ ”جنازہ کے موقع پر نہ پڑھیں۔“

③ یہ ترجمہ فہم محدثین کے خلاف ہے، کسی ثقہ امام نے اس سے یہ مطلب اخذ نہیں کیا۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ (1495) نے اس پر بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِرَاءَ ةِ عَلَى الْجِنَازَةِ قائم کیا ہے، اسی طرح امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی اس پر بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِرَاءَ ةِ عَلَى الْجِنَازَةِ قائم کیا ہے، یعنی نمازِ جنازہ میں قرأت کا بیان۔

دوسری صحیح احادیث سے نصاً ثابت ہے کہ نماز جنازہ کے اندر سورت فاتحہ پڑھی جائے، لہٰذا یہ احتمال صحیح اور صریح احادیث اور محدثین کے فہم کے خلاف ہونے کی وجہ سے رد کیا جائے گا۔

## دلیل نمبر ⑥:

عبداللہ بن ابی بکر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

لَمَّا الْتَقَى النَّاسُ بِمُؤْتَةَ، جَلَسَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَكُشِفَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الشَّامِ، فَهُوَ يَنْظُرُ إِلٰى مَعْرَكَتِهِمْ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ، فَمَضٰى حَتَّى اسْتُشْهِدَ، وَصَلّٰى عَلَيْهِ، وَدَعَا لَهٗ، وَقَالَ: اسْتَغْفِرُوا لَهٗ، وَقَدْ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَهُوَ يَسْعٰى، ثُمَّ أَخَذَ الرَّايَةَ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، فَمَضٰى حَتَّى اسْتُشْهِدَ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَدَعَا لَهٗ، وَقَالَ : اسْتَغْفِرُوا لَهٗ، وَقَدْ دَخَلَ الْجَنَّةَ، فَهُوَ يَطِيرُ فِيهَا بِجَنَاحَيْنِ حَيْثُ شَاءَ .

''جنگ موتہ میں جب مسلمانوں کا دشمن سے آمنا سامنا ہوا، تو رسول اللہ ﷺ منبر پر بیٹھتے اور آپ ﷺ کے لیے شام تک کا علاقہ واضح کر دیا جاتا، چنانچہ آپ ﷺ ان (مسلمانوں) کے معرکے دیکھتے، آپ ﷺ نے فرمایا: زید بن حارثہ نے پرچم اٹھایا ہے اور چلتے رہے حتی کہ شہید کر دیئے گئے، آپ ﷺ نے ان پر نماز (جنازہ) پڑھی اور ان کے لیے دعا کی اور فرمایا: ان کے لیے دعا کریں، وہ جنت میں دوڑتے ہوئے داخل ہو گئے، پھر جعفر بن ابی طالب نے پرچم پکڑا اور چلتے رہے حتی کہ وہ شہید کر دیئے گئے، ان پر رسول اللہ ﷺ نے نماز (جنازہ) پڑھی اور ان کے لیے دعا کی اور فرمایا: ان کے لیے دعا کریں، وہ جنت میں داخل ہو گئے، وہ جنت میں اپنے دونوں پروں کے ساتھ جہاں چاہتے اڑتے پھر رہے ہیں۔''

(كتاب المَغازي للواقدي : 211/2، نصب الرّاية : 284/2)

① موضوع ہے، محمد بن عمر واقدی جمہور کے نزدیک ''ضعیف، متروک اور کذاب'' ہے۔

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''اسے جمہور محدثین کرام نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(مجمع الزّوائد : 255/3)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



علامہ ابن ملقن رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَدْ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ. ”جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔“

(البدر المنير: 324/5)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”متروک“ کہا ہے۔

(تقريب التّهذيب: 6175)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُتُبُ الْوَاقِدِيِّ كِذْبٌ.

”واقدی کی کتابیں جھوٹ کا پلندا ہیں۔“

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 21/8، وسندهٗ صحيحٌ)

امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ عِنْدِي مِمَّنْ يَّضَعُ الْحَدِيثَ.

”میرے نزدیک یہ جھوٹی احادیث گھڑنے والا ہے۔“

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم الرازي: 21/8، وسندهٗ صحيحٌ)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ”کذاب“ قرار دیا ہے۔

(الضّعفاء الكبير للعقيلي: 108/4، وسندهٗ صحيحٌ)

اسے امام بخاری، امام ابو زرعہ رازی، امام نسائی اور امام عقیلی رحمہم اللہ نے ”متروک الحدیث“ کہا ہے، امام یحییٰ بن معین اور جمہور نے ”ضعیف“ کہا ہے۔امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَرْوِي أَحَادِيثَ غَيْرَ مَحْفُوظَةٍ وَّالْبَلَاءُ مِنْهُ، وَمُتُونُ أَخْبَارِ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



الْوَاقِدِيِّ غَيْرُ مَحْفُوظَةٍ، وَهُوَ بَيِّنُ الضَّعْفِ.

''یہ غیر محفوظ احادیث بیان کرتا ہے اور یہ مصیبت اسی کی طرف سے ہے۔ واقدی کی احادیث کے متون غیر محفوظ ہیں۔ اس کے ضعیف ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔''

(الكامل في ضعفاء الرّجال : 243/6)

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

اَلْوَاقِدِيُّ عِنْدَ أَئِمَّةِ أَهْلِ النَّقْلِ ذَاهِبُ الْحَدِيثِ.

''واقدی ائمہ محدثین کے ہاں ضعیف ہے۔''

(تاریخ بغداد : 37/1)

② عبدالجبار بن عمارہ قاری ''مجہول'' ہے، اسے امام ابو حاتم رازی (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم : 33/4) اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ (میزان الاعتدال : 534/2) نے ''مجہول'' قرار دیا ہے، صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات'' میں ذکر کیا ہے۔

③ روایت مرسل بھی ہے۔

اس طرح کی روایت سے سنت کا ثبوت محال ہے۔

## دلیل نمبر ⑦ :

ابراہیم ہجری کہتے ہیں :

رَأَيْتُ ابْنَ أَبِي أَوْفٰى، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ، وَمَاتَتِ ابْنَتُهٗ فَتَبِعَهَا عَلٰى نَعْلٍ خَلْفَهَا، فَجَعَلَ النِّسَاءُ يَرْثِيْنَ، فَقَالَ : لَا تَرْثِيَنَّ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الرَّثَاءِ، وَلْتَفُضْ إِحْدَاكُنَّ مِنْ عَبْرَتِهَا مَا شَاءَ تْ، ثُمَّ كَبَّرَ عَلَيْهَا أَرْبَعًا، ثُمَّ قَامَ بَعْدَ ذٰلِكَ قَدْرَ مَا بَيْنَ التَّكْبِيْرَتَيْنِ يَدْعُوْ، وَقَالَ : إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصْنَعُ عَلَى الْجَنَائِزِ هٰكَذَا .

''میں نے ابن ابی اوفی کو دیکھا، جو بیعتِ رضوان والے صحابی ہیں، ان کی دختر کا انتقال ہوا، وہ ان کے جنازہ کے پیچھے چل پڑے، اس پر عورتیں مرثیہ کرنے لگیں، انہوں نے کہا: مت کریں، نبی کریم ﷺ نے مرثیہ سے منع فرمایا ہے، البتہ آنسو جتنے مرضی بہالیں، پھر آپ نے ان پر چار تکبیریں کہیں، پھر اس کے بعد دو تکبیروں کے فاصلہ کے بقدر کھڑے ہو کر دعا کی اور فرمایا، میں نے نبی ٔ اکرم ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔''

(جاء الحق: 275، مقیاسِ حنفیت: 526، بحوالہ کنز العمال: 42844)

① سند ''ضعیف'' ہے، ابراہیم بن مسلم ہجری جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے، اس پر امام ابو حاتم، امام نسائی، امام بخاری، امام ترمذی، امام ابن عدی، امام یحییٰ بن معین، امام احمد بن حنبل، حافظ جوزجانی، حافظ ابن سعد رحمہم اللہ وغیرہ کی سخت جروح ہیں۔

(تہذیب التّہذیب لابن حجر: 1/143-144)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لَيِّنُ الْحَدِيثِ، رَفَعَ مَوْقُوفَاتٍ .

''حدیث میں کمزور تھا اور موقوف روایات کو مرفوع بیان کر دیا کرتا تھا۔''

(تقریب التّہذیب: 252)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ”ضعیف“ کہا ہے۔

(تلخيص المستدرك :1/555)

② اس میں نمازِ جنازہ کے اندر چوتھی تکبیر کے بعد دعا کا ثبوت ملتا ہے، نہ کہ سلام کے بعد انفرادی یا اجتماعی دعا کا، ایک روایت میں صراحت ہے:

كَبَّرَ عَلٰى جِنَازَةٍ أَرْبَعًا، ثُمَّ قَامَ سَاعَةً يَّعْنِي يَدْعُو، ثُمَّ قَالَ : أَتَرَوْنِي كُنْتُ أُكَبِّرُ خَمْسًا؟ قَالُوا : لَا ...... .

”آپ نے ایک جنازہ پر چار تکبیریں کہہ دیں، پھر کچھ دیر کے لیے دعا کرتے ہوئے کھڑے ہو گئے، پھر فرمایا: آپ کا خیال تھا کہ میں پانچویں تکبیر کہوں گا، لوگوں نے کہا، نہیں......۔“

(السّنن الكبرٰی للبيهقي : 35/4، وسندهٗ حسنٌ)

امام بیہقی رحمہ اللہ اس روایت پر تبویب کرتے ہیں:

بَابُ مَا رُوِيَ فِي الْاِسْتِغْفَارِ لِلْمَيِّتِ وَالدُّعَاءِ لَهٗ مَا بَيْنَ التَّكْبِيرَةِ الرَّابِعَةِ وَالسَّلَامِ .

”چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان میت کے لیے دعا کا بیان۔“

(السّنن الكبرٰی : 42/4)

ایک محدث اپنی روایت کو بہتر سمجھتا ہے۔

## دلیل نمبر⑧:

ابوبکر بن مسعود کاسانی (587ھ) بیان کرتے ہیں:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلٰى جِنَازَةٍ فَلَمَّا فَرَغَ جَاءَ عُمَرُ وَمَعَهٗ قَوْمٌ فَأَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ ثَانِيًا، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : الصَّلَاةُ عَلَى الْجِنَازَةِ لَا تُعَادُ، وَلٰكِنِ ادْعُ لِلْمَيِّتِ وَاسْتَغْفِرْ لَهٗ.

”نبی اکرم ﷺ نے ایک میت کی نماز جنازہ پڑھی، پڑھ چکے، تو عمر رضی اللہ عنہ ایک گروہ کے ہم راہ آ پہنچے، انہوں نے ارادہ کیا کہ دوبارہ جنازہ پڑھیں، تو نبی پاک ﷺ نے ان سے فرمایا: نماز جنازہ دوبارہ نہیں پڑھی جاتی، ہاں! اب میت کے لیے دعا واستغفار کر لیں۔“

(بدائع الصّنائع : 777/2)

① بے سند، باطل اور جھوٹ ہے۔

② اُدْعُ کے الفاظ سے پتا چلتا ہے کہ آپ دعا کریں، یہ نہیں کہ ہماری دعا میں شامل ہو جائیں۔

## دلیل نمبر⑨:

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تلاوتِ قرآن سے محبت رکھنے والا مؤمن جب فوت ہوتا ہے تو:

تُصَلِّي الْمَلَائِكَةُ عَلٰى رُوْحِهٖ فِي الْأَرْوَاحِ، ثُمَّ تَسْتَغْفِرُ لَهٗ۔۔

”فرشتے اس کی روح کی نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں، پھر اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔“(شرح الصّدور للسّیوطي، ص 53)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



① سخت ضعیف ہے، حافظ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ فِي إِسْنَادِهِ جَهَالَةٌ وَّانْقِطَاعٌ .

”حدیث غریب ہے، سند میں مجہول راوی اور انقطاع ہے۔“

(شرح الصّدور، ص 53)

عجیب بات ہے کہ حافظ سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب سے یہ روایت تو نقل کی جاتی ہے، لیکن اس پر انہوں نے جو حکم لگایا، اسے ذکر نہیں کیا جاتا، آخر کیوں؟

② اس روایت کے بارے میں امام بزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ مُّعَاذٍ .

”خالد بن معدان نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔“

(کشف الأستار: 712)

حافظ منذری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فِي إِسْنَادِهِ مَنْ لَّا يُعْرَفُ حَالُهُ، وَفِي مَتْنِهِ غَرَابَةٌ كَثِيْرَةٌ، بَلْ نَكَارَةٌ ظَاهِرَةٌ .

”اس کی سند میں ایسا راوی بھی ہے جس کے حالات معلوم نہیں اور اس کے متن میں بہت غرابت، بلکہ ظاہری نکارت بھی ہے۔“

(التّرغیب والتّرهیب: 245/1)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فِيهِ مَنْ لَّمْ أَجِدْ تَرْجَمَتَهٗ . ”اس کے ایک راوی کے حالات نہیں ملے۔“

(مَجمع الزّوائد: 254/2)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



③ اس میں نمازِ جنازہ کے متصل بعد دعا کا ذکر نہیں، یہاں تو ذکر ہے کہ جب وہ (مؤحد) فوت ہوتا ہے، تو فوراً فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں، فرشتوں کی صلاۃ سے مراد دعا ہے، مؤمنین کے حق میں فرشتوں کی دعا سے مراد ان کے لیے مغفرت مانگنا ہوتا ہے، نہ کہ نماز جنازہ پڑھنا، جب صلاۃ سے مراد یہاں نماز ہے ہی نہیں، تو دعا بعد الصلاۃ (نماز کے بعد کی دعا) کہاں سے آ گئی؟

اسی روایت میں إِلٰی یَوْمِ الْبَعْثِ کے الفاظ ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قیامت تک اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں، دوسرے یہ کہ ہم فرشتوں کے افعال واقوال کے مکلّف نہیں ہیں، ہمارے لیے شرعی نصوص حجت ہیں، نہ ہی فرشتے اس شریعت کے مکلّف ہیں۔

## دلیل نمبر ⑩:

عمیر بن سعد بیان کرتے ہیں:

صَلَّیْتُ مَعَ عَلِيٍّ عَلٰی یَزِیدَ بْنِ الْمُکَفَّفِ فَکَبَّرَ عَلَیْهِ أَرْبَعًا، ثُمَّ مَشٰی حَتّٰی أَتَاهُ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ نَزَلَ بِكَ الْیَوْمَ فَاغْفِرْ لَهٗ ذَنْبَهٗ، وَوَسِّعْ عَلَیْهِ مُدْخَلَهٗ، فَإِنَّا لَا نَعْلَمُ مِنْهُ إِلَّا خَیْرًا وَّأَنْتَ أَعْلَمُ بِهٖ.

”میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ یزید بن مکفف کی نمازِ جنازہ پڑھی، تو علی رضی اللہ عنہ نے اس پر چار تکبیریں (نماز جنازہ) پڑھیں، پھر چل کر قبر کے قریب ہوئے اور دعا کی کہ اللہ! یہ تیرا بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا ہے، جو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



آج تیرے یہاں حاضر ہوا ہے، تو اس کے گناہ بخش دے اور اس کی قبر اس پر فراخ فرما، ہم اس کے بارے میں سوائے بھلائی کے کچھ نہیں جانتے اور تو خود اس کے متعلق بہتر جانتا ہے۔‘‘

(مصنّف ابن أبي شيبة : 331/3)

① اس کا نماز جنازہ کے متصل بعد دعا سے کوئی تعلق نہیں، اس کا تعلق تو دفن کے بعد قبر پر دعا سے ہے، جیسا کہ محدثین کی تبویب سے پتا چلتا ہے، امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اس روایت کو: فِي الدُّعَاءِ لِلْمَيِّتِ بَعْدَمَا يُدْفَنُ وَيُسَوّٰى عَلَيْهِ کے تحت ذکر کیا ہے، یعنی انہوں نے یہ حدیث میت دفن کرنے اور مٹی برابر کرنے کے بعد دعا کے بیان میں پیش کی ہے۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یہ تبویب کی ہے:

بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمَيِّتِ حِينَ يَفْرُغُ مِنْهُ .

’’دفن سے فارغ ہو کر میت کے لیے دعا کا بیان۔‘‘

(مصنّف عبد الرزّاق : 509/3)

اہل سنت کے دو بڑے امام اس روایت کو دفن کے بعد دعا کے ثبوت میں پیش کر رہے ہیں، محدثین کا فہم مقدم ہے، وہ اپنی روایات کو دوسروں سے بہتر جانتے تھے۔

② چلنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نمازِ جنازہ پڑھ کر قبر پر آئے اور قبر پر دفن کے بعد دعا کی، بلکہ سنن کبریٰ بیہقی (56/4) کی روایت میں صراحت ہے:

قَدْ أَدْخَلَ مَيِّتًا فِي قَبْرِهٖ فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ ......

’’آپ میت کو قبر میں داخل کر چکے، تو دعا کی، اللہ! تیرہ بندہ ......۔‘‘

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



③ اس روایت میں اجتماعی ہیئت کا ذکر بھی نہیں ہے۔

## دلیل نمبر ⑪:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ آپ نے ایک نومولود پر نماز جنازہ پڑھی، پھر یہ دُعا کی:

أَللّٰهُمَّ أَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ .

''اللہ! اسے فتنۂ قبر سے اپنی پناہ میں رکھنا۔''

(السّنن الکبریٰ للبیهقي : 9/4)

① اس کا ترجمہ غلط کیا گیا ہے، درست ترجمہ یہ ہے:

''روایت ہے حضرت سعید بن مسیّب سے کہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت ابو ہریرہ کی اقتدا میں اس بچے پر نماز پڑھی، جس نے کبھی کوئی خطا نہ کی تھی، لیکن میں نے آپ کو فرماتے سنا کہ الٰہی! اسے عذاب قبر سے بچا لے۔''

(مشکوۃ شریف ترجمہ از احمد یار خان نعیمی :364/1)

② فقیہ حرمین امام مالک رحمہ اللہ یہ روایت : «بَابُ مَا يَقُولُ الْمُصَلِّي عَلَى الْجَنَازَةِ» ''نماز جنازہ میں دُعا کا بیان'' کے تحت لائے ہیں۔

(المؤطأ :228/1)

③ مزید جوابات حدیث نمبر ① کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

④ اس میں نماز جنازہ کے متصل بعد فاتحہ اور چار قل کا کوئی ثبوت نہیں، نہ ہی اجتماعی ہیئت کا کوئی ذکر ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



## دلیل نمبر ⑫:

علامہ کاسانی صاحب بیان کرتے ہیں:

إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ فَاتَتْهُمَا صَلَاةٌ عَلٰى جِنَازَةٍ فَلَمَّا حَضَرَا مَا زَادَا عَلَى الْاِسْتِغْفَارِ لَهٗ، وَاللَّفْظُ لِلْكَاسَانِيِّ.

''سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم ایک نماز جنازہ سے رہ گئے، بعد میں حاضر ہوئے، تو اس کے لیے دعائے مغفرت کے علاوہ کچھ نہیں کیا۔'' (المبسوط: 67/2، طبع بیروت، بدائع الصّنائع: 777/2)

بے اصل روایت ہے، محدثین ایسی روایات کو قابل التفات بھی نہیں سمجھتے تھے۔

## دلیل نمبر ⑬:

سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا: کون سی دُعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ فرمایا:

جَوْفَ اللَّيْلِ الْآخِرِ، وَدُبُرَ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَاتِ.

''رات کے آخری نصف اور فرض نمازوں کے بعد والی۔''

(سنن التّرمذي: 3499، عمل اليوم واللّيلة للنّسائي: 108)

سند انقطاع کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے، عبدالرحمٰن بن سابط کا سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



”عبدالرحمٰن بن سابط نے سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔“

(تاريخ ابن مَعين برواية الدّوري : 366)

حافظ ابن القطان فاسی رحمہ اللہ کہتے ہیں :

اِعْلَمْ أَنَّ مَا يَرْوِيهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَابِطٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ لَيْسَ بِمُتَّصِلٍ، وَإِنَّمَا هُوَ مُنْقَطِعٌ، لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ .

”یاد رہے کہ جو روایات عبدالرحمٰن بن سابط سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، وہ تمام متصل نہیں، منقطع ہیں، کیونکہ عبدالرحمٰن بن سابط نے سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔“

(نصب الرّاية للزّيلعي : 235/2، بيان الوهم والإيهام : 375/2)

## دلیل نمبر⑭ :

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

مَا مِنْ عَبْدٍ بَسَطَ كَفَّيْهِ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ، ثُمَّ يَقُولُ : اَللّٰهُمَّ إِلٰهِي وَإِلٰهَ إِبْرَاهِيمَ، وَإِسْحَاقَ، وَيَعْقُوبَ، وَإِلٰهَ جَبْرَائِيلَ، وَمِيكَائِيلَ، وَإِسْرَافِيلَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، أَسْأَلُكَ أَنْ تَسْتَجِيبَ دَعْوَتِي، فَإِنِّي مُضْطَرٌّ، وَتَعْصِمَنِي فِي دِينِي فَإِنِّي مُبْتَلًى، وَتَنَالَنِي بِرَحْمَتِكَ فَإِنِّي مُذْنِبٌ، وَتَنْفِيَ عَنِّي الْفَقْرَ فَإِنِّي مُتَمَسْكِنٌ، إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ لَّا يَرُدَّ يَدَيْهِ خَائِبَتَيْنِ .

”جو آدمی ہر نماز کے بعد اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلا کر کہے : اللہ! اے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



میرے الہ اور ابراہیم، اسحاق، یعقوب، جبریل، میکائیل، اسرافیل علیہم السلام کے الہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میری دعا قبول کر لے، میں لاچار ہوں، تو مجھے میرے دین میں عصمت دے، میں آزمائشوں میں مبتلا کیا گیا ہوں، مجھ پر رحمت فرما، میں گناہ گار ہوں اور تو مجھ سے فقر دور کر دے، میں تنگدست ہوں، اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ خالی نہ لوٹائے۔"

(عمل اليوم واللّيلة لابن السّنّي : 138)

روایت من گھڑت ہے:

① عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن قرشی بالسی "متروک" ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِضْرِبْ عَلٰی أَحَادِیْثِهٖ، هِيَ كَذِبٌ، أَوْ قَالَ : مَوْضُوْعَةٌ .

"اس کی احادیث پھینک دیں، وہ جھوٹ ہیں۔"

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 388/5)

امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَیْسَ بِثِقَةٍ . "یہ ثقہ نہیں۔"

(الضّعفاء والمتروكون، ص 211)

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَبْدُ الْعَزِیْزِ هٰذَا یَرْوِي عَنْ خُصَیْفٍ أَحَادِیْثَ بَوَاطِیْلَ .

"یہ عبدالعزیز خصیف سے جھوٹی روایات بیان کرتا ہے۔"

(الكامل في ضعفاء الرّجال : 289/5)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



② عبدالعزیز نے یہ روایت خصیف جزری سے ذکر کی ہے، جو کہ ''مختلط'' ہے، نیز اس کا سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے سماع بھی نہیں ہے۔

③ اس کی سند میں اسحاق بن خالد بن یزید بالسی ہے۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رِوَايَاتُهٗ تَدُلُّ عَمَّنْ رَوٰى عَنْهُ بِأَنَّهٗ ضَعِيفٌ .

''اس کی روایات دلالت کرتی ہیں کہ جس سے بھی اس نے روایت لی ہے، بہر حال ضعیف ہے۔'' (الكامل في ضعفاء الرّجال : 344/1)

قارئین! اس روایت سے نماز جنازہ کے متصل بعد اجتماعی ہیئت سے دعا کا اثبات کرنا غیر علمی رویہ ہے۔

## دلیل نمبر⑮:

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ عَلٰى جِنَازَةِ عُمَرَ فَلَمَّا حَضَرَ قَالَ : إِنْ سَبَقْتُمُونِي بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ فَلَا تَسْبِقُونِي بِالدُّعَاءِ لَهٗ .

''سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ سے پیچھے رہ گئے، بعد میں جب پہنچے، تو فرمایا کہ آپ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ تو مجھ سے پہلے پڑھ لی ہے، اب دعا میں تو مجھ سے پہل نہ کریں۔''

(المبسوط : 67/2، بدائع الصّنائع : 777/2)

① بے سند اور من گھڑت ہے، حدیث کی کسی کتاب میں اس کا وجود نہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



② اس کا مطلب ہے کہ اگر آپ نے مجھ سے پہلے نماز جنازہ پڑھ لی ہے، تو دفن کے بعد دعا میں مجھے شریک کر لینا۔

عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

مِنْ ذٰلِكَ قَوْلُ أَبِي حَنِيْفَةَ : إِنَّ التَّعْزِيَةَ سُنَّةٌ قَبْلَ الدَّفْنِ لَا بَعْدَهٗ ......لِأَنَّ شِدَّةَ الْحُزْنِ إِنَّمَا تَكُوْنُ قَبْلَ الدَّفْنِ، فَيُعَزّٰى وَيُدْعٰى لَهٗ.

''امام ابو حنیفہ کا قول ہے کہ تعزیت کرنا دفن سے پہلے سنت ہے نہ کہ دفن کے بعد ......اس لیے کہ غم کی شدت دفن سے پہلے ہی ہوتی ہے، لہٰذا (قبل دفن ہی) تعزیت اور میت کے واسطے دعا کی جانی چاہیے۔''

(کتاب میزان الشّریعة الکبریٰ: 185/1)

اس قول میں عبدالوہاب شعرانی سے لے کر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تک سند موجود نہیں، لہٰذا امام صاحب کی طرف اس کا انتساب کرنا درست نہیں۔

صاحب کشف الغطاء، مانعین کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''دفن سے پہلے میت کے لیے فاتحہ اور دعا کرنا درست ہے۔ یہی روایت معمولہ (مفتی بہ) ہے، ایسا ہی خلاصۃ الفقہ میں ہے۔''

(العطایا النّبویة: 30/4)

① بے دلیل ہے۔

② جمہور احناف کی تصریحات کے بھی خلاف ہے۔

عبدالعلی برجندی نقل کرتے ہیں:

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ : لَا بَأْسَ بِهٖ (أَيْ بِالدُّعَاءِ بَعْدَ صَلَاةِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



الْجَنَازَةِ).

”محمد بن فضل نے کہا کہ نماز جنازہ کے بعد دُعا کرنے میں کچھ حرج نہیں۔“

(برجندی شرح مختصر الوقایہ: 180/1، طبع نولکشوری)

① برجندی صاحب نے محمد بن فضل کا یہ قول صاحب ”قنیہ“ معتزلی سے نقل کیا ہے۔

احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں:

”قنیہ غیر معتبر کتاب ہے، اس پر فتویٰ نہیں دیا جاتا، مقدمہ شامی بحث رسم المفتی میں ہے کہ صاحب قنیہ ضعیف روایات بھی لیتا ہے، اس سے فتویٰ دینا جائز نہیں، اعلی حضرت (احمد رضا خان بریلوی) قدس سرہ نے بذل الجوائز میں فرمایا ہے کہ قنیہ والا معتزلی، بدمذہب ہے۔“

(جاء الحق: 281/1)

احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

”اس کی نقل پر اعتماد نہیں۔“

(بذل الجوائز، مندرج فتاوی رضویہ: 254/9)

② محمد بن فضل کا قول جمہور احناف کی تصریحات کے خلاف ہے۔

③ اس کتاب میں قنیہ کے حوالے سے لکھا ہے:

عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي حَامِدٍ أَنَّ الدُّعَاءَ بَعْدَ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ مَكْرُوْهٌ.

”ابو بکر بن حامد سے روایت ہے کہ جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے۔“

اس قول کی تائید ”فتاویٰ فیض کرکی“ میں موجود ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



## الحاصل :

نماز جنازہ کے متصل بعد دعا کے ثبوت میں پیش کئے جانے والے دلائل کا اختصار یوں ہے:

❁ پہلی دو آیات اور تین احادیث کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں۔

❁ چھٹی دلیل کے تحت پیش کی گئی حدیث موضوع من گھڑت ہے۔

❁ ساتویں میں مذکور حدیث ''ضعیف'' ہونے کے ساتھ ساتھ موضوع سے خارج بھی ہے، کیونکہ اس میں چوتھی تکبیر کے بعد اور سلام سے پہلے دعا کا ذکر ہے۔

❁ آٹھویں اور نویں دلیل کے تحت ذکر کی گئی احادیث بھی من گھڑت اور سخت ''ضعیف'' ہیں۔

❁ دسویں اور گیارہویں دلیل میں پیش کردہ حدیث کا جنازہ کے متصل بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا سے کوئی تعلق نہیں۔

مذکورہ بحث سے ثابت ہوا کہ جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا قرآن وسنت میں ثبوت نہیں، بلکہ یہ بعد کے ادوار کی ایجاد ہے۔

## دس سوال

اب اس موضوع پر دس سوالات پیش کئے جاتے ہیں، ان کو حل کیجئے:

① نبی کریم ﷺ سے نماز جنازہ کے فوراً بعد دعا کے جواز میں نص صریح ذکر کریں!

② نبی اکرم ﷺ سے نمازِ جنازہ کے متصل بعد اجتماعی ہیئت کے ساتھ دعا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کرنے کے ثبوت پر کم از کم ایک ''ضعیف'' حدیث ذکر کر دیں، جس میں نمازِ جنازہ کے متصل بعد اجتماعی دعا کی صراحت ہو!

③ کسی ایک بھی صحابی سے نمازِ جنازہ کے متصل بعد دعا کرنا باسندِ صحیح ثابت کریں!

④ کسی صحابیٔ رسول سے نمازِ جنازہ کے متصل بعد دعا کرنے کا ثبوت کسی ''ضعیف'' روایت سے ثابت کریں، جس میں نمازِ جنازہ کے متصل بعد دعا کی صراحت موجود ہو!

⑤ نبی اکرم ﷺ سے کسی موضوع (من گھڑت) حدیث سے نماز جنازہ کے فوراً بعد دعا کا ثبوت بیان کریں!

⑥ کسی صحابی سے موضوع (من گھڑت) روایت ہی پیش کریں، جس میں ذکر ہو کہ انہوں نے نمازِ جنازہ کے فوراً بعد دعا کی تھی!

⑦ امام ابوحنیفہ سے باسندِ صحیح جنازہ کے متصل بعد دعا کا جواز ثابت کریں!

⑧ احناف کی کسی معتبر ترین کتاب سے اس کا جواز ذکر کریں!

⑨ کسی ثقہ امام سے نماز جنازہ کے فوراً بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا باسندِ صحیح ثابت کریں!

⑩ کسی ثقہ امام کا نام بتائیں، جس نے ان مذکورہ دلائل سے نماز جنازہ کے فوراً بعد دعا کا جواز ثابت کیا ہو یا ایسا باب قائم کیا ہو!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# جنازہ کے ساتھ باآواز بلند ذکر

جنازہ کے آگے یا پیچھے باآوازِ بلند ذکر وغیرہ کرنا بدعت ہے، قرآن و حدیث میں اس کی اصل نہیں ملتی، یہ رسول اللہ ﷺ خلفائے راشدین، صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین عظام، ائمہ دین اور سلف صالحین رحمہم اللہ سے ثابت نہیں ہے۔

جنازہ کے آگے یا پیچھے باآوازِ بلند ذکر یا قرآن خوانی نیکی کا کام ہوتا یا شریعت کی رو سے میت کو کوئی فائدہ پہنچتا، تو صحابہ کرام اور سلف صالحین جو سب سے بڑھ کر قرآن و حدیث کے معانی، مفاہیم ومطالب اور تقاضوں کو سمجھنے والے اور ان کے مطابق زندگیاں ڈھالنے والے تھے، وہ ضرور اس کا اہتمام کرتے۔ ائمہ اربعہ سے بھی اس کا جواز یا استحباب منقول نہیں ہے۔

احمد یار خان نعیمی گجراتی لکھتے ہیں:

”ہم مسائلِ شرعیہ میں امام صاحب (ابو حنیفہ) کا قول و فعل اپنے لیے دلیل سمجھتے ہیں اور دلائلِ شرعیہ پر نظر نہیں کرتے۔“

(جاء الحق: 15/1)

بعض احناف نے جنازہ کے ساتھ باآوازِ بلند ذکر کے عدم جواز اور بدعت قبیحہ ہونے کی صراحت کی ہے:

① علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل، طحطاوی (1231ھ) کہتے ہیں:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



لَا يَرْفَعُ صَوْتَهٗ بِالْقِرَاءَ ةِ وَلَا بِالذِّكْرِ وَلَا يَغْتَرُّ بِكَثْرَةِ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ وَأَمَّا مَا يَفْعَلُهُ الْجُهَّالُ فِي الْقِرَاءَ ةِ عَلَى الْجَنَازَةِ مِنْ رَفْعِ الصَّوْتِ وَالتَّمْطِيْطِ فِيهِ، فَلَا يَجُوْزُ بِالْإِجْمَاعِ وَلَا يَسَعُ أَحَدًا يَقْدِرُ عَلٰى إِنْكَارِهٖ أَنْ يَّسْكُتَ عَنْهُ وَلَا يُنْكِرُ عَلَيْهِ ...... وَنَحْوِ ذٰلِكَ كَالْأَذْكَارِ الْمُتَعَارَفَةِ قَوْلُهٗ : بِدْعَةٌ أَيْ قَبِيْحَةٌ .

”جنازہ کے ساتھ قراءت اور ذکر کے وقت آواز بلند نہ کریں، جو لوگ بلند آواز سے ذکر کرتے ہیں، ان کی کثرت دیکھ کر دھوکے میں نہ آجائیں، جنازہ کے ساتھ جاہل لوگ اونچی آواز سے اور کھینچ کھینچ کر قراءت کرتے ہیں، یہ بالاجماع جائز نہیں، کسی انسان کے لیے جائز نہیں کہ اس کے انکار پر قدرت و طاقت رکھتا ہو، پھر بھی خاموش رہے اور اس پر انکار نہ کرے، لوگوں پر خاموشی لازم ہے۔ ......اسی جنازہ کے ساتھ اذکارِ متعارفہ بدعت قبیحہ ہیں۔“(حاشية الطّحطاوي : 332)

② علامہ ادریس بن بیکدن بن عبداللہ ترکمانی (800ھ) لکھتے ہیں :

مِنَ الْبِدَعِ مَا يُفْعَلُ بَيْنَ يَدَيِ الْمَيِّتِ مِنْ قِرَاءَ ةٍ وَذِكْرٍ وَحَمْلِ خُبْزٍ وَخِرْفَانٍ، الْكُلَّ لَا يَرْضَى الْوَاحِدُ الدَّيَّانُ .

”میت کے آگے قراءت و ذکر کرنا، روٹیاں اور بکری کا بچہ اٹھانا بدعت ہے، ایک دین دار شخص ان ساری باتوں پر راضی نہیں ہوسکتا۔“

(كتاب اللّمع في الحوادث والبدع : 232)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



نیز لکھتے ہیں:

كَذٰلِكَ الذِّكْرُ جَهْرًا يُكْرَهُ فِعْلُهٗ خَلْفَ الْجَنَازَةِ، وَلَيْسَ فِيْهِ أَجْرٌ لِلذَّاكِرِ وَلَا لِلْمَيِّتِ .

''جنازہ کے پیچھے اونچی آواز سے ذکر مکروہ ہے، اس میں ذاکر (ذکر کرنے والے) اور میت کے لیے کوئی اجر نہیں ہے۔''

(كتاب اللّمع في الحوادث والبِدَع : 216)

③ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں ہے:

''جنازے کے ساتھ جانے والوں کو خاموش رہنا واجب ہے اور بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن پڑھنا مکروہ ہے، اگر اللہ کا ذکر کرنا چاہیں، تو اپنے دل میں کریں۔''

(فتاویٰ عالمگیری:1/162، فتاویٰ قاضی خان:1/92 بحوالہ جاء الحق از نعیمی:1/408)

④ ایک عالم لکھتے ہیں:

رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَقَوْلِهِمْ كُلُّ حَيٍّ يَمُوْتُ وَنَحْوِ ذٰلِكَ خَلْفَ الْجَنَازَةِ بِدْعَةٌ .

''جنازہ کے ساتھ بآواز بلند ذکر، قرأت قرآن، لوگوں کا یہ کہنا کہ ہر زندہ مرے گا اور اس طرح کی دوسری باتیں بدعت ہیں۔''

(فتاویٰ سراجیہ:23)

⑤ محمد رکن دین لکھتے ہیں:

''سوال: جو لوگ جنازہ کے ہمراہ ہوں ان کو کلمہ طیبہ راستہ میں پڑھنا کیسا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جواب: پکار کر پڑھنا تو مکروہ ہے، دل میں اگر پڑھیں، تو مضائقہ نہیں، بہتر خاموشی ہے(عالمگیری)'' (رکن دین: 206)

## ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

احمد یار خان نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''جن فقہا نے میت کے ساتھ ذکر بالجہر کو مکروہ فرمایا، ان کی مراد مکروہ تنزیہی ہے۔'' (جاء الحق: 1/ 410)

مفتی صاحب کی تاویل درست نہیں، ائمہ احناف نے تو اسے بدعت قبیحہ کہا ہے۔

علامہ ابن نجیم حنفی (970ھ) لکھتے ہیں:

يَنْبَغِي لِمَنْ تبعَ جِنَازَةً أَنْ يُّطِيلَ الصَّمْتَ وَيُكْرَهُ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ وَقِرَاءَ ةِ الْقُرْآنِ وَغَيْرِهِمَا فِي الْجِنَازَةِ وَالْكَرَاهَةُ فِيهَا كَرَاهَةَ تَحْرِيمٍ .

''جنازہ کے پیچھے چلنے والوں کے لیے مناسب ہے کہ لمبی خاموشی اختیار کریں، جنازہ کے ساتھ اونچی آواز سے ذکر اور قرأت قرآن وغیرہ مکروہ ہے، اس میں کراہت تحریمی ہے۔'' (البحر الرّائق: 2/ 199)

معلوم ہوا کہ مفتی صاحب کی توجیہ درست نہیں یہ محض بدعت کو کمزور سہارا دینے والی بات ہے، اس بدعت کے ڈانڈے شیعہ کے نوحے سے ملتے ہیں۔

⑥ حافظ نووی رحمہ اللہ (676ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ الصَّوَابَ الْمُخْتَارَ مَا كَانَ عَلَيْهِ السَّلَفُ رَضِيَ اللّٰهُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عَنْهُمْ : السُّكُوتُ فِي حَالِ السَّيْرِ مَعَ الْجِنَازَةِ، فَلَا يَرْفَعُ صَوْتًا بِقِرَاءَةٍ، وَّلَا ذِكْرٍ، وَّلَا غَيْرَ ذٰلِكَ، وَالْحِكْمَةُ فِيْهِ ظَاهِرَةٌ، وَهِيَ أَنَّهٗ أَسْكَنُ لِخَاطِرِهٖ، وَأَجْمَعُ لِفِكْرِهٖ فِيمَا يَتَعَلَّقُ بِالْجِنَازَةِ، وَهُوَ الْمَطْلُوبُ فِي هٰذَا الْحَالِ، فَهٰذَا هُوَ الْحَقُّ، وَلَا تَغْتَرَّنَّ بِكَثْرَةِ مَنْ يُّخَالِفُهَا .

''جان لیں! درست اور مختار مذہب جس پر سلف کا عمل رہا ہے، یہ ہے کہ جنازہ کے ساتھ چلتے وقت سکوت اختیار کیا جائے، قرأت اور ذکر وغیرہ میں آواز بلند نہ کی جائے، اس میں حکمت ظاہر ہے کہ خاموشی انسان کے دل کو مطمئن اور جنازے کے متعلق چیزوں کے بارے میں اس کی فکر مجتمع کر دیتی ہے، اس حالت سے یہی مطلوب ہے اور یہی حق ہے، اس کی مخالفت کرنے والوں کی کثرت دیکھ کر دھوکہ مت کھائیں۔''(الأذکار : 136)

اسی طرح جب حافظ نووی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ دمشق میں بعض جاہل جنازے پر بری طرح کھینچ کھینچ کر، حد سے زیادہ سُر اور کلمات میں زائد حروف داخل کر کے قراءت کرتے ہیں، کیا ایسا کرنا مذموم نہیں؟

حافظ نووی رحمہ اللہ (676ھ) نے فرمایا:

هٰذَا مُنْكَرٌ ظَاهِرٌ، وَمَذْمُومٌ فَاحِشٌ، وَّهُوَ حَرَامٌ بِإِجْمَاعِ الْعُلَمَاءِ، وَقَدْ نَقَلَ الْإِجْمَاعَ فِيهِ الْمَاوَرْدِيُّ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، وَعَلٰى وَلِيِّ الْأَمْرِ، وَفَّقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، زَجْرُهُمْ عَنْهُ وَتَعْزِيرُهُمْ وَاسْتِتَابَتُهُمْ، وَيَجِبُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



إِنْكَارُهٗ عَلٰی كُلِّ مُكَلَّفٍ تَمَكَّنَ مِنْ إِنْكَارِهٖ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

”یہ واضح برائی اور انتہائی قابل مذمت چیز ہے، اس کے حرام ہونے پر علما کا اجماع ہے، ماوردی اور دوسرے کئی ایک اماموں نے اس کے حرام ہونے پر اجماع نقل کیا ہے، حاکم وقت اس فعل پر ان کو ڈانٹے اور تعزیر قائم کرے اور اس فعل سے توبہ کرائے، ہر مکلّف جو اس کے انکار پر قدرت و طاقت رکھتا ہے، اس پر انکار لازم ہے۔“(فتاوی النّووي : 36)

⑦ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) لکھتے ہیں:

كَانَ رَفْعُ الصَّوْتِ فِي هٰذِهِ الْمَوَاطِنِ الثَّلَاثَةِ مِنْ عَادَةِ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْأَعَاجِمِ، ثُمَّ قَدِ ابْتُلِيَ بِهَا كَثِيرٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ.

”(جنازے، قتال اور ذکر) تینوں مقامات پر آواز بلند کرنا اہل کتاب اور عجمیوں کی عادت تھی، لیکن اس امت کے بہت سارے لوگ بھی اس میں مبتلا ہو گئے ہیں۔“(اقتضاء الصّراط المستقیم :316/1)

نیز فرماتے ہیں:

”جنازے کے ساتھ آواز بلند کرنا بالاتفاق مکروہ ہے، خواہ قرأت ہی ہو۔“

(الإختیارات الفقهية : 88)

مزید لکھتے ہیں:

لَا يُسْتَحَبُّ رَفْعُ الصَّوْتِ مَعَ الْجِنَازَةِ لَا بِقِرَاءَةٍ وَّلَا ذِكْرٍ وَّلَا غَيْرِ ذٰلِكَ، هٰذَا مَذْهَبُ الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ وَهُوَ الْمَأْثُورُ عَنِ السَّلَفِ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَلَا أَعْلَمُ فِيهِ مُخَالِفًا .

''جنازہ کے ساتھ بآواز بلند تلاوت اور ذکر وغیرہ مستحب نہیں، یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے، صحابہ وتابعین سے بھی یہی منقول ہے، میرے علم کے مطابق کوئی بھی اس کی مخالفت نہیں کرتا۔''

(مَجموع الفتاویٰ : 24/393-394)

⑧ علامہ ابن نحاس رحمہ اللہ (814ھ) لکھتے ہیں :

''قرأت میں کھینچاؤ اور الحان نہ بھی ہو، پھر بھی یہ مکروہ بدعت ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف میں سے کسی سے ایسا کرنا ثابت نہیں ہے، اسی طرح جنازے کے ساتھ ذکر بھی مکروہ بدعت ہے۔''

(تنبیہ الغافلین :481)

## بعض معارض دلائل :

اس سلسلہ میں یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ عمومی دلائل سے اس کا ثبوت پیش کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ بدعات یا تو عمومی دلائل کے تحت آتی ہی نہیں یا اُن سے مستثنیٰ ہوتی ہیں۔

## دلیل نمبر ① :

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں :

لَمْ يَكُنْ يَسْمَعُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَمْشِي خَلْفَ الْجَنَازَةِ إِلَّا قَوْلَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُبْدِيًا وَّرَاجِعًا .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



”رسول اللہ ﷺ جنازے کے پیچھے چلنا شروع کرتے یا واپس لوٹتے، تو صحابہ آپ ﷺ سے لا الہ الا اللہ کے سوا کچھ بھی نہیں سنتے تھے۔“

(الكامل في ضعفاء الرّجال لابن عدي: 1/269، 4/1408)

روایت موضوع (من گھڑت) ہے۔

① ابراہیم بن احمد حرانی کے بارے میں امام ابوعروبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ يَضَعُ الْحَدِيْثَ .

”حدیثیں گھڑتا تھا۔“(الكامل لابن عدي: 1/269)

علامہ زیلعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ضَعَّفَ إِبْرَاهِيمَ هٰذَا، وَجَعَلَهٗ مِنْ مُنْكَرَاتِهٖ .

”امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دے کر اس روایت کو اس کی منکر روایتوں میں شمار کیا ہے۔“

(نصب الرّاية لأحاديث الهداية: 2/292)

اس کی توثیق ثابت نہیں۔

② عبدالعظیم بن حبیب حمصی مجروح ہے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِثِقَةٍ، كَثِيرُ الْغَلَطِ .

”کثیر الغلط تھا، ثقہ نہ تھا۔“(العِلَل: 9/241)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ اس کی ایک روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

مِنْ بَلَايَاهُ .

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



”یہ اسی کی مصیبتوں میں سے ہے۔“

(ميزان الاعتدال في نقد الرّجال: 639/2)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات: ۸/ ۴۲۴) میں فرماتے ہیں:

رُبَمَا خَالَفَ. ”اکثر ثقات کی مخالفت کرتا ہے۔“

③ امام ابن عدی رحمہ اللہ کے استاذ یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن ناجیہ کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں:

”اگر یہ حدیث ضعیف بھی ہو، پھر بھی فضائلِ اعمال میں معتبر ہے۔“

(جاء الحق: 404/1)

## تبصرہ:

① یہ روایت من گھڑت ہے۔

② اس میں جنازے کے ساتھ بآوازِ بلند اجتماعی ذکر کا وجود نہیں ملتا۔

③ اس مسئلہ کا تعلق احکام کے ساتھ ہے نہ کہ فضائل کے ساتھ، چونکہ اختلاف اس بارے میں ہے کہ جنازے کے آگے یا پیچھے ذکر کرنا جائز ہے یا ناجائز، نہ کہ اس کی فضیلت کے بارے میں۔

## دلیل نمبر ②:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ وَهْبٍ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مَحَمَّدِ بْنِ صَالِحٍ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مُسْلِمِ الْقُرَشِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي حَبِيْبٍ عَنْ سِنَانَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

أَكْثِرُوا فِي الْجَنَازَةِ قَوْلَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ .

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنازے کے ساتھ کثرت سے لا الہ الا اللہ پڑھیں۔''

(الغرائب المُلْتَقَطَة لابن حَجَر : 94)

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

① سنان بن سعد جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

② مسلم بن خالد زنجی کو جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْجُمْهُورُ ضَعَّفَهٗ . ''جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(مَجمع الزّوائد : 45/5)

③ حافظ عبداللہ بن محمد بن وہب دینوری متکلم فیہ راوی ہے۔

④ اس میں کئی مجہول راوی ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''منکر'' کہا ہے۔

## تنبیہ :

جناب اشرف علی تھانوی صاحب کہتے ہیں:

''ہمارے حضرت حاجی (امداد اللہ) صاحب قبلہ نے انتقال کے وقت مولوی اسماعیل صاحب سے فرمایا تھا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میرے جنازے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے ساتھ ذکر بالجہر کیا جائے، انہوں نے کہا: حضرت یہ تو نا مناسب معلوم ہوتا ہے، ایک نئی بات ہے، جس کو فقہاء نے اس خیال سے کہ عوام سنت نہ سمجھ لیں، پسند نہیں کیا، فرمایا: بہت اچھا، جو مرضی ہو، خیر بات آئی گئی ہوئی اور کسی کو اس کی خبر بھی نہیں ہوئی، کیونکہ خلوت میں گفتگو ہوئی تھی، مگر جب جنازہ اٹھا، تو ایک عرب کی زبان سے نکلا: اُذْكُرُوا اللّٰهَ بس پھر کیا تھا، سب لوگ بے ساختہ ذکر کرنے لگے اور لا الہ الا اللہ کی صدائیں برابر قبرستان تک بلند رہیں، بعد میں مولوی اسماعیل صاحب اس گفتگو کو نقل کر کے کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت (امداداللہ) کو تو منوا دیا، مگر اللہ تعالیٰ کو کیونکر منوائیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت کی تمنا پوری کر دی۔''

(قصص الاکابر: 119، الافاضات الیومیہ: 3/ 277، امداد المشتاق: 204)

بعض خرابیاں اس واقعہ کا لازمہ ہیں، جنہیں اس سے جدا نہیں کیا جا سکتا:

① حاجی صاحب کے منہ سے ایک بدعت کام کی خواہش بھلی معلوم نہیں ہوتی۔

② جنازے کے آگے یا پیچھے بلند آواز سے ذکر کرنا ایک جاہلانہ رسم ہے، جسے اللہ سے منسوب کرنا بہر حال ایک مسلمان کی شان نہیں۔

## الحاصل :

جنازے کے آگے یا پیچھے باآواز بلند ذکر اور نعت خوانی وغیرہ بدعت قبیحہ، سیئہ اور مذمومہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# نمازِ فجر وعصر کے بعد مصافحہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدة : 3)

”آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے، تم پر اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا ہے۔“

یہ آیت کریمہ حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی۔ اس میں دین اسلام کے کامل وتمام ہونے کا مژدۂ جاں فزا سنایا گیا ہے۔ اس دن کے بعد دین اسلام میں کوئی بھی اضافہ اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں، بلکہ ایسا کرنا بدعت ہے۔

اگر آپ دین میں بدعت ایجاد کرتے ہیں تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ آپ دین کو مکمل نہیں مانتے، زبان قال سے بھلے آپ کہتے رہیں کہ دین مکمل ہے، لیکن زبان حال سے کچھ اور چھلک رہا ہے۔

آپ اس کی بیسیوں توجیہات کریں، اسے بدعت حسنہ کا نام دیں، یا اس طرح کے دلائل پیش کریں کہ یہ قرآن کی کسی دلیل کے خلاف تو نہیں ہے، یہ خود کو تسلی تو ہو سکتی ہے، دلیل کا اس سے بہر حال تعلق نہیں۔

امام مالک بن انس رحمہ اللہ (179ھ) فرماتے ہیں:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



مَنْ أَحْدَثَ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ الْيَوْمَ شَيْئًا لَّمْ يَكُنْ عَلَيْهِ سَلَفُهَا؛ فَقَدْ زَعَمَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَانَ الرِّسَالَةَ، لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُولُ: ﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا﴾(المائدۃ : 3)، فَمَا لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ دِينًا؛ لَّا يَكُونُ الْيَوْمَ دِينًا .

''امتِ محمدیہ میں سے جو شخص آج کے دِن کوئی نیا کام ایجاد کرے، جس پر اس امت کے اسلاف نے عمل نہیں کیا، تو اس نے یہ سمجھ لیا ہے کہ (معاذ اللہ!) رسولِ اکرم ﷺ نے رسالت پہنچانے میں خیانت سے کام لیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے: ﴿......اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا﴾(المائدۃ : 3)''آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے، تم پر اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا ہے۔'' جو چیز اُس دن دین نہیں تھی، وہ آج بھی دین نہیں بن سکتی۔''

(الإحكام في أصول الأحكام لابن حزم : 85/6، وسندهٗ حسنٌ)

علامہ شاطبی رحمہ اللہ (790ھ) فرماتے ہیں:

''بدعتی شریعت کا معاند و مخالف ہوتا ہے، کیونکہ شارع نے بندوں کے مفاد میں (عبادات کے) کچھ خاص طریقے اور خاص انداز مقرر کیے ہیں۔ پھر امر و نہی اور وعد و وعید کے ذریعے مخلوق کو ان کا پابند بنایا اور یہ بتا دیا کہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



ساری کی ساری بھلائی انہی طریقوں میں ہے، جبکہ ساری خرابی ان طریقوں سے تجاوز کرنے میں ہے، کیونکہ اللہ ہی جانتا ہے، ہم نہیں جانتے، نیز اس نے رسولِ اکرم ﷺ کو اس لیے بھیجا ہے کہ ان کے ذریعے وہ جہانوں پر رحمت کرے، لیکن اہل بدعت ان تمام باتوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے یہ سمجھتے ہیں کہ عبادت کے کچھ اور طریقے بھی ہیں، شارع نے کوئی طریقہ خاص و متعین نہیں کیا۔ ان کے خیال میں شارع بھی جانتا ہے اور وہ بھی جانتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات تو وہ اپنی طرف سے عبادت کے طریقے ایجاد کر کے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ وہ جانتے ہیں، شارع نہیں جانتا۔ اگر بدعتی کا یہ اعتقاد ہو، تو شریعت و شارع کے ساتھ کفر ہے اور اگر یہ اعتقاد نہ ہو، تو بھی بدعت واضح گمراہی ہے۔‘‘

(الاعتصام: 1/65)

بدعات کے سلسلہ کی ایک کڑی نمازِ عصر اور نمازِ فجر کے بعد مصافحہ ہے۔ اگرچہ مصافحہ سنت نبوی اور نیکی ہے، لیکن اسے بعض نمازوں کے ساتھ خاص کرنا بدعت ہے۔ نبی اکرم ﷺ، صحابہ کرام اور سلف صالحین سے ایسا قطعاً ثابت نہیں۔ یہ بدعت سیئہ اور باطل عمل ہے۔ اگر یہ کارِ خیر ہوتا، تو نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کو ضرور اس کی تعلیم دیتے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَّبِيٌّ قَبْلِي؛ إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ يَّدُلَّ أُمَّتَهُ عَلٰى خَيْرِ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ، وَيُنْذِرَهُمْ شَرَّ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ.

’’مجھ سے پہلے جتنے بھی نبی گزرے ہیں، ان پر فرض تھا کہ جس چیز کو اپنی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



امت کے لیے بہتر جانتے، اس کی طرف ان کی راہ نمائی کرتے اور جس چیز کو ان کے لیے برا جانتے، اس سے انہیں ڈراتے۔''

(صحیح مسلم : 1844)

نبی اکرم ﷺ نے بھی ہر خیر و شر کے بارے میں اپنی اُمت کو آگاہ فرما دیا ہے۔

علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (795ھ) فرماتے ہیں :

مَنْ تَقَرَّبَ إِلَى اللّٰهِ بِعَمَلٍ لَّمْ يَجْعَلْهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ قُرْبَةً إِلَى اللّٰهِ؛ فَعَمَلُهٗ بَاطِلٌ مَّرْدُودٌ.

''جو کسی ایسے عمل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرے، جسے اللہ و رسول نے تقربِ الٰہی کا ذریعہ نہیں بنایا، تو اس کا یہ عمل مردود و باطل ہے۔'' (جامع العلوم والحِکَم : 178/1)

اہل علم نے مخصوص نمازوں کے بعد مصافحہ کو بدعت ہی قرار دیا ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ نے اس کے جواز کی طرف رجحان کیا، تو اہل علم نے ان کی اس بات کا سختی سے ردّ فرمایا۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (852ھ) فرماتے ہیں :

قَالَ النَّوَوِيُّ : وَأَصْلُ الْمُصَافَحَةِ سُنَّةٌ، وَكَوْنُهُمْ حَافَظُوا عَلَيْهَا فِي بَعْضِ الْأَحْوَالِ لَا يُخْرِجُ ذٰلِكَ عَنْ أَصْلِ السُّنَّةِ، قُلْتُ : وَلِلنَّظَرِ فِيهِ مَجَالٌ، فَإِنَّ أَصْلَ صَلَاةِ النَّافِلَةِ سُنَّةٌ مُرَغَّبٌ فِيهَا، وَمَعَ ذٰلِكَ فَقَدْ كَرِهَ الْمُحَقِّقُونَ تَخْصِيصَ وَقْتٍ بِهَا دُونَ وَقْتٍ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَمِنْهُمْ مَّنْ أَطْلَقَ تَحْرِيمَ مِثْلِ ذٰلِكَ، كَصَلَاةِ الرَّغَائِبِ الَّتِي لَا أَصْلَ لَهَا .

”علامہ نووی رحمہ اللہ کا کہنا کہ مصافحہ کی بنیاد سنت پر ہے اور بعض لوگوں کا بعض اوقات میں اس کی پابندی کرنا اس کو سنت سے خارج نہیں کرتا۔ میں (ابن حجر) کہتا ہوں کہ یہ بات محل نظر ہے، کیونکہ نفل نماز اصل میں سنت سے ثابت اور مؤکدہ ہے، لیکن اس کے باوجود محققین اہل علم نے اسے کسی وقت کے ساتھ خاص کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے، بلکہ بعض نے تو ایسی صورت کو حرام بھی قرار دیا ہے، جیسے ”صلاۃ الرغائب“ بے اصل نماز ہے۔“

(فتح الباري: 55/11)

❁ ملا علی قاری (1014ھ) لکھتے ہیں:

لَا يَخْفٰى أَنَّ فِي كَلَامِ الْإِمَامِ نَوْعُ تَنَاقُضٍ، لِأَنَّ إِتْيَانَ السُّنَّةِ فِي بَعْضِ الْأَوْقَاتِ لَا يُسَمّٰى بِدْعَةً، مَعَ أَنَّ عَمَلَ النَّاسِ فِي الْوَقْتَيْنِ الْمَذْكُورَيْنِ لَيْسَ عَلٰى وَجْهِ الِاسْتِحْبَابِ الْمَشْرُوعِ، فَإِنَّ مَحَلَّ الْمُصَافَحَةِ الْمَشْرُوعَةِ أَوَّلُ الْمُلَاقَاةِ، وَقَدْ يَكُونُ جَمَاعَةٌ يَّتَلَاقَوْنَ مِنْ غَيْرِ مُصَافَحَةٍ، وَيَتَصَاحَبُونَ بِالْكَلَامِ وَمُذَاكَرَةِ الْعِلْمِ وَغَيْرِهٖ مُدَّةً مَّدِيدَةً، ثُمَّ إِذَا صَلَّوْا يَتَصَافَحُونَ، فَأَيْنَ هٰذَا مِنَ السُّنَّةِ الْمَشْرُوعَةِ؟ وَلِهٰذَا صَرَّحَ بَعْضُ عُلَمَائِنَا بِأَنَّهَا مَكْرُوهَةٌ حِينَئِذٍ، وَأَنَّهَا مِنَ الْبِدَعِ الْمَذْمُومَةِ، نَعَمْ، لَوْ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



دَخَلَ أَحَدٌ فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ فِي الصَّلَاةِ، أَوْ عَلٰى إِرَادَةِ الشُّرُوعِ فِيهَا، فَبَعْدَ الْفَرَاغِ لَوْ صَافَحَهُمْ، لٰكِنْ بِشَرْطِ سَبْقِ السَّلَامِ عَلَى الْمُصَافَحَةِ، فَهٰذَا مِنْ جُمْلَةِ الْمُصَافَحَةِ الْمَسْنُونَةِ بِلَا شُبْهَةٍ.

''علامہ نووی رحمہ اللہ کے کلام میں واضح طور پر کچھ تناقض ہے۔ کسی سنت پر بعض اوقات عمل تو بدعت نہیں، نیز مذکورہ دونوں اوقات (فجر وعصر کی نماز کے بعد) میں لوگوں کا مصافحہ کرنا مستحب ومشروع طور پر نہیں ہوتا، لیکن جو مصافحہ شریعت سے ثابت ہے، اس کا محل آغازِ ملاقات ہے۔ یہاں ایسا ہوتا ہے کہ لوگ آپس میں بغیر مصافحہ کے ملتے ہیں، بہت دیر تک باہم بات چیت بھی کرتے ہیں اور ان کے مابین علمی مذاکرہ وغیرہ بھی ہوتا ہے، پھر جب وہ نماز پڑھتے ہیں، تو ایک دوسرے سے مصافحہ کرنے لگتے ہیں۔ اس طرزِ عمل کا مسنون طریقے سے کیا تعلق ہے؟ اسی لیے ہمارے بعض علما نے اس صورت میں مصافحہ مکروہ اور بدعت مذمومہ قرار دیا ہے۔ ہاں، اگر کوئی شخص ایسے وقت میں مسجد کے اندر داخل ہوا، جب لوگوں نے نماز شروع کر رکھی تھی یا وہ نماز شروع کرنے والے تھے، تو نماز سے فارغ ہو کر ان سے مصافحہ کر سکتا ہے، لیکن اس کے لیے بھی شرط یہ ہے کہ پہلے سلام کہے، پھر مصافحہ کرے۔ یہ طریقہ بلاشبہ مسنون مصافحہ ہے۔''

(مِرقاۃ المَفاتیح : 458/8)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



نیز اہل علم نے اس مصافحہ کو بدعت قرار دیا ہے۔

❁ علامہ عبد السلام مقدسی رحمہ اللہ (678ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُصَافَحَةُ عَقِيبَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ مِنَ الْبِدَعِ، إِلَّا الْقَادِمَ لَمْ يَجْتَمِعْ بِمَنْ يُّصَافِحُهُ قَبْلَ الصَّلَاةِ؛ فَإِنَّ الْمُصَافَحَةَ مَشْرُوعَةٌ عِنْدَ الْقُدُومِ .

”نماز فجر وعصر کے بعد مصافحہ بدعت ہے۔ سوائے اس نئے آنے والے کے، جو نماز سے پہلے اس شخص سے مصافحہ نہیں کر سکا، جس سے اب کر رہا ہے، کیونکہ آتے وقت مصافحہ کرنا مشروع ہے۔“

(فتاوی العزّ عبد السلام، ص 389)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) سے جب پوچھا گیا کہ نماز کے بعد مصافحہ سنت ہے یا نہیں؟، تو فرمایا:

اَلْمُصَافَحَةُ عَقِيبَ الصَّلَاةِ لَيْسَتْ مَسْنُونَةً، بَلْ هِيَ بِدْعَةٌ .

”نماز کے بعد مصافحہ مسنون نہیں، بلکہ بدعت ہے۔“

(مجموع الفتاوٰی: 339/23)

❁ علامہ ترکمانی رحمہ اللہ (800ھ) لکھتے ہیں:

أَمَّا الْمُصَافَحَةُ فِي الصَّلَاتَيْنِ؛ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ وَبَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ، فَبِدْعَةٌ مِّنَ الْبِدَعِ الَّتِي ...... لَا أَصْلَ لَهَا فِي الشَّرْعِ، وَاخْتَارَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ تَرْكَهَا، لِأَنَّهَا زِيَادَةٌ فِي الدِّينِ .

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



”عصر و فجر کی دونوں نمازوں کے بعد مصافحہ ان بدعات میں سے ہے، جن کی۔......شریعت میں کوئی دلیل نہیں۔ بعض علما نے اسے ترک کرنا ہی پسند کیا ہے، کیونکہ یہ دین میں اضافہ ہے۔“

(اللّمع في الحوادث والبِدَع :283/1)

❁ علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ (737ھ) فرماتے ہیں:

”نمازی کو چاہیے کہ وہ نماز فجر وعصر اور جمعہ کے بعد اس مصافحہ سے باز رہے، جسے لوگوں نے دین میں اضافہ کر کے رواج دیا ہے۔ بعض لوگوں نے تو اس میں اور اضافہ کیا اور پانچوں نمازوں کے بعد ایسا کرنے لگے ہیں۔ یہ سب بدعات ہیں۔ شریعت میں مصافحہ کا وقت مسلمان کا اپنے مسلمان بھائی سے ملنا ہے، نہ کہ پانچوں نمازوں کے بعد۔ اس طرح کے سارے کام بدعت ہیں۔ شریعت نے جس کام کو جیسے رکھا ہے، ہم ویسے ہی رکھیں گے۔ اس کام سے روکا جائے اور ایسا کرنے والے کو ڈانٹا جائے، کیونکہ اس نے خلاف سنت فعل کا ارتکاب کیا ہے۔“

(المَدخل : 223/2)

❁ علامہ ابن عابدین شامی (1252ھ) لکھتے ہیں:

تُكْرَهُ الْمُصَافَحَةُ بَعْدَ أَدَاءِ الصَّلَاةِ بِكُلِّ حَالٍ، لِأَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مَّا صَافَحُوا بَعْدَ أَدَاءِ الصَّلَاةِ، وَلِأَنَّهَا مِنْ سُنَنِ الرَّوَافِضِ .

”نماز ادا کرنے کے بعد مصافحہ کرنا بہر صورت مکروہ ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



نے کبھی نماز کی ادائیگی کے بعد مصافحہ نہیں کیا، نیز یہ رافضیوں کا طریقہ ہے۔“

(ردّ المحتار علی الدرّ المختار، المعروف به فتاویٰ شامي : 381/6)

۞ علامہ عبدالحی لکھنوی (1304ھ) لکھتے ہیں :

”ہمارے زمانے میں اکثر علاقوں، خصوصاً دکن کے علاقوں، جو بدعتوں اور فتنوں کا گڑھ ہیں، میں دو کام رواج پا گئے ہیں، جنہیں ترک کرنا ضروری ہے۔ ایک تو یہ کہ لوگ نمازِ فجر کے وقت مسجد میں داخل ہوتے ہوئے سلام نہیں کہتے، بلکہ داخل ہو کر سنتیں ادا کرتے ہیں، پھر فرض ادا کرنے اور اذکار کرنے کے بعد ایک دوسرے کو سلام کہتے ہیں۔ یہ ایک قبیح امر ہے، کیونکہ سلام کہنا تو ملاقات کے وقت سنت ہے، جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے، نہ کہ مجلس کے دوران۔ دوسرے یہ کہ وہ نمازِ فجر و عصر، عیدین اور جمعہ کے بعد مصافحہ کرتے ہیں، حالانکہ مصافحہ بھی ملاقات کے شروع ہی میں سنت ہے۔“

(السّعاية في الكشف عمّا في شرح الوقاية، ص 264)

## الحاصل :

نمازوں کے بعد مصافحہ بدعت ہے، شریعت میں اس کی کوئی دلیل نہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بدعات سے محفوظ فرمائے اور سنتِ رسول کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق دے۔ آمین!

❁❁❁❁❁❁❁

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



# اولیاء اللہ کے نام کی نذر و نیاز

نذر و نیاز عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ کی جائز ہے۔مخلوق کے نام پر نذر دینا حرام ہے۔اگر کوئی انسان کسی بزرگ یا ولی کے نام پر منت یا نذر کرتا ہے، صالحین اور اولیاء اللہ کی قبروں پر چڑھاوے چڑھاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اسے صاحبِ قبر کا تقرب حاصل ہو جائے گا، وہ اس کی مشکل کشائی اور حاجت روائی کرے گا یا اس کی فریاد رسی یا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی سفارش کرے گا، یا وہ اس کی قبر سے فیض پائے گا تو بلاشک یہ شرک فی العبادت ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلٰى شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾.

(الأنعام: 136)

”انہوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور چوپائیوں میں سے اللہ کے لیے ایک حصہ مقرر کیا، پھر بزعمِ خویش کہنے لگے: یہ اللہ کے لیے ہے اور یہ ہمارے دیوتاؤں کے لیے ہے، پھر ان کے دیوتاؤں کا حصہ تو اللہ کے پاس نہیں پہنچتا، لیکن اللہ کا حصہ ان کے دیوتاؤں کے پاس پہنچ جاتا ہے، یہ لوگ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



کتنا برا فیصلہ کرتے ہیں۔‘‘

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ (البقرۃ : 173)

’’اور وہ چیز (بھی حرام ہے) جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔‘‘

مزاروں اور آستانوں پہ نذر کے نام پر جاہلانہ رسومات اور نفسانی و حیوانی خواہشات کی تکمیل جس انداز میں ہوتی ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں۔اس کے باوجود بعض حلقوں سے قبروں پر نذر و نیاز کا جواز پیش کیا جاتا ہے۔

جناب احمد یار خان نعیمی صاحب (1391ھ) لکھتے ہیں:

’’اولیاء اللہ کے نام کی جو نذر مانی جاتی ہے، یہ نذر شرعی نہیں، نذر لغوی ہے، جس کے معنی ہیں نذرانہ، جیسے کہ میں اپنے استاذ سے کہوں کہ یہ آپ کی نذر ہے، یہ بالکل جائز ہے اور فقہا اس کو حرام کہتے ہیں، جو کہ اولیا کے نام کی نذر شرعی مانی جائے۔ اس لیے فرماتے ہیں تَقَرُّبًا إِلَيْهِمْ۔ نذر شرعی عبادت ہے، وہ غیر اللہ کے لیے ماننا یقیناً کفر ہے۔‘‘

(جاء الحق:1/307)

نذر کی شرعی و لغوی تقسیم کسی اہل سنت امام نے نہیں کی، کیا رسول اللہ ﷺ سے بھی کوئی بزرگ ہستی مخلوق میں موجود ہے؟ اور کیا صحابہ کرام رسولِ اکرم ﷺ سے اتنی بھی محبت نہیں رکھتے تھے، جتنی بعد کے لوگوں کو اپنے بعد والے بزرگوں سے ہے؟ کیا کبھی کسی قبر پرست نے غور کیا کہ اگر غیر اللہ اور فوت شدگان کے نام پر نذر و نیاز جائز ہوتی، تو صحابہ کرام اس کارِ خیر سے کبھی محروم نہ رہتے۔کوئی شخص صحابہ کرام میں کسی سے بھی ایسا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



عمل پیش کر سکتا ہے؟

عام لوگوں کا تحفہ اور ہدیہ کے لیے نذرانے کا لفظ استعمال کرنا اس کی دلیل نہیں بن سکتا، کیونکہ جو لوگ قبروں پر نذر پیش کرتے ہیں، اس عقیدے سے پیش کرتے ہیں کہ وہ دافع البلا ہیں۔ ان کے پیش نظر لغوی نہیں، شرعی اور عرفی نذر ہوتی ہے۔ تب ہی تو اس کے بارے میں ''نذر اللہ اور نیاز حسین'' کے الفاظ سننے کو ملتے ہیں۔

اس سے بڑھ کر یہ بھی کہ اگر مجھے مقدمہ میں فتح یابی ہوئی یا مرض سے شفا ہوئی یا دشمن زیر ہو گیا یا مجھے اولادِ نرینہ مل گئی یا میرا کاروبار چمک گیا، تو فلاں مزار پر جا کر نذر و نیاز کا لنگر چڑھاؤں گا، ننگے پاؤں جا کر سلام کروں گا، مزار پر ٹاکی باندھوں گا، وغیرہ۔

منصف مزاج دوستوں سے گزارش ہے کہ کیا یہ سب کچھ لغوی نذر و نیاز کے لیے کیا جاتا ہے؟ یہ سب امور تعظیم و تقرب کے نقطۂ نظر سے کیے جاتے ہیں، جس میں نذر ماننے والا اپنے عجز و انکساری کا اظہار کرتا ہے۔ تحفہ و ہدیہ میں ایسی صورت نہیں ہوتی۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

مَا أَسْرَعَ أَهْلُ الشِّرْكِ إِلَى اتِّخَاذِ الْأَوْثَانِ مِنْ دُونِ اللّٰهِ، وَلَوْ كَانَتْ مَا كَانَتْ، وَيَقُولُونَ: إِنَّ هٰذَا الْحَجَرَ، وَهٰذِهِ الشَّجَرَةَ، وَهٰذِهِ الْعَيْنَ، تَقْبَلُ النَّذْرَ، أَيْ تَقْبَلُ الْعِبَادَةَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ تَعَالٰى، فَإِنَّ النَّذْرَ عِبَادَةٌ وَّقُرْبَةٌ، يَتَقَرَّبُ بِهَا النَّاذِرُ إِلَى الْمَنْذُورِ لَهٗ.

''مشرکین اللہ کے سوا کسی بھی چیز کو معبود ٹھہرانے میں کتنے جلد باز واقع ہوئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: یہ پتھر، یہ درخت اور یہ شخص نذر و نیاز کے لائق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے۔ دوسرے لفظوں میں ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے علاوہ یہ شخص بھی عبادت کے لائق ہے، کیونکہ نذر و نیاز عبادت و تقرب ہے، جس کے ذریعے نذر دینے والا کسی کا تقرب حاصل کرتا ہے۔‘‘

(إغاثة اللّهفان من مَصايد الشّيطان: 212/1)

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (1176ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّهُمْ يَسْتَعِينُونَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فِي حَوَائِجِهِمْ مِنْ شِفَاءِ الْمَرِيضِ وَغِنَاءِ الْفَقِيرِ، وَيَنْذُرُونَ لَهُمْ، يَتَوَقَّعُونَ إِنْجَاحَ مَقَاصِدِهِمْ بِتِلْكَ النُّذُورِ، وَيَتْلُونَ أَسْمَائَهُمْ رَجَاءَ بَرَكَتِهَا، فَأَوْجَبَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِم أَنْ يَّقُولُوا فِي صَلَاتِهِمْ: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ (الفاتحة: 5)، وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ أَحَدًا﴾ (الجنّ: 18)، وَلَيْسَ الْمُرَادُ مِنَ الدُّعَاءِ الْعِبَادَةُ، كَمَا قَالَهُ الْمُفَسِّرُونَ، بَلْ هُوَ الْاِسْتِعَانَةُ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ﴾ (الأنعام: 41).

’’مشرکین اپنی حاجات، مثلاً مرض میں شفا اور فقیری میں خوشحالی کے لیے غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں اور ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں۔ انہیں یہ امید ہوتی ہے کہ اس نذر و نیاز کی وجہ سے اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں گے۔ وہ برکت کی امید پر غیر اللہ کے ناموں کا ورد بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہر نماز میں یہ کہنا فرض کیا ہے: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

نَسْتَعِيْنُ﴾ (الفاتحہ :5) ''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔'' نیز فرمایا: ﴿فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ أَحَدًا﴾ (الجن :18) ''اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔'' اس آیت میں دعا سے مراد عبادت نہیں، جیسا کہ (عام) مفسرین نے کہا ہے، بلکہ مراد استعانت ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ﴾ (الانعام :41) ''تم سخت مصیبت کے وقت اسی اللہ کو پکارتے ہو، چنانچہ وہ تمہاری مصیبتیں دُور فرماتا ہے۔''

(حجّة اللّٰه البالغة :1/185)

علامہ آلوسی (1270ھ) کہتے ہیں:

''فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا﴾ (الحج :73) ''اللہ کے علاوہ جنہیں بھی تم پکارتے ہو، وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔'' اس آیت کریمہ میں ان کی مذمت کی گئی ہے، جو اولیا کے بارے میں غلو کا شکار ہو گئے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہو کر مصیبت میں اولیا سے مدد طلب کرتے ہیں اور ان کے نام پر نذر و نیاز دیتے ہیں۔ بعض ''دانشور'' تو کہتے ہیں کہ اولیا کرام اللہ کی طرف وسیلہ ہیں، نذر و نیاز ہم اللہ کے لیے دیتے ہیں، البتہ اس کا ثواب اس ولی کو پہنچاتے ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان کا پہلا دعوی بت پرستوں جیسا ہے، جو کہتے تھے کہ ہم بتوں کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے قریب کر دیں۔ رہا دوسرا دعویٰ تو اس میں کوئی حرج نہ ہوتا اگر وہ بزرگوں سے اپنے مریضوں کے لیے شفاء اور غائب ہونے والوں کی واپسی وغیرہ کا مطالبہ نہ کرتے [حالانکہ شرعاً یہ بھی ناجائز ہے، از ناقل] ان کی حالت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بزرگوں سے مانگنے کے لیے ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں۔ اگر ان سے کہا جائے کہ اللہ کے نام کی نذر و نیاز دو اور اس کا ثواب (اولیا) کی بجائے اپنے والدین کو پہنچاؤ، کیونکہ تمہارے والدین ان اولیا سے بڑھ کر ثواب کے محتاج ہیں، تو ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، [اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کا مقصد بزرگوں سے مانگنا ہی ہوتا ہے]

میں نے بہت سے مشرکین کو دیکھا جو اولیا کی قبروں کے پتھروں پر سجدہ کر رہے ہوتے ہیں۔ بعض مشرکین تو سب اولیا کے لیے ان کی قبروں میں تصرف (قدرت) بھی ثابت کرتے ہیں، البتہ مراتب کے اعتبار سے یہ تصرف مختلف قسم کا ہوتا ہے۔ ان مشرکین کے 'اہل علم' قبروں میں اولیاء کے لیے چار یا پانچ قسم کا تصرف ثابت کرتے ہیں، لیکن جب ان سے دلیل کا مطالبہ کیا جاتا ہے، تو کہتے ہیں کہ یہ چیز کشف سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں تباہ و برباد کرے، یہ کتنے جاہل اور جھوٹے ہیں! بعض یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اولیا اپنی قبروں سے نکلتے ہیں اور مختلف شکلیں اختیار کر لیتے ہیں، جبکہ ان کے ''اہل علم'' کا کہنا ہے کہ اولیا کی صرف روحیں مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی ہیں اور جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔ ان کے بقول بسا اوقات اولیا کی روحیں شیر، ہرن وغیرہ کی شکل بھی اختیار کر لیتی ہیں۔ یہ تمام باتیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جھوٹ ہیں، کتاب وسنت اور اسلاف امت کے کلام میں ان کا کوئی ثبوت نہیں۔ انھوں نے (سادہ لوح) لوگوں کا دین بھی برباد کر دیا ہے۔ ایسے لوگ یہود و نصاریٰ، دیگر ادیانِ باطلہ کے پیروکاروں اور بے دین لوگوں کے سامنے مذاق بن گئے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے (دین و دنیا کی) عافیت اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔''

(روح المَعاني: 2/212-213)

نیز فرماتے ہیں:

مِنْ أُولٰئِكَ عَبَدَةُ الْقُبُورِ، النَّاذِرُونَ لَهَا، الْمُعْتَقِدُونَ لِلنَّفْعِ وَالضَّرِّ، مِمَّنِ اللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ بِحَالِهٖ فِيهَا، وَهُمُ الْيَوْمَ أَكْثَرُ مِنَ الدُّودِ .

''ان میں سے بعض وہ ہیں، جو قبروں کے پجاری ہیں، ان پر نذر و نیاز دیتے ہیں اور ان سے نفع ونقصان کا اعتقاد رکھتے ہیں جن کی اپنی حالت اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کیا ہے؟ موجودہ دور میں ایسے مشرکین کیڑے مکوڑوں سے بھی زیادہ ہو گئے ہیں۔''

(روح المَعاني: 17/67)

علامہ حصکفی (1088ھ) اپنے اکثر عوام کی اصلاح میں لکھتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ النَّذَرَ الَّذِي يَقَعُ لِلْأَمْوَاتِ مِنْ أَكْثَرِ الْعَوَامِّ، وَمَا يُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالشَّمْعِ وَالزَّيْتِ وَنَحْوِهَا إِلٰى ضَرَائِحِ الْأَوْلِيَاءِ الْكِرَامِ تَقَرُّبًا إِلَيْهِمْ، فَهُوَ بِالْإِجْمَاعِ بَاطِلٌ وَّحَرَامٌ .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



”معلوم ہونا چاہیے کہ اکثر عوام جو مردوں کے نام کی نذرو نیاز دیتے ہیں اور جو رقوم، چراغ اور تیل وغیرہ اولیائے کرام کی قبروں پر تقرب کی نیت سے لائے جاتے ہیں، وہ بالاجماع باطل اور حرام ہیں۔“

(الدرّ المختار، ص 155، ردّ المحتار : 2/439)

علامہ ابن عابدین شامی (1252ھ) اس عبارت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

كَأَنْ يَّقُولَ : يَا سَيِّدِي فُلَانُ! إِنْ رُّدَّ غَائِبِي أَوْ عُوفِيَ مَرِيضِي أَوْ قُضِيَتْ حَاجَتِي، فَلَكَ مِنَ الذَّهَبِ أَوِ الْفِضَّةِ أَوْ مِنَ الطَّعَامِ أَوِ الشَّمْعِ أَوِ الزَّيْتِ كَذَا، (قَوْلُهٗ : بَاطِلٌ وَّحَرَامٌ) لِوُجُوهٍ : مِنْهَا أَنَّهٗ نَذَرَ لِمَخْلُوقٍ، وَالنَّذْرُ لِلْمَخْلُوقِ لَا يَجُوزُ، لِأَنَّهٗ عِبَادَةٌ، وَالْعِبَادَةُ لَا تَكُونُ لِمَخْلُوقٍ، وَمِنْهَا أَنَّ الْمَنْذُورَ لَهٗ مَيِّتٌ، وَالْمَيِّتُ لَا يَمْلِكُ، وَمِنْهُ أَنَّهٗ ظَنَّ أَنَّ الْمَيِّتَ يَتَصَرَّفُ فِي الْأُمُورِ دُونَ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَاعْتِقَادُهٗ ذٰلِكَ كُفْرٌ .

”اولیا کے لیے نذرو نیاز کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کوئی کہے: اے میرے فلاں پیر! اگر میرا غائب رشتہ دار واپس آ گیا، میرا مریض شفایاب ہو گیا یا میرا کام ہو گیا، تو اتنا سونا، اتنی چاندی، اتنا کھانا، چراغ یا اتنا تیل آپ کی نذر کروں گا۔ یہ نذرو نیاز کئی وجوہ سے باطل اور حرام ہے: ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ مخلوق کے لیے نذرو نیاز ہے، حالانکہ نذرو نیاز عبادت ہے اور عبادت کسی مخلوق کے لیے جائز نہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ جس کے نام کی نذرو نیاز

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



دی جا رہی ہوتی ہے، وہ مردہ ہوتا ہے اور مردہ کسی چیز کا مالک نہیں بن سکتا۔ تیسری وجہ یہ کہ نذر ونیاز دینے والا اللہ کو چھوڑ کر یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ یہ ولی امور میں تصرف کرسکتا ہے، اس کا یہ اعتقاد کفر ہے۔''

(ردّ المحتار المعروف به الفتاوى الشامي: 439/2)

علامہ قاسم بن قطلو بغا رحمہ اللہ (879ھ) لکھتے ہیں:

مَا يُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالشَّمْعِ وَالزَّيْتِ وَغَيْرِهَا، وَيُنْتَقَلُ إِلٰى ضَرَائِحِ الْأَوْلِيَاءِ تَقَرُّبًا إِلَيْهِمْ، مُحَرَّمٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ.

''جو رقوم، شمعیں اور تیل وغیرہ اولیا کی قبروں پر ان کے تقرب کے لیے لائی جاتی ہیں، ان کے حرام ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(البحر الرّائق لابن نجيم: 298/2، الفتاوى الهنديّة المعروف به فتاوى عالمگيری: 216/1، حاشية الطّحطاوي، ص 378)

فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے:

اَلنَّذْرُ الَّذِي يَقَعُ مِنْ أَكْثَرِ الْعَوَامِّ بِأَنْ يَّأْتِيَ إِلٰى قَبْرِ بَعْضِ الصُّلَحَاءِ، وَيَرْفَعَ سِتْرَهٗ قَائِلًا: يَا سَيِّدِي فُلَانٌ! إِنْ قَضَيْتَ حَاجَتِي فَلَكَ مِنِّي مِنَ الذَّهَبِ مَثَلًا كَذَا، بَاطِلٌ إِجْمَاعًا.

''اکثر عوام جو اس طرح نذر مانتے ہیں کہ کسی نیک شخص کی قبر پر آ کر یوں فریاد کرتے ہیں: اے میرے فلاں پیر! اگر تو میری یہ ضرورت پوری کر دے، تو میری طرف سے اتنا سونا تیری نذر۔ یہ بالاجماع باطل ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری: 216/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



علامہ برکوی، علامہ ابوشامہ (665ھ) سے نقل کرتے ہیں:

ثُمَّ يَتَجَاوَزُونَ هٰذَا إِلٰى أَنْ يُّعَظِّمَ وَقْعَ تِلْكَ الْأَمَاكِنِ فِي قُلُوبِهِمْ، فَيُعَظِّمُونَهَا، وَيَرْجُونَ الشِّفَاءَ لِمَرْضَاهُمْ وَقَضَاءَ حَوَائِجِهِمْ، بِالنَّذْرِ لَهُمْ، وَهِيَ مِنْ بَيْنِ عُيُونٍ وَّشَجَرٍ وَّحَائِطٍ وَّحَجَرٍ.

”پھر یہ مشرکین اس سے بھی آگے بڑھتے ہیں اور اپنے دلوں میں ان مقامات کی تعظیم بٹھا لیتے ہیں۔ وہ ان جگہوں کی تعظیم بھی کرتے ہیں اور ان پر نذر و نیاز چڑھا کر اپنے بیماروں کی شفا اور اپنی حاجات کی برآوری کی امید بھی کرتے ہیں۔ ایسی جگہیں درختوں، پتھروں، باغات اور چشموں پر واقع ہوتی ہیں۔“

(زيارة القبور، ص 546-547)

## ایک تاویل اور اس کا جواب:

قارئین! اہل سنت کے علمائے کرام، کتبِ فقہ اور فقہائے احناف کے اقوال کی روشنی میں آپ نے بزرگوں کے نام کی نذر و نیاز کا حرام اور شرک ہونا ملاحظہ فرما لیا۔ اتنی وضاحت و صراحت کے باوجود بعض حضرات غیر اللہ کی نذر و نیاز کو تاویلات کی رو میں جائز کہنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، ملاحظہ کیجیے:

”کوئی کہتا ہے کہ یا حضور غوث پاک! آپ دُعا کریں، اگر میرا مریض اچھا ہو گیا، تو میں آپ کے نام کی دیگ پکاؤں گا۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ آپ میرے خدا ہیں، اس مریض کے اچھا ہونے پر میں آپ کی یہ عبادت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



کروں گا، بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں پلاؤ کا صدقہ کروں گا اللہ کے لیے۔ اس پر جو ثواب ملے گا، آپ کو بخشوں گا، جیسے کوئی شخص کسی طبیب سے کہے کہ اگر بیمار اچھا ہو گیا تو پچاس روپیہ آپ کی نذر کروں گا۔‘‘

(جاء الحق: 307/1)

جناب غلام رسول سعیدی صاحب اس کا جواب کچھ یوں دیتے ہیں:

’’آج کل جس طرح اَن پڑھ عوام اپنی حاجات میں اولیاء اللہ کی نذریں اور منتیں مانتے ہیں اور حاجات پوری ہونے کے بعد مزارات پر نذریں پیش کرتے ہیں۔ اور بعض لوگ اس کو لغوی نذر کہہ کر سندِ جواز پیش کرتے ہیں، اس کا قرآنِ مجید، احادیثِ صحیحہ اور آثارِ صحابہ میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔ کتب فتاویٰ میں اس نذر کو حرام کہا گیا ہے۔ یہ ایک خالص فقہی مسئلہ ہے۔ اس میں کتب فقہیہ کو چھوڑ کر بعض غیر معصوم اور غیر معروف صوفیوں کے اقوال اور احوال سے استدلال کرنا کوئی فقاہت نہیں ہے، بلکہ عدل و انصاف سے بعید ہے۔‘‘ (شرح صحیح مسلم: 543/4)

سعیدی صاحب نے واضح الفاظ میں بتایا کہ قرآن وسنت، افعالِ صحابہ کرام اور فقہ حنفی کے رُو سے بزرگوں کے نام کی نذر و نیاز حرام ہے۔

غور و فکر کا مقام ہے کہ جن افعال پر قرآن و حدیث نے کوئی نص قائم نہیں کی اور جن سے سلف صالحین، یعنی صحابہ و تابعین بے خبر تھے، انہیں شرعی جواز فراہم کرنا کہاں کی علمی دیانت ہے؟

عامۃ الناس جب گیارہویں دیتے ہیں، ان کی نیت میں نیاز پیش کرنا ہی ہوتا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



ہے۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ میں فلاں بزرگ کے نام کی دیگ پکاؤں گا، تو اس کا واضح مطلب ہوتا ہے کہ وہ اس کے نام کی نذر و نیاز دے گا اور نذر و نیاز عبادت ہے، جو غیر اللہ کے لیے قطعاً جائز نہیں ہے۔

جو احباب یہ کہتے ہیں کہ ایک طبیب کو علاج معالجہ پر اجرت دینے اور شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کے نام کی نیاز دینے میں کوئی فرق نہیں۔ان سے گزارش ہے کیا کبھی کسی نے طبیب کے نام پر دیگ پکائی اور صدقہ کر کے اس کا ثواب طبیب کو پہنچایا؟

## مُردوں کا تصرف :

ایک اعتقاد یہ بھی پایا جاتا ہے کہ مُردے سنتے، دیکھتے، اُمور میں تصرف کرتے، غیب جانتے، دعائیں سنتے اور نوازتے ہیں۔

احمد رضا خان صاحب (1340ھ) کہتے ہیں:

”سیدی عبد الوہاب اکابر اولیائے کرام میں سے ہیں۔حضرت سیدی احمد بدوی کبیر کے مزار پر ایک تاجر کی کنیز پر نگاہ پڑی۔وہ آپ کو پسند آئی۔ جب مزار شریف میں حاضر ہوئے، تو صاحب مزار نے ارشاد فرمایا: عبد الوہاب! وہ کنیز تمہیں پسند ہے؟ عرض کیا: ہاں! شیخ سے کوئی بات چھپانا نہیں چاہیے۔ارشاد فرمایا: اچھا ہم نے وہ کنیز تم کو ہبہ کی۔آپ سکوت میں ہیں کہ کنیز تو اس تاجر کی ہے اور حضور ہبہ فرماتے ہیں۔وہ تاجر حاضر ہوا اور اس نے وہ کنیز مزارِ اقدس کی نذر کی، خادم کو ارشاد ہوا۔انہوں نے آپ کی نذر کر دی۔(صاحب مزار نے) ارشاد فرمایا: اب دیر کاہے کی ہے؟ فلاں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



حجرہ میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو۔“

(ملفوظات احمد رضا، ص 275-276)

کیا آپ اسے بھی لغوی نذر قرار دے کر بدکاری کو عام کرنے میں ممد ومعاون بننا چاہیں گے؟ مذکورہ تمام چیزیں شریعت محمدیہ کے خلاف ہیں، مثلاً:

① اہل قبور سے گفتگو ہونا۔

② اہل قبور دلوں کے بھید سے واقف ہیں۔

③ قبر والے اُمورِ دنیا سرانجام دیتے ہیں۔

یہ عقائد قرآن، حدیث اور اہل سنت کے سخت مخالف تو ہیں ہی، ان سے فحاشی اور عریانی جیسے ”امور خیر“ بھی سرانجام دیے جاتے ہیں۔

## ایک اور تاویل :

مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب لکھتے ہیں :

”شامی (439/2) نے کتاب الصوم، بحث اموات میں اس طرح بیان فرمایا: بِأَنْ تَكُونَ صِيغَةُ النَّذْرِ لِلّٰهِ تَعَالٰى لِلتَّقَرُّبِ إِلَيْهِ، وَيَكُونَ ذِكْرُ الشَّيْخِ مُرَادًا بِهٖ فُقَرَائُهٗ. ”صیغہ نذر کا اللہ کی عبادت کے لیے ہو اور شیخ کی قبر پر رہنے والے فقرا اس کا مصرف ہوں۔“ یہ محض جائز ہے تو یوں سمجھو کہ یہ صدقہ اللہ کے لیے، اس کے ثواب کا ہدیہ روحِ شیخ کے لیے، اس صدقہ کا مصرف مزارِ بزرگ کے خدام فقراء جیسے کہ حضرت مریم کی والدہ نے مانی تھی کہ اپنے پیٹ کا بچہ خدایا تیرے لیے نذر کرتی ہوں، جو بیت المقدس کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



خدمت کے لیے وقف ہوگا۔نذر اللہ کی اور مصرف بیت المقدس۔''

(جاء الحق:307/1)

کہاں وہ نذر جو سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ نے اللہ تعالیٰ کے نام پر کی اور قرآنِ کریم نے بطور مدح اس کا ذکر کیا اور کہاں مُردوں کے نام کی وہ نذر و نیاز جو قرآن وسنت، اجماعِ امت، فقہائے احناف اور سب مسلمانوں کے نزدیک باطل اور حرام ہے۔سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ نے نذر مانی تھی کہ میرے بطن میں جو بچہ ہے، میں نے اسے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور مسجد اقصیٰ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا ہے۔انہوں نے یہ نذر پوری کی،تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ﴾(آل عمران : 37)

''چنانچہ اللہ نے ان کی نذر کو حسن قبولیت بخشا۔''

ع دل صاحب ادراک سے انصاف طلب ہے۔

## قبروں پر نذرونیاز اور حدیث نبوی :

رہا اللہ کے لیے نذر مان کر مجاوروں پر خرچ کرنا،تو یہ شرعاً ممنوع اور ناجائز ہے۔

سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نَذَرَ رَجُلٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «هَلْ كَانَ فِيهَا وَثَنٌ مِّنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟» قَالُوا : لَا، قَالَ :

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



«هَلْ كَانَ فِيهَا عِيدٌ مِّنْ أَعْيَادِهِمْ ؟»، قَالُوا : لَا، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «أَوْفِ بِنَذْرِكَ، فَإِنَّهٗ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ» .

''رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک شخص نے ''بوانہ'' نامی مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی۔ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں نے ''بوانہ'' نامی مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مان لی ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا اس جگہ جاہلیت کا کوئی استھان تھا، جس کی عبادت کی جاتی ہو؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: نہیں۔ فرمایا : کیا اس جگہ اہل جاہلیت کا کوئی میلہ لگتا تھا؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: اپنی نذر پوری کر لیں۔ اللہ کی نافرمانی میں کوئی نذر پوری کرنا جائز نہیں۔''

(سنن أبي داوٗد : 3313، المعجم الكبير للطّبراني : 2/75، 76، وسندهٗ صحيحٌ)

سیدنا کردم بن سفیان ثقفی رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ بیان کئے ہیں:

هَلْ بِهَا وَثَنٌ أَوْ عِيدٌ مِّنْ أَعْيَادِ الْجَاهِلِيَّةِ؟ .

''کیا اس جگہ کوئی بت یا کوئی جاہلی میلہ تھا؟''

(سنن أبي داوٗد : 3315، وسندهٗ حسنٌ)

ایک صحابیہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَذْبَحَ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا، مَكَانٌ كَانَ يَذْبَحُ فِيهِ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ، قَالَ : لِصَنَمٍ؟، قَالَتْ : لَا، قَالَ : لِوَثَنٍ؟، قَالَتْ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



: لَا، قَالَ : أَوْفِي بِنَذْرِكِ .

''میں نے فلاں جگہ پر جانور ذبح کرنے کی نذر مانی ہے۔ اس جگہ اہل جاہلیت جانور ذبح کرتے تھے۔آپ ﷺ نے پوچھا: وہ کسی بت کے لیے ذبح کرتے تھے؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: کسی مُورتی کے لیے ذبح کرتے تھے؟ عرض کیا: نہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی نذر پوری کر لیں۔''

(سنن أبي داوٗد: 3312، وسندهٗ حسنٌ)

معلوم ہوا کہ جن مقامات پر شرک اور کفر ہوتا ہو، وہاں جائز نذر پوری کرنا بھی ممنوع اور حرام ہو جاتا ہے، بلکہ شرک تک پہنچنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ان احادیث میں کسی جگہ نذر کو پورا کرنے کے لیے نبی اکرم ﷺ نے دو سوال پوچھے:

① کیا وہاں غیر اللہ کی عبادت ہوتی ہے؟

② کیا وہاں مشرکوں کا سالانہ اکٹھ یا میلہ ہوتا ہے؟

دونوں سوالوں کا جواب نفی میں ملنے پر آپ ﷺ نے وہاں نذر پوری کرنے کی اجازت دی۔ اگر ایک سوال کا جواب بھی اثبات میں مل جاتا، تو اجازت نہیں ملنی تھی، کیونکہ ایسا کرنا آپ ﷺ کی زبانی اللہ کی نافرمانی ہے۔کسی جگہ نذر پوری کرنے کے لئے یہی نبوی ضابطہ آج بھی برقرار ہے۔

اگر مان لیا جائے کہ بعض حضرات بزرگوں کی قبروں پر جو نذرونیاز پیش کرتے ہیں، اسے بزرگوں کی بجائے اللہ ہی کے نام کرتے ہیں، تو ایسا کرنا بھی حرام اور ممنوع ہے، چہ جائیکہ ان کی نیت ہی غیر اللہ کی نذرونیاز کی ہو۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



هٰذَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الذَّبْحَ بِمَكَانِ عِيدِهِمْ وَمَحَلِّ أَوْثَانِهِمْ مَعْصِيَةُ اللّٰهِ .

''معلوم ہوا کہ مشرکین کی میلہ گاہوں اور ان کے استھانوں پر جانور ذبح کرنا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔''

(اقتضاء الصّراط المستقیم :495/1)

نیز فرماتے ہیں :

إِذَا كَانَ تَخْصِيْصُ بُقْعَةِ عِيدِهِمْ مَحْذُورًا، فَكَيْفَ بِنَفْسِ عِيدِهِمْ؟

''جب مشرکین کے میلے کی جگہ پر جانور ذبح کرنا ممنوع ہے، تو خاص ان کے میلے میں جانور ذبح کرنا کیسے جائز ہو گیا؟''

(اقتضاء الصّراط المستقیم :497/1)

## تنبیہ نمبر ① :

احمد یار خان نعیمی صاحب نے مذکورۃ الصدر حدیث یوں ذکر کی ہے :

''مشکوٰۃ باب النذور میں ہے کہ کسی نے نذر مانی تھی کہ میں بوانہ مقام میں اونٹ ذبح کروں گا، تو فرمایا گیا کہ اگر کوئی وہاں بت وغیرہ نہ ہو، تو نذر پوری کرو۔'' (جاء الحق :308/1)

یعنی حدیث میں موجود میلے کے الفاظ ذکر ہی نہیں کیے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

## تنبیہ نمبر ② :

مفتی صاحب نے ایک حدیث یوں لکھی ہے :

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



"ایک شخص نے نذر مانی تھی کہ میں بیت المقدس میں چراغ کے لیے تیل بھیجوں گا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس نذر کو پورا کرو۔"

(جاء الحق: 1/307-308)

لیکن یہ روایت ذخیرۂ حدیث میں موجود نہیں۔ مفتی صاحب تو اب دنیا میں رہے نہیں کہ ان سے پوچھیں، ان کے حلقہ احباب سے البتہ گزارش کی جاسکتی ہے کہ یہ حدیث کہاں ہے؟ اگر ملے، تو مطلع کیجئے گا۔

آخر میں ایک گزارش بصد احترام کیا چاہتے ہیں کہ تقرب الٰہی کے لئے قبروں پر نذر و نیاز کو جائز قرار دینے سے قبر پرستی جیسی بہت سی خرابیاں جنم لے سکتی ہیں، جن کی مثالیں ہمارے معاشرے میں جا بجا مل جائیں گی۔ لہٰذا الحذر!

## نذر کی لغوی، عُرفی اور شرعی تقسیم:

نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

"مشکوٰۃ باب مناقب عمر میں ہے کہ بعض بیویوں نے نذر مانی تھی کہ اگر حضور علیہ السلام جنگِ اُحد سے بخیریت واپس آئے، تو میں آپ کے سامنے دَف بجاؤں گی۔ یہ نذر بھی عُرفی تھی نہ کہ شرعی، یعنی حضور کی خدمت میں خوشی کا نذرانہ۔ غرضیکہ لفظِ نذر کے دو معنیٰ ہیں: لغوی اور شرعی۔ لغوی معنیٰ سے نذر بزرگانِ دین کے لیے جائز ہے، بمعنیٰ نذرانہ۔ جیسے طواف کے دو معنیٰ ہیں: لغوی معنی اس کے پاس گھومنا اور شرعی رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾ "پرانے گھر کا طواف کریں۔" یہاں طواف شرعی معنی میں ہے اور فرماتا ہے: ﴿يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ آنٍ﴾ یہاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



طواف بمعنی لغوی ہے۔ آنا، جانا، گھومنا۔‘‘

(جاء الحق: 308/1)

اس حدیث میں کسی سیاہ رنگ کی لونڈی کی طرف سے یہ نذر ماننے کا ذکر ہے، لیکن نعیمی صاحب نے اس کا ترجمہ ’’بعض بیویوں‘‘ کر دیا ہے۔ اس حدیث کے الفاظ [بَعْضِ مَغَازِیهِ] کا ترجمہ ’’جنگِ اُحد‘‘ کرنا بھی غلط ہے۔

یہ روایت سنن ترمذی، مسند احمد وغیرہ میں آتی ہے۔

اسے ذکر کر کے امام بیہقی رحمہ اللہ (458ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا لِأَنَّهٗ أَمْرٌ مُّبَاحٌ، وَفِيهِ إِظْهَارُ الْفَرَحِ بِظُهُورِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُجُوعِهٖ سَالِمًا، فَأَذِنَ لَهَا فِي الْوَفَاءِ بِنَذْرِهَا، وَإِنْ لَّمْ يَجِبْ.

’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نذر کو پورا کرنے کی اجازت اس لیے دی کہ یہ ایک جائز کام تھا۔ اس سے مقصود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جیت اور صحیح و سلامت واپسی پر خوشی کا اظہار تھا۔ یہ نذر پوری کرنا اگرچہ ضروری نہیں تھا، لیکن آپ نے اسے پورا کرنے کی اجازت دے دی۔‘‘

(السّنن الصغیر، تحت الحدیث: 3209، السّنن الکبرٰی للبیهقي: 77/10)

شرعاً جائز نذر کو لغوی نذر قرار دے کر ناجائز اور حرام نذر کو جائز قرار دینا ظلم ہے۔ حدیث کے بارے میں محدثین کا فہم معتبر ہے۔ صحابیہ کا مقصد یہ تھا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحیح و سلامت اور مظفر و منصور واپس لوٹیں گے تو میں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت جلیلہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دف بجا کر خوشی کا اظہار کروں گی۔ اس کا اولیاء اللہ

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com



کے نام کی نذر ونیاز اور منت سے کیا تعلق؟ اس حدیث سے ''حضور کی خدمت میں خوشی کا نذرانہ'' ثابت کرنا کوتاہ فہمی کے سوا کچھ نہیں۔

طواف کو لغوی و شرعی میں تقسیم اگر کریں گے تو کل کلاں لغوی رکوع، لغوی سجدہ، لغوی نماز اور حج بھی مخلوق خدا کے ہاتھوں تخلیق ہو جائے گا، دلیل وہی ہو گی جو لغوی طواف کے لئے دی جاتی ہے۔

ممتاز اہل حدیث عالم، خواجہ محمد قاسم رحمہ اللہ (1997ء) فرماتے ہیں:

''مفتی صاحب کا یہ استدلال تب درست ہو سکتا ہے، اگر اولاً وہ یہ ثابت کر دیں کہ زندہ یا مردہ اولیاء کرام کی قبروں کا طواف لغوی معنوں میں جائز ہے یا لغوی معنوں میں انہیں سجدہ جائز ہے۔ مفتی صاحب نے لغوی لغوی کی رَٹ لگا رکھی ہے۔ بریلویوں کو چاہیے کہ اپنے عوام کو بتلا دیں کہ ان کے مذہب کا سارا تانا بانا لغوی ہے، شرعی نہیں۔ عبادات اور شرعی اصطلاحات کو لغوی معنی پہنا کر غیر اللہ کے لیے جائز کر دینے کو مذہبی تخریب کاری کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے؟ یہ دین کی خدمت نہیں، ہندوانہ سازش ہے۔''

(معرکہ حق و باطل، ص635)

جناب غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

''بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی حاجت کے وقت اولیاء اللہ کی نذر اس طرح مانے ؛'اے داتا! اگر تو نے میری یہ حاجت پوری کر دی تو میں تیرے لیے ایک بکرا پیش کروں گا۔' تو یہ نذر جائز ہے، کیونکہ یہ نذر لغوی ہے۔ اور جو نذر غیر اللہ کی حرام ہے، وہ نذرِ فقہی یا نذرِ شرعی ہے۔ اور نذرِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لغوی اور نذرِ شرعی میں ان لوگوں کے نزدیک صرف یہ فرق ہے کہ نذرِ شرعی میں اللہ کی نذر مانی جاتی ہے اور نذرِ لغوی میں اولیاء اللہ کی نذر مانی جاتی ہے۔ لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس طرح غیر اللہ کے لیے سجدہ، طواف، روزہ اور دیگر عبادات بھی جائز ہو جائیں گی، مثلاً کوئی شخص کسی ولی کو سجدہ کرے گا اور کہے گا کہ یہ لغوی سجدہ ہے، کوئی شخص کسی ولی کی قبر کا طواف کرے گا اور کہے گا کہ یہ لغوی طواف ہے اور کوئی شخص کسی ولی کے لیے روزے رکھے گا اور کہے گا کہ یہ لغوی روزہ ہے اور اسی طرح لغت کے سہارے غیر اللہ کے لیے تمام عبادات کا دروازہ کھل جائے گا، کیونکہ جس طرح نذر بالاتفاق عبادت ہے، لیکن لغوی نذر غیر اللہ کے لیے شرعاً مانی جا سکتی ہے، تو اسی طرح غیر اللہ کے لیے لغوی نماز پڑھی جا سکتی ہے، غیر اللہ کے لیے لغوی روزے رکھے جا سکتے ہیں اور لغوی حج کیے جا سکتے ہیں۔ علی ہذا القیاس!“

(شرح صحیح مسلم: 4/541-542)

## عجیب استدلال:

مفتی نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

”دیکھو! غیر اللہ کی قسم کھانا شرعاً منع ہے اور خود قرآنِ کریم اور نبی ﷺ نے غیر اللہ کی قسمیں کھائیں: ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ٭ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ﴾ وغیرہ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا: أَفْلَحَ، وَأَبِيهِ (اس کے باپ کی قسم! وہ کامیاب ہوگیا)۔ مطلب یہی ہے کہ شرعی قسم جس پر احکامِ قسم کفارہ وغیرہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



جاری ہو، وہ خدا کے سوا کسی کی نہ کھائی جاوے، مگر لغوی قسم جو محض تاکید کلام کے لیے ہو، وہ جائز۔ یہی نذر کا حال ہے۔"

(جاء الحق: 307/1)

سعیدی صاحب اس کا جواب دیتے ہیں اور کیا خوب دیتے ہیں :

"یہ دلیل متعدد وجود سے صحیح نہیں ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ چونکہ غیر اللہ کے لیے قسم کا ذکر قرآن اور حدیث میں آ گیا، اس لیے اس میں تاویل کی ضرورت ہے اور غیر اللہ کے لیے نذر ماننے کا ذکر قرآن و حدیث میں نہیں ہے، اس لیے اس کو تاویل سے غیر اللہ کے لیے جائز کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

(شرح صحیح مسلم : 542/4)

❀❀❀❀❀❀❀

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# نبی اکرم ﷺ کی قبر میں حاضری

نبی کریم ﷺ قبر میں میت کے پاس حاضر نہیں ہوتے، اس معنی پر دلالت کرنے والی کوئی صحیح حدیث ذخیرہ حدیث میں موجود نہیں، صحیح تو کیا ضعیف بھی نہیں ہے۔ سلف صالحین میں اس کا کوئی قائل نہیں رہا، لہٰذا یہ بدعی نظریہ ہے۔

قبر میں میت سے تین سوالات پوچھے جاتے ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے:

مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ ......؟

''اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال تھا؟''

(صحيح البخاري : 1374)

یہاں سے بعض نے استدلال کیا ہے کہ لفظ ''ہذا'' اشارہ قریب کے لیے آتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ قبر میں ہر میت کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ استدلال واضح خطا ہے، لغت عرب میں بیسیوں ایسی مثالیں موجود ہیں، جہاں ''ہذا'' اشارہ بعید کے لئے استعمال ہوا ہے۔

① سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کو نبیٔ اکرم ﷺ کی بعثت کی خبر پہنچی، تو انہوں نے اپنے بھائی سے کہا:

اِرْكَبْ إِلٰى هٰذَا الْوَادِي فَاعْلَمْ لِي عِلْمَ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهٗ نَبِيٌّ .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



"آپ مکہ جا کر اس شخص کا حال معلوم کریں، جو نبی ہونے کا دعویدار ہے۔"

(صحيح البخاري : 3861، صحيح مسلم : 2474)

اس حدیث میں سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ مکہ کو هٰذَا الْوَادِي اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو هٰذَا الرَّجُلُ کے الفاظ کے ساتھ تعبیر کر رہے ہیں، قبیلہ غفار اور مکہ میں اتنا فرق تو ہے کہ اسے قریب نہیں کہا جا سکتا! کہیں یوں تو نہیں مکہ خود سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر تھا؟ یا ایسا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو حاضر و ناظر تھے، لیکن وہ خبر لینے اپنے بھائی کو مکہ بھیج رہے تھے؟

② سیدنا عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

كُنَّا بِمَاءٍ مَمَرَّ النَّاسِ، وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا الرُّكْبَانُ فَنَسْأَلُهُمْ : مَا لِلنَّاسِ، مَا لِلنَّاسِ؟ مَا هٰذَا الرَّجُلُ؟ فَيَقُولُونَ : يَزْعُمُ أَنَّ اللّٰهَ أَرْسَلَهُ، أُوْحِيَ إِلَيْهِ، أَوْ : أَوْحَى اللّٰهُ بِكَذَا .

"ہم ایک شاہراہ اور چشمے کے پاس رہائش پذیر تھے، ہمارے پاس سے قافلے گزرتے، ہم ان سے لوگوں کے احوال دریافت کرتے اور پوچھتے، وہ آدمی کیسا ہے؟ لوگ جواب دیتے کہ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بھیجا ہے، اس کی طرف یہ وحی کی ہے۔"

(صحيح البخاري : 4302)

سیدنا عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ وغیرہ قافلوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق هٰذَا الرَّجُلُ کے الفاظ استعمال کر کے پوچھتے تھے، کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں حاضر تھے؟

③ ہرقل نے سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور کفارِ قریش سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بارے میں دریافت کیا:

أَيُّكُمْ أَقْرَبُ نَسَبًا بِهَذَا الرَّجُلِ الَّذِى يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ؟ ...... إِنِّي سَائِلٌ هٰذَا عَنْ هٰذَا الرَّجُلِ.

''اس داعی نبوت کا نسبی رشتہ دار کون ہے؟۔۔۔میں اس آدمی کے متعلق سوال جواب کرنا چاہتا ہوں۔''

(صحيح البخاري : 7، صحيح مسلم : 1773)

ذخیرہ حدیث میں اس کی بیسیوں مثالیں موجود ہیں، قبر میں سوال کے وقت ہذا بعید ہی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، خود نبی ﷺ حاضر نہیں ہوتے۔ دلائل ملاحظہ ہوں:

## دلیل نمبر①:

میت سے پوچھا جاتا ہے:

مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ، فَيَقُولُ: أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ.

''اس شخص یعنی محمد ﷺ کے بارے میں آپ کا عقیدہ کیا تھا؟ مؤمن کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔''

(صحيح البخاري : 1374)

اس حدیث میں هٰذَا الرَّجُلِ کی وضاحت محمد ﷺ کہہ کر کی گئی ہے، اگر آپ ﷺ وہاں حاضر ہوتے ہیں، تو پھر اس وضاحت کی کیا ضرورت؟

## دلیل نمبر②:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

يُقَالُ : مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ فِيكُمْ؟ فَيَقُولُ : مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَاءَ نَا بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَصَدَّقْنَاهُ .

”قبر میں کہا جائے گا: وہ شخص کون تھا، جو تم میں مبعوث ہوا؟ مؤمن کہے گا: وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، جو ہمارے پاس اللہ عزوجل کی طرف سے واضح آیات لے کر آئے تھے، ہم نے ان کی تصدیق کی تھی۔۔۔“

(مسند الإمام أحمد : 140/6، وسندهٗ صحيحٌ)

”ہذا“ حقیقت میں حاضر قریب کے لیے آتا ہے، مجازاً غیر حاضر کے لیے مستعمل ہو، تو قرینہ ضروری ہے، تو اس حدیث میں واضح اور صریح قرینہ موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قبر میں میت سے صرف پوچھا جاتا ہے، آپ قبر میں دکھائی نہیں دیتے ہیں۔

## دلیل نمبر ③:

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت سے کہا جاتا ہے:

مَاذَا تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ، يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟

قَالَ : مَنْ؟ .

”اس شخص، یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتے ہو؟، کافر و فاسق کہتا ہے: کون؟“ (مسند الإمام أحمد : 352/6، وسندهٗ صحيحٌ)

اسی روایت کے الفاظ ہیں کہ میت سے کہا جاتا ہے:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



مَاذَا تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ؟ قَالَ : أَيُّ رَجُلٍ؟ قَالَ : مُحَمَّدٌ .

''اس شخص کے متعلق آپ کا عقیدہ کیا تھا؟ وہ کہتا ہے: کون شخص؟ فرشتہ کہتا ہے: محمد ﷺ۔''

(مسند الإمام أحمد : 353/6، المعجم الكبير للطّبراني : 125/24، وسندهٗ صحيحٌ)

ظاہر ہے کہ نبی اکرم ﷺ قبر میں سوال کے وقت حاضر نہیں ہوتے ہیں، ورنہ مَنْ اور أَيُّ رَجُلٍ کا کیا معنی؟

## دلیل نمبر ④:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میت سے کہا جاتا ہے:

أَرَأَيْتَكَ هٰذَا الرَّجُلَ الَّذِي كَانَ فِيكُمْ مَاذَا تَقُولُ فِيهِ؟ وَمَاذَا تَشَهَّدُ بِهٖ عَلَيْهِ؟ فَيَقُولُ : أَيُّ رَجُلٍ؟ فَيُقَالُ : الَّذِي كَانَ فِيكُمْ، فَلَا يَهْتَدِي لِاسْمِهٖ حَتّٰى يُقَالَ لَهٗ : مُحَمَّدٌ ...... .

''اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے، جو آپ میں مبعوث ہوا تھا؟، اس کے بارے میں کیا کہتے ہو اور کیا گواہی دیتے ہو؟، وہ کہے گا: کون؟ اس سے کہا جائے گا، وہ جو آپ میں مبعوث ہوا تھا، وہ ان کا نام نہیں جان پائے گا، حتی کہ اسے کہا جائے گا: محمد (ﷺ) ......۔''

(صحيح ابن حبان : 3113، الأوسط للطّبراني : 2630، المستدرك للحاكم : 379/1، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام ابن حبان رحمہ اللہ (3113) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (380/1) نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



امام مسلم کی شرط پر "صحیح" کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

إِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

"اس کی سند حسن ہے۔" (مجمع الزّوائد: 3/51-52)

اس حدیث نے روزِ روشن کی طرح واضح کر دیا ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ کے متعلق قبر میں صرف پوچھا جاتا ہے، آپ ﷺ قبر میں موجود نہیں ہوتے۔

علامہ احمد قسطلانی رحمہ اللہ هٰذَا الرَّجُلُ کی تشریح میں بیان کرتے ہیں:

عَبَّرَ بِذٰلِكَ امْتِحَانًا لِئَلَّا يَتَلَقَّنَ تَعْظِيمَهٗ عَنْ عِبَارَةِ الْقَائِلِ، قِيلَ يُكْشَفُ لِلْمَيِّتِ حَتّٰى يَرَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهِيَ بُشْرٰى عَظِيمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِ إِنْ صَحَّ ذٰلِكَ، وَلَا نَعْلَمُ حَدِيثًا صَحِيحًا مَرْوِيًّا فِي ذٰلِكَ وَالْقَائِلُ بِهٖ إِنَّمَا اسْتَنَدَ لِمُجَرَّدِ أَنَّ الْإِشَارَةَ لَا تَكُونُ إِلَّا لِلْحَاضِرِ، لٰكِنْ يَحْتَمِلُ أَنْ تَكُونَ الْإِشَارَةُ لِمَا فِي الذِّهْنِ فَيَكُونُ مَجَازًا .

"نبی اکرم ﷺ کو هٰذَا الرَّجُلُ سے میت کے امتحان کے لیے تعبیر کیا گیا ہے تاکہ فرشتے کے کہنے سے وہ آپ ﷺ کی تعظیم سمجھ نہ پائے۔ ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ میت سے پردہ ہٹا دیا جاتا ہے اور وہ نبی کریم ﷺ کو دیکھ لیتی ہے۔ اگر یہ بات درست ہو، تو مؤمن کے لیے بہت بڑی بشارت ہے، لیکن ہم اس بارے میں ایک بھی صحیح حدیث نہیں جانتے۔ ان کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



استدلال صرف اسم اشارہ سے ہے کہ ہذا حاضر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ بھی احتمال ہے کہ اشارہ اس چیز کی طرف ہو جو ذہن میں موجود ہے۔ چنانچہ اسے مجاز کہیں گے۔''

(تحفة الأحوذي لمحمد عبد الرحمٰن المباركفوري : 4/155)

حافظ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

سُئِلَ هَلْ يُكْشَفُ لَهٗ حَتّٰى يَرَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجَابَ أَنَّهٗ لَمْ يَرِدْ حَدِيْثٌ وَإِنَّمَا إِدَّعَاهُ بَعْضُ مَنْ لَّا يُحْتَجُّ بِهٖ بِغَيْرِ مُسْتَنَدٍ سِوٰى قَوْلِهٖ : فِي هٰذَا الرَّجُلِ، وَلَا حُجَّةَ فِيهِ، لِأَنَّ الْإِشَارَةَ إِلَى الْحَاضِرِ فِي الذِّهْنِ .

''ابن حجر رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ کیا میت سے پردہ ہٹا دیا جاتا ہے، اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتی ہے؟ آپ رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ اس بارے میں کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی، بلکہ یہ چند ناقابل اعتبار لوگوں کا بے دلیل دعویٰ ہے، ان کی دلیل صرف یہ ہے کہ حدیث میں ''ہذا الرجل'' آیا ہے، لیکن یہ دلیل نہیں، کیونکہ یہاں اشارہ اس چیز کی طرف ہے، جو ذہن میں حاضر ہے۔''

(شرح الصّدور، ص 60)

ثابت ہوا کہ هٰذَا الرَّجُلُ سے یہ استدلال پکڑنا کہ میت کو قبر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرائی جاتی ہے، صریح خطا ہے۔

## بعض علماء کی خطا :

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مولانا زکریا صاحب لکھتے ہیں:

”مرنے کے بعد قبر میں سب سے پہلے سید الکونین ﷺ کی زیارت ہوگی۔“

(داڑھی کا وجوب، ص9)

یعقوب نانوتوی صاحب کہتے ہیں:

”بجائے ہمارے جنازے پر تشریف لانے کے حضور قبر میں ہی تشریف لائیں گے۔“ (قصص الاکابر از اشرف علی تھانوی، ص188)

مولانا انور شاہ صاحب نے بہر حال ان کا رد کیا ہے:

يَكْفِي الْعَهْدُ فَقَطْ وَلَا دَلِيْلَ عَلَى الْمُشَاهِدَةِ .

”یہاں عہد ذہنی کا معنی ہی کافی ہے، مشاہدہ پر کوئی دلیل نہیں۔“

(العَرف الشّذي : 450/2)

بقولِ شاہ صاحب، زکریا صاحب اور نانوتوی صاحب کی بات بے دلیل ہے۔

مَنْ فَارَقَ الدَّلِيْلَ ، فَقَدْ ضَلَّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلَ!

جو دلیل سے تہی دامن ہوتا ہے، صراط مستقیم سے بھٹک جاتا ہے۔

علامہ سندھی هٰذَا الرَّجُلُ کے تحت لکھتے ہیں:

أَيِ الرَّجُلُ الْمَشْهُوْرُ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ، وَلَا يَلْزَمُ مِنْهُ الْحُضُوْرُ، وَتَرْكُ مَا يُشْعِرُ بِالتَّعْظِيْمِ لِئَلَّا يَصِيْرَ تَلْقِيْنًا، وَهُوَ لَا يُنَاسِبُ مَوْضِعَ الْاِخْتِبَارِ .

”یعنی وہ آدمی جو آپ کے ہاں مشہور تھا، اس سے (نبی اکرم ﷺ کا قبر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



میں) حاضر ہونا لازم نہیں آتا۔ آپ ﷺ کا نام نہ لینا اس لیے ہے کہ تعظیم ظاہر نہ ہو اور یہ تلقین نہ بن جائے، امتحان کے مناسب یہی بات ہے۔"

(حاشية السّندي على ابن ماجه، تحت الحديث : 4258، حاشية السّندي على النّسائي : 97/4، تحت الحديث : 2052)

## فائدہ جلیلہ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سیاہ فام عورت مسجد میں جھاڑو دیتی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے غیر حاضر پایا تو اس کے بارے میں پوچھا، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا، وہ فوت ہوگئی ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

أَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُونِي قَالَ : فَكَأَنَّهُمْ صَغَّرُوا أَمْرَهَا أَوْ أَمْرَهُ فَقَالَ : دُلُّونِي عَلٰى قَبْرِهَا فَدَلُّوهُ، فَصَلّٰى عَلَيْهَا .

"آپ نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی؟ گویا انہوں نے اس کے معاملہ کو معمولی سمجھا، آپ ﷺ نے فرمایا، مجھے اس کی قبر کی رہنمائی کریں، صحابہ نے اس کی قبر پر رہنمائی کی، تو آپ ﷺ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔"

(صحيح البخاري : 1337، صحيح مسلم : 956، واللّفظ لهٗ)

اگر نبی اکرم ﷺ ہر میت کی قبر میں بوقت سوال حاضر ہوتے ہیں، تو آپ ﷺ کو اس عورت کے فوت ہونے کی اطلاع کیوں نہ تھی؟

## الحاصل:

نبی اکرم ﷺ وقتِ سوال قبر میں حاضر نہیں ہوتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# قبر پر اذان کی شرعی حیثیت

دفن کے بعد قبر پر اذان کہنا بدعت ہے، احادیث میں اس کی اصل نہیں اور نہ صحابہ کرام، تابعین عظام، ائمہ دین اور سلف صالحین کے زمانہ ہی میں اس کا وجود ملتا ہے۔

اگر یہ نیکی کا کام ہوتا یا میت کے لئے نفع مند ہوتا تو صحابہ ضرور ایسا کرتے، کیونکہ وہ سب سے بڑھ کر قرآن وسنت کے معانی، مفاہیم ومطالب اور تقاضوں کو سمجھتے اور ان کے مطابق اپنی زندگیاں گزارتے تھے۔

ائمہ اربعہ سے بھی اس کا جواز یا استحباب منقول نہیں، احناف کی امہات الکتب میں تو اس کا ذکر ہی نہیں ملتا البتہ بعض حنفی علماء نے اس کے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے اور اس کے بدعت ہونے پر صراحت کی ہے۔

① دُرِّ بحار میں ہے:

مِنَ الْبِدَعِ الَّتِي شَاعَتْ فِي بِلَادِ الْهِنْدِ الْأَذَانُ عَلَى الْقَبْرِ بَعْدَ الدَّفْنِ.

"ہندوستان میں عام ہونے والی بدعتوں میں سے ایک بدعت دفن کے بعد اذان کہنا بھی ہے۔" (منقول از جاء الحق: 318/1)

② محمود بلخی کہتے ہیں:

اَلْأَذَانُ عَلٰی قَبْرٍ لَيْسَ بِشَيْءٍ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



’’قبر پر اذان کہنا کچھ نہیں ہے۔‘‘

(منقول از جاء الحق:1/318)

③ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

’’میت کو قبر میں داخل کرتے وقت مروّج اذان سنت نہیں، حافظ ابن حجر مکی نے اس کے بدعت ہونے کی صراحت کی ہے اور فرمایا ہے کہ جس نے اسے بچے کے کان میں اذان دینے پر قیاس کرتے ہوئے اسے سنت سمجھا، تا کہ خاتمہ ابتدا سے مماثلت اختیار کر جائے، وہ درستی کو نہیں پہنچا۔‘‘

(فتاوی شامی:2/235، جاء الحق:1/317-318)

## تنبیه:

شامی صاحب نے بعض شوافع کی کتب سے اذان کے مواقع ذکر کیے ہیں، ان میں سے ایک میت کو قبر میں اتارتے وقت کی اذان کا ذکر کیا ہے، ساتھ لکھا ہے:

لٰكِنْ رَدَّهُ ابْنُ حَجَرٍ فِي شَرْحِ الْعُبَابِ.

’’لیکن ابن حجر (مکی) نے ’’شرح العباب‘‘ میں اس کا رد کیا ہے۔‘‘

تو نعیمی صاحب نے لکھا:

’’اولاً تو ابن حجر (مکی) شافعی ہیں، بہت سے علما جن میں بعض احناف بھی شامل ہیں، فرماتے ہیں کہ اذان قبر سنت ہے اور امام ابن حجر شافعی اس کی تردید کرتے ہیں، تو بتاؤ کہ حنفیوں کو مسئلہ جمہور پر عمل کرنا ہوگا کہ قول شافعی پر۔‘‘

(جاء الحق:1/316)

شامی صاحب نے شوافع کی کتاب سے میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کا ذکر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



کیا ہے، نہ کہ قبر پر اذان کا، ساتھ ہی ابنِ حجر مکی کا انکار و رد ذکر کر دیا، اگر ابن حجر مکی شافعی ہیں، تو قبر میں اتارتے وقت اذان بھی تو شوافع کی بعض کتب میں ہے؟ رہا یہ کہنا:

"بہت سے علما جن میں بعض احناف بھی شامل ہیں، فرماتے ہیں کہ اذانِ قبر سنت ہے اور امام ابن حجر (مکی) شافعی اس کی تردید کرتے ہیں۔"

تو ہم کہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں کوئی ایک بھی حنفی عالم پیش نہیں کیا جا سکتا۔

## فائدہ:

احمد رضا خاں صاحب نے اس مسئلہ پر إِيْذَانُ الْأَجْرِ فِي أَذَانِ الْقَبْرِ کے نام سے رسالہ لکھا ہے، جس میں وہ "حسن" یا "صحیح" تو در کنار کوئی "ضعیف" اور "موضوع" روایت بھی پیش نہیں کر سکے، جس سے یہ ثابت ہوتا ہو۔

## دلائل اور ان کا جائزہ:

یاد رہے کہ عمومی دلائل سے اس کا ثبوت پیش کرنا درست نہیں، کیونکہ بدعات یا تو عمومی دلائل کے تحت آتی ہی نہیں یا ان سے مستثنیٰ ہوتی ہیں۔

## دلیل نمبر①

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نَزَلَ آدَمُ بِالْهِنْدِ فَاسْتَوْحَشَ، فَنَزَلَ جِبْرِيلُ فَنَادٰى بِالْأَذَانِ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ، فَقَالَ لَهٗ: وَمَنْ مُحَمَّدٌ هٰذَا؟ فَقَالَ: هٰذَا آخِرُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَلَدِكَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ .

”آدم علیہ السلام (جنت سے) ہندوستان میں اترے اور وحشت زدہ ہو گئے، پھر جبریل علیہ السلام اترے اور اذان کہی: اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا تو آدم علیہ السلام نے کہا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ جبریل نے کہا: آپ کی اولاد میں سے آخری نبی ہیں۔“

(حلية الأولياء للأصبهاني : 107/5، تاريخ دِمَشق لابن عساكر : 437/7)

① روایت ”ضعیف“ ہے،

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ مَجَاهِيلُ . ”اس میں کئی مجہول ہیں۔“

(فتح الباري : 79/2)

② علی بن بہرام بن یزید کوفی کی توثیق نہیں مل سکی۔

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لَمْ أَعْرِفْهُ .

”میں اسے نہیں پہچانتا۔“(مجمع الزّوائد : 87/8)

③ اس روایت میں قبر پر اذان کا اشارہ تک نہیں۔

## دلیل نمبر②

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَآنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَزِيْنًا، فَقَالَ : يَا ابْنَ أَبِي

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



طَالِبٍ! اِنِّي أَرَاكَ حَزِيْنًا، فَمُرْ بَعْضَ أَهْلِكَ يُؤَذِّنُ فِي أُذُنِكَ، فَاِنَّهٗ دَرْءُ الْهَمِّ.

''مجھے نبی کریم ﷺ نے غمگین دیکھا تو فرمایا: ابو طالب کے بیٹے! میں آپ کو غمگین دیکھتا ہوں، اپنے کسی گھر والے کو حکم دیں کہ وہ آپ کے کان میں اذان کہے کیونکہ اذان غموں کا مداوا ہے۔''

(كنز العُمّال للهندي: 685/2، وفي نسخة: 657/2، ح: 5000، مسند الفردوس بحوالہ جاء الحق: 314)

جھوٹی روایت ہے۔

① ابو عبدالرحمٰن محمد بن حسین سلمی متہم ہے۔

② عبداللہ بن موسیٰ بن حسن سلامی کے بارے میں خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي رِوَايَاتِهٖ غَرَائِبُ وَّمَنَاكِيْرُ وَّعَجَائِبُ.

''اس کی مرویات غریب، منکر اور تعجب خیز ہیں۔''

(تاریخ بغداد: 383/11)

نیز لکھتے ہیں:

كَانَ صَحِيْحَ السَّمَاعَاتِ، إِلَّا أَنَّهٗ كَتَبَ عَمَّنْ دَبَّ وَدَرَجَ مِنَ الْمَجْهُوْلِيْنَ وَأَصْحَابِ الزِّوَايَا، قَالَ: وَكَانَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَنْدَةَ الْأَصْبَهَانِيُّ الْحَافِظُ سَيِّءُ الرَّأْيِ فِيهِ، وَمَا أَرَاهُ كَانَ يَتَعَمَّدُ الْكَذِبَ فِي فَضْلِهٖ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



”اس کی سماعات صحیح ہیں، مگر مجہولین اور گوشہ نشینوں میں سے جو ہاتھ چڑھتا، اس سے بیان کر دیتا تھا، حافظ ابو عبداللہ بن مندہ اصبہانی رحمہ اللہ اسے برا سمجھتے تھے، کہتے کہ یہ فضیلت میں جان بوجھ کر جھوٹ بولتا تھا۔“

(تاریخ بغداد: 383/11)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

رَوٰی حَدِیْثًا مَا لَهٗ أَصْلٌ .

”اس نے ایک بے سند روایت بیان کی ہے۔“

(میزان الاعتدال: 508/2)

③ فضل بن عباس یا ”عیاش“ کوفی کون ہے؟

④ حفص بن غیاث ”مدلس“ ہیں۔

⑤ اس میں قبر پر اذان کا ذکر تک نہیں ہے۔

## دلیل نمبر③

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا رَأَیْتُمُ الْحَرِیقَ فَکَبِّرُوا؛ فَإِنَّ التَّکْبِیرَ یُطْفِئُهٗ .

”آگ دیکھیں تو تکبیر کہیں، کیونکہ اللہ اکبر اسے بجھا دیتا ہے۔“

(عمل الیوم واللّیلة لابن السنّي: 295-298، الدّعاء للطّبراني: 1266)

① من گھڑت ہے، قاسم بن عبداللہ بن عمر ”متروک“ ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اسے جھوٹا کہا ہے۔

(تقریب التّهذیب لابن حجر: 5468)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



الدعا للطبرانی رحمہ اللہ (1266-1267) میں اس کی متابعت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عمر نے کی ہے، وہ بھی ''کذاب'' ہے، حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے ''متروک'' کہا ہے۔

(تقریب التھذیب: 3922)

الکامل لابن عدی (1469/4، وفی نسخۃ: 151/4) اور الدعوات الکبیر للبیہقی (238) میں متابعتاً ابن لہیعہ کی روایت آئی ہے، اس میں ابن لہیعہ (ضعیف عند الجمہور) کی تدلیس ہے، ابن ابی مریم کہتے ہیں:

''اس حدیث کو ابن لہیعہ نے ہمارے ایک ساتھی زیاد بن یونس حضرمی سے سنا، وہ قاسم بن عبداللہ بن عمر سے بیان کرتے ہیں، ابن لہیعہ اسے مستحسن عمل خیال کرتا تھا، پھر اس نے کہا، اسے وہ عمرو بن شعیب سے بیان کرتا ہے۔''

(الضّعفاء الکبیر للعقیلي: 296/2)

ثابت ہوا کہ یہ متابعت اس سند کی ہے، جس میں قاسم بن عبداللہ ''کذاب'' موجود ہے۔

## دلیل نمبر④

سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ دفن ہوئے، ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح بیان کی، لوگوں نے بھی دیر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تسبیح بیان کی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑائی بیان کی، لوگوں نے بھی بڑائی بیان کی، پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ نے تسبیح کیوں بیان کی، فرمایا:

لَقَدْ تَضَايَقَ عَلٰى هٰذَا الرَّجُلِ الصَّالِحِ قَبْرُهٗ حَتّٰى فَرَّجَهُ اللّٰهُ عَنْهُ.

''اللہ کے اس نیک بندے پر قبر تنگ ہو گئی تھی، اب اللہ عزوجل نے اسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فراخ کر دیا ہے۔‘‘

(مسند الإمام أحمد : 360/3، ح : 14934، 377/3، ح : 15094)

سند ’’ضعیف‘‘ ہے، محمود بن عبدالرحمٰن بن عمرو بن جموح کی توثیق ثابت نہیں۔

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَالَ الْحُسَيْنِيُّ : فِيهِ نَظَرٌ، قُلْتُ : وَلَمْ أَجِدْ مَنْ ذَكَرَهُ غَيْرَهُ .

’’حسینی نے کہا ہے کہ اس میں نظر ہے، میں کہتا ہوں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ ان کے علاوہ کسی اور نے اسے ذکر کیا ہو۔‘‘

(مَجمع الزّوائد : 46/3)

## دلیل نمبر ⑤

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ، وَلَهُ ضُرَاطٌ، حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِينَ .

’’جب نماز کے لیے اذان کہی جاتی ہے، تو شیطان گوز مارتا ہوا پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے تا کہ وہ اذان نہ سنے۔‘‘

(صحيح البخاري : 608، صحيح مسلم : 389)

یہاں مطلق اذان کا ذکر نہیں، بلکہ نماز کے لیے اذان کا ذکر ہے، لہٰذا اس سے قبر پر اذان کا جواز ثابت کرنا درست نہیں، کیونکہ شریعتِ مطہرہ میں قبر پر اذان کا ثبوت نہیں ملتا، نہ ہی صحابہ و تابعین، تبع تابعین اور ائمہ اسلام کی زندگیوں میں اس کا ثبوت ملتا ہے، لہٰذا اس کے بدعت ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



اس پر کوئی دلیل نہیں کہ شیطان قبر میں انسان کو ورغلاتا ہے، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے کہ انہوں نے ایک میت کے دفن کے بعد یہ الفاظ کہے:

اَللّٰهُمَّ أَجِرْهَا مِنَ الشَّيْطَانِ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ .

''اے اللہ! اسے شیطان کے وسوسے اور قبر کے عذاب سے محفوظ فرما۔''

(سنن ابن ماجه : 1553)

اس کی سند ضعیف ہے۔

① حماد بن عبد الرحمٰن ضعیف ہے۔

② ادریس بن صبیح اودی مجہول ہے۔

اسے امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 264/2)

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

«وَأَمِنَ الْفَتَّانَ» فَسَّرَهُ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْحُمَيْدِيُّ، فَقَالَ : اَلْفَتَّانُ : الشَّيْطَانُ، لِأَنَّهُ يُفْتِنُ النَّاسَ بِخَدْعِهِ وَتَزْيِينِهِ الْمَعَاصِي، وَلَا أَرٰى لِهٰذَا التَّفْسِيرِ وَجْهًا؛ لِأَنَّ الْحِكَايَةَ عَمَّا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَلَيْسَ لِلشَّيْطَانِ فِيمَا بَعْدَ الْمَوْتِ عَمَلٌ، وَإِنَّمَا الْمَعْنٰى : أَمِنَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ .

''(وہ فتان سے محفوظ رہتا ہے) اس کی تفسیر میں ابو عبد اللہ حمیدی کہتے ہیں: ''فتان سے مراد شیطان ہے، کیونکہ لوگ فتنے کا شکار تب ہی ہوتے ہیں،

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



جب انہیں شیطان بہکاوا دیتا ہے اور گناہوں کو مزین کر کے دکھاتا ہے۔''
مجھے اس تفسیر پر کوئی دلیل نظر نہیں آتی، کیونکہ یہ الفاظ موت کے بعد کے بارے میں ہے، جبکہ مرنے کے بعد شیطان کا کوئی عمل دخل نہیں رہتا۔ لہٰذا ان الفاظ کی درست تفسیر ہے: وہ قبر کے فتنے سے محفوظ رہتا ہے۔''

(کشف المُشْکِل عن حدیث الصّحیحین : 36/4)

## دلیل نمبر⑥

قبر پر اذان کو تلقین پر قیاس کیا گیا ہے، قبر پر تلقین شیعہ کا شعار ہے، جو کہ دلائل شرعیہ سے ثابت بھی نہیں، ایک بدعت پر قیاس کرنا کیونکر جائز ہوا؟

قارئین! ان دلائل کو بار بار پڑھیں، پھر نعیمی صاحب کی عبارات پر غور کریں:

''مسلمان میت کو قبر میں دفن کر کے اذان دینا اہل سنت کے نزدیک جائز ہے جس کے بہت سے دلائل ہیں۔'' (جاء الحق :310/1)

نیز لکھتے ہیں:

''قبر پر بعد دفن اذان دینا جائز ہے، احادیث اور فقہی عبارات سے اس کا ثبوت ہے۔'' (جاء الحق :311/1)

وہ احادیث اور فقہی عبارات کہاں ہیں؟ ہمیں تو نہیں ملیں، ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ کتب احناف بلکہ مذاہبِ اربعہ میں بھی اس کا نام ونشان تک نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# قبروں کی مجاوری

قبروں کی تعظیم میں غلو بہت سے اعتقادی اور اخلاقی فتنے جنم دے چکا ہے۔قبروں اور مزارات پر مشرکانہ عقائد و اعمال اور کافرانہ رسوم و رواج اس قدر رواج پا رہی ہیں کہ بعض لوگوں نے اولیا و صالحین کی قبریں سجدہ گاہ بنا لی ہیں۔

لوگ طلبِ حاجات کے لیے ان پر مراقبہ اور مجاہدہ کرتے نظر آتے ہیں، مشکلات میں ان کی پکار کرتے ہیں اور ان سے فریادیں کرتے ہیں، ان سے ڈرتے ہیں اور انہی سے امیدیں وابستہ کرتے ہیں۔ ان پر چڑھاوے دیتے ہیں، منت اور نذرانے پیش کرتے ہیں۔ وہاں موجود مجاور زائرین کو صاحبِ قبر کے متعلق جھوٹی حکایات اور کرامات سناتے ہیں۔

اور لوگ جہالت کے باعث ان کی باتوں میں آجاتے ہیں اور اپنا ایمان برباد کر بیٹھتے ہیں، شیطان نے قبر پرستی اور اولیا پرستی کے حوالے سے وہ تمام وسائل و ذرائع مہیا کر رکھے ہیں، جن کی بنیاد پر شرک و بدعت کی گاڑی چلتی ہے اور ایمان کے سودے ہوتے ہیں۔

قبروں پر مجاور بن کر بیٹھنا بھی انہی وسائل میں سے ہے۔ یہ منکر اور بدعت ہے۔ مشرکین اپنے بتوں کی دیکھ بھال اور نگرانی اسی طرح کرتے تھے، جیسا کہ

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



﴿إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ۞ قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ﴾ (الشّعراء : 70-71)

''ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے سوال کیا کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو یہ کیا ہیں؟، کہنے لگے : ہم بتوں کے پجاری اور ان کے مجاور ہیں۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ۞﴾ (الأنبياء : 52)

''ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا : کیا ہیں یہ مورتیاں، جن کے تم مجاور بنے بیٹھے ہو؟''

❁ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلَىٰ قَوْمٍ يَّعْكُفُونَ عَلَىٰ أَصْنَامٍ لَّهُمْ قَالُوا يَا مُوسَى اجْعَلْ لَنَا إِلٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ﴾ (الأعراف : 138)

''ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار اتارا، تو ایک بتوں کی مجاور قوم پر جا اترے، بنی اسرائیل کہنے لگے : موسیٰ! ان کی طرح ہمیں بھی کوئی معبود بنا دیں، موسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے : آپ بہت بڑے جاہل ہو!''

اس آیت کی تفسیر میں ایک حدیث ملاحظہ ہو:

❁ سنان بن ابی سنان دؤلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں :

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



إِنَّهُ سَمِعَ أَبَا وَاقِدٍ اللَّيْثِيَّ يَقُولُ ـ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ : لَمَّا افْتَتَحَ رَسُولُ اللّٰهِ مَكَّةَ، خَرَجَ بِنَا مَعَهُ قِبَلَ هَوَازِنَ، حَتّٰى مَرَرْنَا عَلٰى سِدْرَةِ الْكُفَّارِ، سِدْرَةٌ يَّعْكُفُونَ حَوْلَهَا، وَيَدْعُونَهَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ، قُلْنَا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اجْعَلْ لَّنَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتُ أَنْوَاطٍ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَللّٰهُ أَكْبَرُ، إِنَّهَا السُّنَنُ، هٰذَا كَمَا قَالَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ لِمُوسَى : اِجْعَلْ لَّنَا إِلٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ، قَالَ : إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّكُمْ لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ .

''میں نے صحابی رسول سیدنا ابو واقد رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا، تو آپ ہمیں اپنے ساتھ قبیلہ ہوازن کی طرف لے گئے۔ ہم کفار کی ایک بیری کے درخت کے پاس سے گزرے، جس کے پاس وہ مجاوری کرتے تھے اور اسے ''ذاتِ انواط'' کا نام دیتے تھے۔ ہم نے کہا: اللہ کے رسول! جس طرح کفار کی ذاتِ انواط ہے، اسی طرح ہمارے لیے بھی ایک ذاتِ انواط مقرر کر دیجیے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر! یہ سابقہ اُمتوں کے طریقے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہمارے لیے بھی معبود بنا دیں، جیسے کفار کے معبود ہیں اور اس پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا: آپ لاعلم لوگ ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

آپ اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقے پر ضرور چلیں گے۔''

(صحیح ابن حبان: 6702، وسندهٗ صحیحٌ)

علامہ شاطبی رحمہ اللہ (790ھ) لکھتے ہیں:

صَارَ حَدِيثُ الْفِرَقِ بِهٰذَا التَّفْسِيرِ صَادِقًا عَلٰى أَمْثَالِ الْبِدَعِ الَّتِي تَقَدَّمَتْ لِلْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى، وَأَنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ تَبْتَدِعُ فِي دِينِ اللّٰهِ مِثْلَ تِلْكَ الْبِدَعِ، وَتَزِيدُ عَلَيْهَا بِبِدْعَةٍ لَّمْ تَتَقَدَّمْهَا وَاحِدَةٌ مِّنَ الطَّائِفَتَيْنِ.

''اس تفسیر کے ساتھ فرقوں والی حدیث ان بدعات پر صادق آتی ہے جن کا ارتکاب یہود ونصاریٰ پہلے سے کرتے آ رہے ہیں، نیز معلوم ہوا کہ یہ اُمت بھی اللہ کے دین میں ایسی بدعات کا ارتکاب کرے گی بلکہ ایک زائد ایسی بدعات میں بھی مبتلا ہو گی، جن کا ارتکاب یہود ونصاریٰ نے نہیں کیا۔''

(الاعتصام: 245/2)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

مِنَ الْمُحَرَّمَاتِ الْعُكُوفُ عِنْدَ الْقَبْرِ، وَالْمُجَاوَرَةُ عِنْدَهٗ، وَسَدَانَتُهٗ، وَتَعْلِيقُ السُّتُورِ عَلَيْهِ، كَأَنَّهٗ بَيْتُ اللّٰهِ الْكَعْبَةُ.

''قبر پر اعتکاف، اس کی مجاوری، اس کی خدمت، اس پر خانہ کعبہ بیت اللہ کی طرح چادریں چڑھانا، سب حرام ہے۔''

(اقتضاء الصّراط المستقیم، ص 267)

نیز فرماتے ہیں:

www.KitaboSunnat.com



أَمَّا الْعُكُوفُ وَالْمُجَاوِرَةُ عِنْدَ شَجَرَةٍ أَوْ حَجَرٍ، تِمْثَالٍ أَوْ غَيْرِ تِمْثَالٍ، وَالْمُجَاوَرَةُ عِنْدَ قَبْرِ نِبِيٍّ أَوْ غَيْرِ نَبِيٍّ، أَوْ مَقَامِ نَبِيٍّ أَوْ غَيْرِ نَبِيٍّ، فَلَيْسَ هٰذَا مِنْ دِينِ الْمُسْلِمِينَ، بَلْ هُوَ مِنْ جِنْسِ دِينِ الْمُشْرِكِينَ.

''کسی شجر وحجر یا مورتی وغیرہ کے پاس اعتکاف کرنا اور کسی نبی یا غیر نبی کی قبر یا نبی یا غیر نبی کے مقام پر مجاور بن کر بیٹھنا، ان کاموں کا مسلمانوں کے دین سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ یہ مشرکین کے دین سے تعلق رکھنے والی چیزیں ہیں۔''

(اقتضاء الصّراط المستقیم، ص 365)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

مِنْهَا تَعْظِيمُهَا الْمُوقِعُ فِي الِافْتِتَانِ بِهَا، وَمِنْهَا اتِّخَاذُهَا عِيدًا، وَمِنْهَا السَّفَرُ إِلَيْهَا، وَمِنْهَا مُشَابَهَةُ عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ بِمَا يُفْعَلُ عِنْدَهَا، مِنَ الْعُكُوفِ عَلَيْهَا، وَالْمُجَاوَرَةِ عِنْدَهَا، وَتَعْلِيقِ السُّتُورِ عَلَيْهَا وَسَدَانَتِهَا، وَعُبَّادُهَا يُرَجِّحُونَ الْمُجَاوَرَةَ عِنْدَهَا عَلَى الْمُجَاوَرَةِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَيَرَوْنَ سَدَانَتَهَا أَفْضَلَ مِنْ خِدْمَةِ الْمَسَاجِدِ.

''قبر پرستی کی خرابیوں میں سے یہ بھی ہے کہ ان کی ایسی تعظیم کی جاتی ہے جو انسان کو شرک و بدعت میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اسی طرح انہیں میلہ گاہ بنانا، ان کی طرف سفر کرنا، قبروں کے پاس وہ کام بھی کیے جاتے ہیں جو بت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پرستی سے مشابہ ہیں، مثلاً ان پر اعتکاف کرنا، ان کے پاس مجاور بن کر بیٹھنا، ان پر پردے لٹکانا، ان کی خدمت کے لیے وقف ہونا وغیرہ۔ قبر پرست قبروں کی مجاوری کو بیت اللہ کی مجاوری پر ترجیح دیتے ہیں اور ان کا یہ نظریہ ہے کہ قبروں کی خدمت بیت اللہ کی خدمت سے افضل ہے۔''

(إغاثة اللّهفان :197/1)

مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب (1391ھ) لکھتے ہیں:

''مجاور بننا تو جائز ہے۔ مجاور اسی کو تو کہتے ہیں جو قبر کا انتظام رکھے، کھولنے بند کرنے کی چابی اپنے پاس رکھے وغیرہ وغیرہ۔ یہ صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ مسلمانوں کی والدہ حضور علیہ السلام کی قبر انور کی منتظمہ اور چابی والی تھیں۔ جب صحابہ کرام کو زیارت کرنی ہوتی تو ان سے کھلوا کر زیارت کرتے۔ دیکھو مشکوٰۃ باب الدفن، آج تک روضہ مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والسلام پر مجاور رہتے ہیں، کسی نے ان کو ناجائز نہ کہا۔''

(جاء الحق :293/1)

نعیمی صاحب کی یہ توجیہات خلاف واقعہ تو ہیں ہی، ان میں گستاخی کا پہلو بھی پایا جاتا ہے، مثلاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مجاور کہنا توہین کے زمرے میں آتا ہے، روضہ رسول پر مجاور نہیں رہتے، یہ خلاف واقعہ ہے۔

رہا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا صحابہ کے لیے حجرہ کھول دینا، تو اس کا مجاوری سے کوئی تعلق نہیں، وہ ان کا اپنا حجرہ تھا، اس میں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے بھی رہائش پذیر تھیں، وہ اپنے حجرے کو کھول سکتی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر آپ کے حجرے میں اس لئے بنائی گئی کہ اللہ کا حکم یہی تھا۔ اسے مجاوری سے تشبیہ دینا تو انصاف نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آج کل مزاروں اور آستانوں جو پر ملنگ بیٹھے ملتے ہیں، یہ کفار کی عادت ہے۔ دین محمد ﷺ سے اس کا تعلق نہیں۔

آخر میں مشکوۃ کی وہ روایت جس کی طرف نعیمی صاحب نے اشارہ کیا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے قاسم بن محمد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَةَ، فَقُلْتُ: یَا أُمَّهْ! اِكْشِفِي لِي عَنْ قَبْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَیْهِ، فَكَشَفَتْ عَنْ ثَلَاثَةِ قُبُورٍ، لَا مُشْرِفَةٍ وَّلَا لَاطِئَةٍ، مَبْطُوحَةٍ بِبَطْحَاءِ الْعَرْصَةِ الْحَمْرَاءِ.

''میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور عرض کیا: امی جان! میرے لیے رسولِ اکرم ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں (سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کی قبریں کھولیں (یعنی اپنا حجرہ کھولیں)، تو انھوں نے میرے لیے تینوں قبریں کھولیں۔ نہ وہ اونچی تھیں اور نہ بالکل زمین کے ساتھ برابر تھیں۔ میدان کی سرخ کنکریاں ان پر بچھی ہوئی تھیں۔''

(سنن أبي داود: 3220، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (369/1) نے اس اثر کو ''صحیح'' کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔اس کے راوی عمرو بن عثمان بن ہانی کو امام ابنِ حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات'' (478/8) میں ذکر کیا ہے اور امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کی روایت کی تصحیح کر کے اس کی توثیق کر دی ہے، لہٰذا یہ ''حسن الحدیث'' ہے۔

اس میں مجاوری کا ثبوت تو کہیں دکھائی نہیں دیتا، البتہ اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی قبریں نہ بلند تھیں اور نہ پکی تھیں، بلکہ زمین سے تھوڑی سی اونچی اور کچی تھیں۔ ان پر کوئی چادر وغیرہ نہیں ڈالی گئی تھی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا انہیں کھولنا مجاوری کا ثبوت نہیں بن سکتا، کیونکہ یہ قبریں تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھیں، نہ کہ سیدہ عائشہ نے ان پر پڑاؤ کیا تھا، اب کوئی دیکھنا چاہے، تو ان قبروں کو کھولنا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذمہ داری تھی، جو انہیں نبھانا ہی تھی۔ سو وہ نبھاتی رہیں، رضی اللہ عنہا۔

نعیمی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''حضرت حسن ابن حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا۔ ضَرَبَتِ امْرَأَتُهُ الْقُبَّةَ عَلٰی قَبْرِهٖ سَنَةً. تو ان کی بیوی نے ان کی قبر پر ایک سال تک قبہ ڈالے رکھا۔'' (جاء الحق: 285/1)

نعیمی صاحب لغت عرب سے تو واقف ہیں، خوامخواہ ہم ان سے بدظن نہیں ہوتے، البتہ یہاں وہ ''القبہ'' کا ترجمہ نہیں جان پائے، اسی لئے اسے موجودہ دور کا قبہ سمجھ لیا، حالانکہ یہاں ''قبہ'' سے مراد خیمہ ہے۔

دوسرے یہ ہے کہ یہ روایت صحیح البخاری میں تعلیقاً آئی ہے۔

(صحيح البخاري: 1330)

اور اس کی سند میں محمد بن حمید رازی جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔ اس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یہ ''ضعیف'' ہے۔

(تقريب التّهذيب: 5834)

پھر اسی روایت کے اگلے الفاظ ملاحظہ ہوں:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



ثُمَّ رَفَعَتْ، فَسَمِعُوا صَائِحًا يَقُولُ : أَلَا هَلْ وَجَدُوا مَا فَقَدُوا؟ فَأَجَابَهُ آخَرُ : بَلْ يَئِسُوا، فَانْقَلَبُوا .

”پھر انھوں نے اس خیمے کو اٹھا لیا، تو ایک چیخنے والا کہتا سنائی دیا، کیا اپنا گم شدہ سامان ڈھونڈ لیا انہوں نے؟ دوسری آواز کہنے لگی : نہیں مایوسی سے واپس لوٹ چلے ہیں۔“

معلوم ہوتا ہے کہ قبر پر خیمہ رونے کے لیے لگایا گیا تھا، نیز قبروں پر قبے بنانے سے ناکامی اور مایوسی ہی ہاتھ آتی ہے۔

## تنبیہ :

یہ روایت کتاب الہواتف لابن ابی الدنیا (131) میں اس سند سے آئی ہے:

حَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ مُوسٰى : ثَنَا جَرِيرٌ عَنِ ابْنِ خَالِدِ ابْنِ مَسْلَمَةَ الْقُرَشِيِّ، قَالَ ...... .

سند ضعیف ہے۔

① ابن خالد بن مسلمہ قرشی کا تعارف اور توثیق نہیں ملی۔

② سند میں انقطاع بھی ہے۔

قارئین! آپ نے قرآن وسنت کے دلائل اور ائمہ دین کی تصریحات سے قبروں کی مجاوری کا بدعت اور یہود ونصاریٰ کی روش ہونا ملاحظہ فرمایا۔ اب خود فیصلہ کریں کہ کیا اسے جائز ثابت کرنا مخلصین کی روش ہے؟ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں راہِ حق پر گامزن فرمائے۔ آمین!

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



# قبروں پر چراغاں کرنا

قبروں اور آستانوں پر چراغ جلانا اور قندیلیں روشن کرنا انتہائی قبیح فعل ہے۔ یہ لغو وعبث کام ہے جو دین میں اضافہ ہے۔ بدعت ایک مجرمانہ ذوق رکھتی ہے، اپنی جنس کو بڑھانا اس کے فرائض منصبیہ میں داخل ہے، ایک بدعت دوسری بدعات کے لئے راہ ہموار کرتی، کفار سے مشابہت کرواتی، مال کو ضائع کرتی اور جانے کیا کیا کچھ کرتی ہے۔ حتی کہ قبروں اور آستانوں پر وہ کام بھی اپنے شائقین سے کرواتی ہے، جو نصاری اپنے گرجوں اور ہندو اپنے مندروں میں نہیں کرتے ۔ بدعت میں علم صحیح اور عقل سلیم کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَّرِيدٍ﴾ (الحج: 3)

”بعض لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر علم کے بحث کرتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کا اتباع کرتے ہیں۔“

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) لکھتے ہیں:

هٰذَا حَالُ أَهْلِ الضَّلَالِ وَالْبِدَعِ، الْمُعْرِضِينَ عَنِ الْحَقِّ، الْمُتَّبِعِينَ لِلْبَاطِلِ، يَتْرُكُونَ مَا أَنْزَلَهُ اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهٖ مِنَ الْحَقِّ الْمُبِينِ، وَيَتَّبِعُونَ أَقْوَالَ رُؤُوسِ الضَّلَالَةِ، الدُّعَاةِ إِلَى

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



الْبِدَعِ بِالْأَهْوَاءِ وَالْآرَاءِ، وَلِهٰذَا قَالَ فِي شَأْنِهِمْ وَأَشْبَاهِهِمْ :

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾، أَيْ عِلْمٍ صَحِيحٍ، ﴿وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَرِيدٍ، كُتِبَ عَلَيْهِ﴾.

''یہ ان گمراہ اہل بدعت کا حال ہے جو باطل کی پیروی کرتے اور اللہ کے نازل کردہ حق کو چھوڑ کر گمراہی کے سرغنوں اور نفسانی خواہشات و انسانی آرا کے ذریعے بدعت کی دعوت دینے والوں کے پیچھے چلتے ہیں۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ بعض لوگ ایسے ہیں جو علم صحیح کے بغیر اللہ کے بارے میں بحث مباحثہ کرتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کا اتباع کرتے ہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر: 3/408-409)

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ ٭ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيقُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَذَابَ الْحَرِيقِ﴾ (الحجّ: 8-9)

'' بعض لوگ ایسے ہیں، جو (حق سے) اعراض کرتے ہوئے اللہ کے بارے میں علم، ہدایت اور روشن دلیل کے بغیر اللہ کی راہ سے دور کرنے کے لئے بحث مباحثہ کرتے ہیں، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور روز قیامت ہم انہیں جلنے کا عذاب چکھائیں گے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



”اللہ تعالیٰ نے بھٹکے ہوئے اور بے علم مقلدین کا حال اس طرح بیان کیا:
﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَّرِيدٍ﴾ ”بعض لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر علم کے بحث کرتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کا اتباع کرتے ہیں۔“ ساتھ ہی گمراہی کی طرف دعوت دینے والے کفر اور بدعت کے سرغنوں کا حال بھی بیان کر دیا، چنانچہ فرمایا:
﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ﴾ ”بعض لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم، ہدایت اور روشن کتاب کے بغیر بحث مباحثہ کرتے ہیں۔“ یعنی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں عقل صحیح اور نقل صریح کے بغیر صرف خواہشات و آرا کی روشنی میں بحث کرتے ہیں۔“(تفسیر ابن کثیر : 4/413)

قبروں پر چراغ جلانا قرآن وسنت سے ثابت نہیں، لہٰذا ایسا کرنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے پیش قدمی ہے۔

احمد یار خان نعیمی صاحب(1391ھ) لکھتے ہیں:
”کسی کی قبر پر بے فائدہ چراغ جلانا منع ہے کہ یہ فضول خرچی ہے اور اگر فائدے سے ہو تو جائز ہے۔فوائد کل چار بیان ہوئے ہیں۔ تین عام مؤمنین کی قبروں کے لیے اور چوتھا یعنی تعظیم، روح ولی، مشائخ و علماء کی قبور کے لیے۔“(جاء الحق:1/303)

قارئین قرآن کریم کی مذکورہ آیات اور ان کی تفسیر پر غور فرمائیں، پھر نعیمی صاحب کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ معاملہ بالکل صاف ہو جائے گا۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



کیا صحابہ کرام رسولِ اکرم ﷺ کی تعظیم نہیں کرتے تھے؟ اگر کرتے تھے اور یقیناً کرتے تھے، تو بتائیں کس صحابی نے رسولِ اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر چراغاں کیا؟ اور پھر کیا تابعین، صحابہ کرام کی تعظیم کرتے تھے یا نہیں؟ اگر ہاں تو بتایئے کس تابعی نے کس صحابی کی قبر پر چراغ جلائے؟ کیا یہ فوائد صحابہ و تابعین کو معلوم نہ تھے؟ اگر نہیں تھے اور یقیناً نہیں تھے تو ان کا راستہ ہی حق ہے۔کیوں کہ وہ لوگ اللہ سے ڈرنے والے تھے، ان کی زندگیاں نہ تو قبروں سے معلق تھیں، نہ انہیں اسباب شکم پروی سے کوئی غرض، جو انہیں راہ راست کے انتخاب میں دشواری ہوتی۔اسی لئے وہ قبروں پر چراغاں وغیرہ سے دور رہے کہ یہ چیزیں بت پرستی کا باعث ہیں۔

امام ابوحنیفہ سے قبروں پر چراغ جلانا ثابت نہیں، کیا وہ بزرگوں اور صالحین واولیا کے گستاخ تھے؟ کیا وہ مشائخ کی تعظیم نہیں کرتے تھے؟ اور کیا وہ ان چار فوائد سے محروم ہی رہے؟

علمائے احناف نے اس عمل کو بدعت قرار دیا ہے، فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے:

إِخْرَاجُ الشُّمُوعِ إِلٰى رَأْسِ الْقُبُورِ فِي اللَّيَالِي الْأُوَلِ بِدْعَةٌ .

”مہینے کی ابتدائی راتوں میں قبروں کی طرف شمعیں لے جانا بدعت ہے۔“

(فتاویٰ عالمگیری:351/5)

مزید لکھا ہے:

إِيقَادُ النَّارِ عَلَى الْقُبُورِ، فَمِنْ رُسُومِ الْجَاهِلِيَّةِ وَالْبَاطِلِ وَالْغُرُورِ .

”قبر پر آگ جلانا جاہلیت کی ایک رسم، باطل اور دھوکہ ہے۔“

(فتاویٰ عالمگیری:167/1)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''فتاویٰ بزازیہ میں بھی ہے، یعنی قبرستان میں چراغ لے جانا بدعت ہے، اس کی کوئی اصل نہیں۔''

(جاءالحق: 302/1)

نعیمی صاحب نے فتاویٰ شامی جلد دوم، کتاب الصوم سے یہ بھی نقل کیا ہے:

أَمَّا لَوْ نَذَرَ زَيْتًا لِإِيقَادِ قِنْدِيلٍ فَوْقَ ضَرِيحِ الشَّيْخِ أَوْ فِي الْمَنَارَةِ كَمَا يَفْعَلُ النِّسَاءُ مِنْ نَذْرِ الزَّيْتِ لِسَيِّدِي عَبْدِ الْقَادِرِ وَيُوقَدُ فِي الْمَنَارَةِ جِهَةَ الْمَشْرِقِ فَهُوَ بَاطِلٌ.

''اگر شیخ کی قبر پر یا مینارہ میں چراغ جلانے کے لیے تیل کی نذر مانی جیسے کہ عورتیں حضور غوث پاک کے لیے تیل کی نذر مانتی ہیں اور اس کو مشرقی مینارہ میں جلاتی ہیں، یہ سب باطل ہے۔''

(جاءالحق: 303-302/1)

مزید لکھتے ہیں:

''قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے ارشاد الطالبین میں لکھا: چراغاں کرنا بدعت ہے۔ حضور علیہ السلام نے قبر کے پاس چراغاں کرنے اور سجدے کرنے والیوں پر لعنت فرمائی۔ شاہ عبد العزیز صاحب کے فتاویٰ میں صفحہ ۱۴ پر ہے: لیکن عرسوں میں حرام کام کرنا جیسے چراغاں کرنا اور ان قبروں کو غلاف پہنانا، یہ سب بدعت سیئہ ہیں۔'' (جاءالحق: 303/1)

## قبروں پر چراغاں کے حوالے سے شبہات:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



❀ احمد یار خان نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

”چنانچہ پہلے حکم تھا کہ مزارات پر روشنی نہ کرو، اب جائز قرار پایا۔ تفسیر روح البیان میں زیر آیت ﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ﴾ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کے مینارہ پر ایسی روشنی کی تھی کہ بارہ میل مربع میں عورتیں اس کی روشنی میں چرخہ کاتتی تھیں اور بہت ہی سونے چاندی سے اس کو آراستہ کیا تھا۔“

(جاء الحق: 305/1)

ہم کہتے ہیں کہ ”اب جائز قرار پایا“ پر کیا دلیل؟ اور یہ بات فقہائے احناف کو معلوم کیوں نہ ہوئی؟ وہ قبروں پر چراغاں کو بے اصل اور رسمِ جاہلیت قرار دیتے ہیں۔ نعیمی صاحب نے اسماعیل حقی بن مصطفی استنبولی (1127ھ) کی تفسیر ”روح البیان“ سے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی طرف ایک عجیب بات منسوب کر دی ہے۔ اس کی سند نہیں دی ہے۔ دوسرے یہ کہ کہاں بیت المقدس کے مینارے پر روشنی کرنے کا عمل اور کہاں صالحین کی قبروں پر چراغاں کا اثبات، یہ استدلال بالکل بھی نہیں بنتا۔

❀ ابن عابدین، شامی (1307ھ) کی عبارت کے جواب میں لکھتے ہیں:

”شامی کی عبارت تو بالکل صاف ہے۔ وہ بھی عرس کے چراغاں کو منع نہیں کر رہے، وہ فرما رہے ہیں کہ چراغ جلانے کی نذر ماننا جس میں اولیاء اللہ سے قرب حاصل کرنا منظور ہو، وہ حرام ہے کیونکہ شامی کی عبارت درمختار کی اس عبارت کے ماتحت ہے:

اِعْلَمْ أَنَّ النَّذْرَ الَّذِي يَقَعُ لِلْأَمْوَاتِ مِنْ أَكْثَرِ الْعَوَّامِ وَمَا يُؤْخَذُ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالشَّمْعِ وَالزَّيْتِ وَنَحْوِهَا إِلٰى ضَرَائِحِ الْأَوْلِيَاءِ الْكِرَامِ تَقَرُّبًا إِلَيْهِمْ فَهُوَ بِالْإِجْمَاعِ بَاطِلٌ .

”جاننا چاہیے کہ عوام جو مُردوں کی نذریں مانتے ہیں اور ان سے جو پیسہ یا موم یا تیل وغیرہ قبروں پر جلانے کے لیے لیا جاتا ہے اور اولیا سے تقرب حاصل کرنے کے لیے، وہ بالاجماع باطل ہے۔“

شامی کی عبارت میں بھی ہے: فوق ضریح الشیخ (شیخ کی قبر کے اوپر چراغ جلانا) ضریح کہتے ہیں خالص تعویز قبر کو۔ منتخب اللغات میں ہے: ضریح گور یا مغا کے کہ درمیان گور سازند۔ اور ہم بھی عرض کر چکے ہیں کہ خود قبر کے تعویز پر چراغ جلانا منع ہے۔ اسی طرح اگر قبر تو نہ ہو، یوں ہی کسی بزرگ کے نام چراغ کسی جگہ رکھ کر جلادے جیسے کہ بعض جہلاء بعض درختوں یا بعض طاق میں کسی کے نام کے چراغ جلاتے ہیں، یہ بھی حرام ہے۔ اسی کو فرما رہے ہیں کہ حضور غوث پاک کے نام کے چراغ کسی مشرقی مینارہ میں جلانا باطل ہے۔ غوثِ پاک کی قبر تو بغداد میں ہے اور ان کے چراغ جلے شام کے مینارہ میں، یہ بھی منع ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ شامی نے تین چیزوں سے منع فرمایا: چراغ چلانے کی منت ماننا، وہ بھی ولی اللہ کی قربت حاصل کرنے کی نیت سے، خاص قبر پر چراغ جلانا بغیر قبر کے کسی نام کے چراغ جلانا، عرس کے چراغوں میں یہ تینوں باتیں نہیں۔“

(جاء الحق: 36/1)

ہم کہتے ہیں کہ اگر قبر ولی پر نذر و منت کے طور پر چراغ جلائیں، تو بالاجماع

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



بدعت اور حرام، اگر ولی اور شیخ کی روح کی تعظیم میں ایسا کریں، تو غلو اور حرام، اگر ویسے ہی جلائیں، تو بے فائدہ، فضول اور بدعت ہے۔

چونکہ شریعت نے کسی صورت بھی قبر پر چراغ جلانے کی اجازت نہیں دی، صحابہ و تابعین اور ائمہ دین نے اسے بطور تعظیم اختیار نہیں کیا۔

رہی بات ''ضرتح'' کی، تو نعیمی صاحب اس کا مطلب ہی نہیں سمجھ پائے۔ ''ضرتح'' قبر ہی کو کہتے ہیں یا قبر کے درمیان تنگ جگہ کو کہتے ہیں۔(القاموس الوحید : 966) لہٰذا قبر کے اوپر چراغ جلائیں یا اس کے آس پاس جلائیں یا جس عمارت میں قبر ہو، اس کے طاقچے میں، وہ قبر پر ہی متصور ہو گا جو کہ ممنوع و حرام ہے۔ جب ایک کام جائز ہے تو اس کی نذر ماننا حرام، باطل اور بدعت کیسے ہو گیا؟ یہ بھی قابل غور ہے کہ کسی کے نام پر قبر سے دور چراغاں کرنا بھی بدعت ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک تو بالاتفاق مدینہ منورہ میں ہے۔

❀ نعیمی صاحب ''فتاویٰ عالمگیری'' سے ایک عبارت نقل کر کے اس پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:

''عالمگیری کی اصل عبارت یہ ہے:

إِخْرَاجُ الشُّمُوعِ إِلٰی رَأْسِ الْقُبُورِ فِي اللَّيَالِي الْأُوَلِ بِدْعَةٌ .

''شروع راتوں میں قبرستان میں چراغاں لے جانا بدعت ہے۔'' اس میں دو کلمے قابل غور ہیں۔ ایک تو إِخْرَاجُ اور دوسرے فِي اللَّيَالِي الْأُوَلِ، ان سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ اس زمانے میں لوگ اپنے نئے مردوں کی قبروں پر چراغاں لے جا کر جلا آتے تھے۔ یہ سمجھ کر کہ اس سے مردہ قبر میں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



نہ گھبرائے گا جیسا کہ آج کل بعض عورتیں چالیس روز تک لحد میں مردے کی جگہ چراغ جلاتی ہیں۔ یہ سمجھتی ہیں کہ روزانہ مردے کی روح آتی ہے اور اندھیرا پا کر لوٹ جاتی ہے، لہٰذا روشنی کردو۔ یہ حرام ہے، کیونکہ تیل کا بلا ضرورت خرچ ہے اور بدعقیدگی بھی ہے۔ اسی کو یہ منع فرما رہے ہیں۔ عرس کے چراغات نہ تو اس نیت سے ہوتے ہیں اور نہ شروع راتوں میں۔ اگر یہ مطلب نہ ہوتو شروع راتوں کی قید کیوں ہے؟''

(جاء الحق: 1/305-306)

فتاویٰ عالمگیری میں کسی خاص علاقے کی خاص بدعت کا ردّ ہو رہا ہے کہ وہاں کے لوگ مہینے کی پہلی تاریخوں کو قبروں پر چراغ جلاتے تھے۔ اسے بدعت کہا جا رہا ہے، اس سے عام دنوں میں چراغ جلانے کا جواز کیوں کر ثابت ہوا؟ عرسوں کے چراغ کسی بھی نیت سے ہوں، وہ بدعت ہیں کیونکہ شریعتِ محمدیہ میں ان کا کوئی ثبوت نہیں۔ عرس بذاتِ خود بدعت ہے۔ صحابہ و تابعین اور ائمہ دین نے انبیا وصلحا کی قبروں پر عرس کا اہتمام نہیں کیا۔ جب عرس بدعت ہے تو اس پر ہونے والے والے کام کیوں بدعت نہیں ہوں گے؟

❀ نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''دوم یہ کہ حدیث میں ہے: وَالْمُتَّخِذِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ'' (حضور علیہ السلام نے ان پر لعنت فرمائی، جو قبروں پر مسجدیں بنائیں اور چراغ جلائیں)۔ ملا علی قاری اور شیخ عبدالحق دہلوی ودیگر شارحین اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ خود قبر پر مسجد بنانا کہ قبر کی طرف سجدہ ہو یا قبر فرشِ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



مسجد میں آجائے، یہ منع ہے۔لیکن اگر قبر کے پاس مسجد ہو، برکت کے لیے تو جائز ہے، یعنی اس جگہ انہوں نے علٰی کو اپنے حقیقی معنی پر رکھا، جس سے لازم آیا کہ خود تعویذ قبر پر چراغ جلانا منع ہے، لیکن اگر قبر کے اردگرد ہوتو وہ قبر پر نہیں۔'' (جاءالحق:304/1)

اوپر ہو یا اردگرد، شریعت نے قبر پر مسجد بنانے سے منع کیا ہے، مثلاً عرب کہتے ہیں:

بَنَی السُّلْطَانُ عَلٰی مَدِیْنَةِ کَذَا، أَوْ عَلٰی قَرْیَةِ کَذَا سُوْرًا .

''حاکم نے فلاں شہر یا فلاں بستی پر فصیل بنائی۔''

حالانکہ یہ فصیل بستی کے اوپر نہیں بنائی جاتی بلکہ اس کے اردگرد بنی ہوتی ہے۔ عربی زبان میں یہ اسلوب بہت عام ہے۔

یہی مسئلہ چراغ جلانے کا ہے، قبر کے اوپر ہوں یا اردگرد منع ہی ہیں، یہاں ''علٰی'' کو حقیقی معنی پر رکھنا نہ تو لغت سے موافق ہے اور نہ سلف کی تائید اس کے ساتھ ہے۔

## قبروں پر چراغ اور اهل علم کا موقف :

اس سلسلہ میں اہل علم کی آرا بھی ملاحظہ فرمائیں:

① علامہ ابومحمد عبدالغنی مقدسی رحمہ اللہ (600ھ) فرماتے ہیں:

لِأَنَّ فِیْهِ تَضْیِیْعًا لِلْمَالِ فِي غَیْرِ فَائِدَةٍ، وَّإِفْرَاطاً فِي تَعْظِیْمِ الْقُبُوْرِ، أَشْبَهَ تَعْظِیْمَ الْأَصْنَامِ .

''اس میں مال کا ضیاع ہے اور یہ قبروں کی تعظیم میں غلو کا باعث ہے، جو بتوں کی تعظیم سے مشابہت بھی رکھتا ہے۔''

(إغاثة اللّھفان لابن القیم:197/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



② شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

كَذٰلِكَ إِيْقَادُ الْمَصَابِيْحِ فِي هٰذِهِ الْمَشَاهِدِ مُطْلَقًا، لَا يَجُوْزُ بِلَا خِلَافٍ .

''اسی طرح ان جگہوں میں چراغاں بالاتفاق ناجائز ہے۔''

(اقتضاء الصّراط المستقيم: 657/2)

شیخ الاسلام رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

بِنَاءُ الْمَسْجِدِ وَإِسْرَاجُ الْمَصَابِيحِ عَلَى الْقُبُورِ مِمَّا لَمْ أَعْلَمْ خِلَافًا أَنَّهُ مَعْصِيَةٌ لِلّٰهِ وَرَسُولِهٖ .

''قبروں پر مسجد بنانا اور چراغاں کرنا ان کاموں سے ہیں، جن کے اللہ اور رسول کے مخالف ہونے میں اختلاف نہیں۔''

(مجموع الفتاویٰ: 45/31، 60)

③ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

إِيْقَادُ السُّرُجِ عَلَيْهَا، وَهُوَ مِنَ الْكَبَائِرِ .

''قبروں پر چراغاں کبیرہ گناہ ہے۔''

(إغاثة اللّهفان: 197/1)

نیز فرماتے ہیں:

''نصاریٰ کی عادت ہے کہ وہ شمعیں روشن کر کے مُردہ قبر میں اتارتے ہیں اور اپنی کتابوں کی بلند آواز سے قراءت کرتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے جنازہ کے ساتھ آگ لانے سے منع فرمایا، انہیں ڈر تھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کہ کہیں نصاریٰ سے مشابہت نہ ہو جائے۔“

(أحكام أهل الذمّة : 230)

④ حافظ ابن عبد الهادی رحمہ اللہ (744ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ هٰذَا لِئَلَّا يَحْصُلُ الْاِفْتِتَانُ بِهَا وَيُتَّخَذَ الْعُكُوْفَ عَلَيْهَا وَإِيْقَادُ السُّرُجِ وَالصَّلَاةِ فِيْهَا وَإِلَيْهَا وَجَعَلَهَا عِيْدًا ذَرِيْعَةً إِلَى الشِّرْكِ لَا سِيَمَا أَصْلُ الشِّرْكِ وَعِبَادَةِ الْأَصْنَامِ فِي الْأُمَمِ السَّابِقَةِ، إِنَّمَا هُوَ مِنَ الْاِفْتِتَانِ بِالْقُبُوْرِ وَتَعْظِيمِهَا .

”(قبروں کے حوالے سے اسلام کے) یہ سب اقدامات اس لیے کیے جاتے ہیں کہ قبروں کے ذریعے فتنہ نہ پھیلے، انہیں عبادت گاہ نہ بنایا جائے، ان پر چراغ نہ جلائے جائیں، ان میں یا ان کی طرف رخ کر کے نماز نہ پڑھی جائے اور انہیں میلہ نہ بنایا جائے، یہ شرک کا سبب ہیں، پہلی امتوں میں شرک اور بت پرستی کی ابتدا قبر کے فتنے اور ان کی تعظیم سے ہوئی تھی۔“

(الصّارم المُنكي في الرّد على السّبكي : 309)

نیز قبروں کے حوالے سے احادیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْأَحَادِيْثُ تَدُلُّ كُلُّهَا عَلٰى تَحْرِيْمِ تَخْصِيْصِ الْقُبُوْرِ بِمَا يُوْجِبُ اِنْتِيَابُهَا وَكَثْرَةُ الْاِخْتِلَافِ إِلَيْهَا مِنَ الصَّلَاةِ عِنْدَهَا وَاتِّخَاذُهَا مَسَاجِدَ، وَاتِّخَاذُهَا عِيْدًا، وَإِيْقَادُ السُّرُجِ عَلَيْهِ وَالصَّلَاةُ إِلَيْهَا وَالذَّبْحُ عِنْدَهَا، وَلَا يَخْفٰى مَقَاصِدُ هٰذِهِ الْأَحَادِيْثِ وَمَا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



اشْتَرَكَتْ فِيهِ عَلٰى مَنْ شَمَّ رَائِحَةُ التَّوْحِيْدِ الْمَحْضِ .

”یہ تمام احادیث بتاتی ہیں کہ قبروں پر ان چیزوں کا اہتمام حرام ہے، جن کی وجہ سے ان کی طرف آنا جانا زیادہ ہو، مثلاً نماز پڑھنے کے لیے جانا، انہیں سجدہ گاہ اور میلہ گاہ بنانا، ان پر چراغ جلانا، ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا اور ان کے پاس ذبح کرنا۔ ان احادیث کے مطالب اور ان کا مشترکہ مقصد اس شخص سے مخفی نہیں، جس نے خالص توحید کی خوشبو سونگھی ہو۔“

(الصّارم المُنكي في الردّ على السّبكي : 310)

⑤ ابن حجر ہیتمی (974ھ) لکھتے ہیں:

تَجِبُ إِزَالَةُ كُلِّ قِنْدِيلٍ أَوْ سِرَاجٍ عَلٰى قَبْرٍ وَّلَا يَصِحُّ وَقْفُهٗ وَنَذْرُهٗ .

”اسی طرح قبر پر موجود ہر قندیل یا چراغ ہٹانا واجب ہے۔ قبر پر وقف کرنا یا اس پر نذر ماننا بھی درست نہیں۔“

(الزّواجر عن اقتراف الكبائر : 121/1)

## جو چیز دور صحابہ میں ممنوع ہو، اب مستحب ہوسکتی ہے؟:

نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

”بہت سی باتیں زمانۂ صحابہ کرام میں منع تھیں، مگر اب مستحب۔“

(جاء الحق : 304/1)

آگے اس قاعدہ کی چار مثالیں بیان کی ہیں، آیئے دیکھتے ہیں کہ ان امثلہ اور اس

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



قاعدے کی صحیح صورتِ حال کیا ہے؟

## مثال نمبر① :

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ کوئی مسلمان حاکم خچر پر سوا نہ ہو اور چپاتی روٹی نہ کھائے اور باریک کپڑا نہ پہنے اور اپنا دروازہ اہل حاجت کے لیے بند نہ کرے اور فرماتے تھے: فَإِنْ فَعَلْتُمْ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ فَقَدْ حَلَّتْ بِكُمُ الْعُقُوبَةُ ”اگر تم نے ان میں سے کچھ بھی کیا، تو تم کو سزا دی جائے گی۔“ (جاء الحق:1/304-305)

یہ روایت مصنف عبد الرزاق (11/324، ح:20662)، شعب الایمان للبیہقی (7394)، مشکوٰۃ المصابیح (3730) اور کنز العمال (5/688) میں موجود ہے۔

لیکن سند ”ضعیف“ ہے۔

① امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی ”مدلس“ ہیں (طبقات المدلسین لابن حجر: 34) سماع کی تصریح نہیں ملی۔

② عاصم بن ابی النجود کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سماع و لقا ممکن نہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ قول ضعیف ہے۔ لہٰذا اس روایت پر کسی اصول کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔

## مثال نمبر② :

”مشکوٰۃ، باب المساجد میں ہے: مَا أُمِرْتُ بِتَشْيِيدِ الْمَسَاجِدِ ”مجھ کو مسجدیں اونچی بنانے کا حکم نہ دیا گیا۔“ (جاء الحق:1/305)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



یہ روایت سنن ابی داؤد (448) اور صحیح ابن حبان (1615) میں ہے، لیکن سند ''ضعیف'' ہے، سفیان ثوری کی تدلیس ہے، سماع کی تصریح نہیں مل سکی۔

المعجم الکبیر للطبرانی (188/12، ح: 1300) میں صباح بن یحییٰ مزنی نے امام سفیان ثوری کی متابعت کی ہے۔

① صباح بن یحییٰ مزنی سخت ضعیف ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے ''فیہ نظر'' کہا ہے۔

(التّاریخ الکبیر: 315/4)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''متروک ومتہم'' قرار دیا ہے۔

(میزان الاعتدال: 306/2)

② عبید بن محمد محاربی بھی ''ضعیف'' ہے۔

(تقریب التّھذیب: 4390)

اسی طرح مسند ابی یعلی (2454، 2688، 2689) اور المعجم الکبیر للطبرانی (188/12، ح: 1300) میں لیث بن ابی سلیم نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کی متابعت کی ہے، لیکن لیث بن ابی سلیم خود ''ضعیف'' اور ''مختلط'' ہے۔

الحاصل یہ روایت امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی تدلیس کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔ کسی بھی قوی سند سے ان کی متابعت ثابت نہیں ہوسکی۔

دوسرے یہ کہ اس سے استدلال بنتا ہی نہیں، نعیمی صاحب نے اس سے یوں استدلال کیا ہے:

''اگر کفار کے مکانات اور ان کے مندر تو اونچے ہوں، مگر اللہ کا گھر مسجد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نیچی اور کچی اور معمولی ہو تو اس میں اسلام کی توہین ہے۔''

(جاء الحق: 305/1)

اس میں اسلام کی توہین کہاں ہے؟ اسلام کے اپنے احکام اور اصول ہیں جبکہ کفار کے اپنے طور طریقے ہیں۔ بالفرض اگر یہ حدیث ثابت ہے تو (نعوذ باللہ!) کیا رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی توہین کا حکم دیا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ .

''اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہو گی، جب تک لوگ مسجدوں پر فخر نہ کرنے لگیں۔''

(مسند الإمام أحمد: 145/3، 134/4، سنن النّسائي: 690، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1322) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (1614) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ مساجد کی بلند و بالا عمارتوں اور ان کی زیبائش و آرائش پر فخر کرنا ممنوع ہے۔ یہ نہیں کہ زیبائش و آرائش پر فخر اب جائز ہو گیا ہے۔

رہا مساجد کی عمارت بلند بنانا اور ان کی آرائش، تو وہ ہر دور میں جائز رہی ہے۔

فقہائے احناف کہتے ہیں کہ قبروں پر چراغاں کرنا بے اصل اور بے فائدہ ہے، نیز مال کا ضیاع ہے۔ ہم اس پر اضافہ کرتے ہیں کہ ایسا کرنا غلو ہے، جس نے پہلی امتوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ یہ امت بھی اگر غلو میں مبتلا ہو گی تو گمراہی سے کیسے بچے گی؟

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) ابو الوفاء ابن عقیل (513ھ) سے نقل کرتے ہیں:

''جب جہلا اور کند ذہنوں پر شرعی احکام پر عمل کرنا مشکل ہوا تو انہوں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



شریعت کے مقرر کردہ شعائر چھوڑ کر خود ساختہ امور کی تعظیم شروع کر دی۔ ان امور میں ذرا سہولت تھی۔جس کی وجہ سے وہ شرعی احکام کی پابندی سے نکل گئے۔ ان وضعی اور ان خود ساختہ امور کی وجہ سے وہ کافر ٹھہرے،مثلاً قبروں کی ممنوع تعظیم وتکریم کرنا(انہیں سجدہ روا سمجھنا،ان پر نذر و نیاز دینا وغیرہ)، ان پر چراغ جلانا، انہیں بوسہ دینا، ان پر پھول نچھاور کرنا،مردوں سے حاجات طلب کرنا،قبروں پر چارٹ آویزاں کرنا کہ مولا! میرا فلاں کام کردے، برائے تبرک قبروں کی مٹی حاصل کرنا،قبروں پر خوشبو چھڑکنا، ان کی طرف ثواب کی نیت سے سفر کا اہتمام کرنا،لات وعزی کے پجاریوں کی تقلید میں قبر کے درختوں کے ساتھ کپڑے باندھنا(وغیرہ)۔یہ لوگ یقین رکھتے ہیں کہ جو''مشہد الکف''پر حاضری نہیں دیتا، بروز بدھ مسجد ملموسہ کی اینٹیں نہیں چھوتا، جنازہ اٹھاتے وقت ابوبکر صدیق،محمد اور علی کا نعرہ نہیں لگاتا۔وہ ہلاک وبرباد ہوگا۔ وہ بھی ہلاک ہو گا، جو اپنے باپ کی قبر پر چونا گچ عمارت کھڑی نہ کرے، جو اپنے کپڑے کو دامن تک نہ پھاڑے، جو قبر پر عرقِ گلاب نہ چھڑکے۔''

(إغاثة اللّهفان من مَصايد الشّيطان :1/195)

## مثال نمبر③ :

''اسی مشکوۃ میں ہے:

لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(عورتوں کو مسجدوں سے نہ روکو۔)''

(جاء الحق از نعیمی: 305/1)

یہ روایت صحیح البخاری (858) اور صحیح مسلم (442) میں ہے، نعیمی صاحب کا استدلال ملاحظہ ہو:

''اگر عورتیں مسجد میں جاویں، تو صدہا خطرات ہیں۔''

(جاء الحق: 205/1)

قارئین! جس کام کی اجازت نبی اکرم ﷺ نے خود دی ہو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جس پر عامل رہے ہوں، اس میں ''صدہا خطرات'' نہ تو ہمیں نظر آتے ہیں اور نہ ہی ہم اتنی جرأت رکھتے ہیں کہ حدیث کے معاملہ میں ایسے الفاظ منہ سے نکال سکیں، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب یہ حدیث بیان کی، تو ان کے ایک بیٹے نے کہا: ہم عورتوں کو مسجد جانے سے روکیں گے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے سینے پہ مارا اور فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنا رہا ہوں اور تو کہتا ہے کہ نہیں۔'' (صحیح مسلم: 442)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کا مسجد جانا جائز ہے اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ نعیمی صاحب کا استدلال درست نہیں۔

صحیح مسلم (443/135) میں سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے بلال نے حدیث سن کر جب یہ کہا کہ ہم تو انہیں اجازت نہیں دیں گے، تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے سختی سے ڈانٹا، اتنی سختی اس سے پہلے میں نے ان میں نہیں دیکھی تھی۔

یہ بھی قابل غور ہے کہ کیا عورتوں کو بازاروں، سکولوں، کالجوں، مدرسوں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یونیورسٹیوں میں بھیجتے ہوئے ''ہزارہا خطرات'' نظر نہیں آتے؟ کیا ان خطرات کی بنا پر عورتوں کو ان جگہوں سے روکا جاتا ہے؟ یا خطرہ صرف مسجدوں میں ہے؟

## مثال نمبر④ :

''قرآن میں زکوٰۃ کے مصرف آٹھ ہیں، یعنی مؤلفۃ القلوب بھی زکوٰۃ کا مصرف ہے لیکن عہد فاروقی میں صرف سات مصرف رہ گئے۔ مؤلفۃ القلوب کو علیحدہ کر دیا گیا۔'' (جاء الحق از نعیمی: 305/1)

یہ روایت تفسیر طبری میں یوں بیان ہوئی ہے:

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، وَأَتَاهُ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ : ﴿اَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ (الكهف: 29) أَيْ لَيْسَ الْيَوْمَ مُؤَلَّفَةٌ .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس عیینہ بن حصن آئے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ (الکہف: ۲۹) ''حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، لہٰذا جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔'' یعنی آج کے دن کوئی مؤلفۃ القلوب نہیں۔''

(تفسير الطّبري: 522/11)

سند ''ضعیف'' ہے۔ حیان بن ابی جبلہ کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سماع ولقا نہیں۔ لہٰذا سند ''منقطع'' ہوئی۔ محدثین کے نزدیک صحیح حدیث کے لیے متصل السند ہونا شرط ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



اس مضمون کی ایک اور روایت بھی ہے۔

(المعرفة والتّاريخ للفَسوي : 309/3، التّاريخ الصّغير للبخاري : 56/1، وفي نسخة :81/1، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 20/7، تاريخ ابن عساكر : 159/19)

اس کی سند ''ضعیف'' بھی ہے۔

① محمد بن عبد الرحمٰن محاربی ''مدلس'' ہے، سماع کی تصریح نہیں ملی۔

② عبیدہ بن عمرو نے اس واقعہ کا زمانہ ہی نہیں پایا، لہٰذا سند منقطع ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ فِي الْعِلَلِ : هٰذَا مُنْقَطِعٌ، لِأَنَّ عُبَيْدَةَ لَمْ يُدْرِكِ الْقِصَّةَ، وَلَا رَوٰى عَنْ عُمَرَ أَنَّهٗ سَمِعَهٗ مِنْهُ .

''امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت منقطع ہے، کیونکہ عبیدہ نے اس قصہ کا زمانہ نہیں پایا، نہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ مروی ہے کہ عبیدہ نے یہ واقعہ آپ سے سن لیا ہو۔''

(الإصابة في تمييز الصّحابة :254/1)

چنانچہ اسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا ''صحیح'' کہنا (الإصابة :245/1) درست نہ ہوا۔

سو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مؤلفۃ القلوب کو مصارف زکوٰۃ سے خارج کرنا بھی ثابت نہ ہوا۔

اسی طرح نعیمی صاحب کا اصول کہ کچھ دینی امور ایسے بھی ہیں، جو صحابہ کرام کے دور میں ممنوع تھے، لیکن بعد میں جائز قرار پائے، بھی غیر ثابت رہا۔ وللہ الحمد!

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال کو بدعات کی آمیزش سے بچائے اور ہمیں اپنی رضا کے لیے عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین!

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



# قبروں پر گنبد بنانے کی شرعی حیثیت

اسلام ایک ایسا معتدل مذہب ہے، جس نے اپنی دعوت کی بنیاد ان اصولوں پر قائم کی، جن میں افراط وتفریط اور غلو و تقصیر کا شائبہ تک نہیں ۔ یہ جن وانس کو صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کا درس دیتا ہے، گم گشت گانِ راہِ حق اور بھٹکے ہوئے انسانوں کو سیدھی راہ پر گامزن کرتا ہے، ان تمام راستوں کو مسدود کرتا ہے، جن پر چل کر انسان مخلوق کی عبادت تک پہنچ سکتا ہے۔ شرک تک پہنچنے کا سب سے بڑا ذریعہ قبروں کی حد درجہ تعظیم ہے۔ اس حقیقت کا مشاہدہ آپ اپنی آنکھوں سے کر چکے ہیں۔

قبر پرستی یقیناً گمراہی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ قبروں کے متعلق شرعی احکام سے چشم پوشی اور ان کی شرعی حرمت سے تجاوز ہے۔ یہی اقدام انسان کو شرک تک لے جاتا ہے، بلکہ پہلی امتوں کا مثیل بنا دیتا ہے۔ علوم دینیہ سے ناواقف بعض بھائیوں نے عقائد واعمال کی بنیاد قبروں کے حد درجہ احترام کو بنالیا ہے۔ قبروں پر گنبد اور قبے، ان کی بے پناہ نمائش وآرائش، حسن وزینت، پرشوکت اور دلنشین مقبرے، اسی احترام کی بازگشت ہیں۔ قبروں پر قبے اور گنبد بنانا اتنی مہلک بدعت ہے جس کا آخری نتیجہ کفر اور ترکِ ایمان پر پہنچتا ہے۔ بلکہ ان کی تاریخ شیعیت سے اٹھی ہے:

مشہور شیعہ محمد حسن حائری نے لکھا ہے:

قَالَتِ الْإِمَامِيَّةُ : يَجُوْزُ بِنَاءُ الْقُبُوْرِ لِلْأَنبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ، وَتَشْيِيْدِهَا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



وَحِفْظِهَا .

”امامیہ (شیعہ کا ایک گروہ) کا کہنا ہے کہ انبیا اور اولیا کی قبروں پر تعمیر کرنا، انہیں پختہ کرنا اور ان کی حفاظت کرنا جائز ہے۔“

(البراهين الجلية، ص 41)

صحابہ کرام، تابعین کے دَور میں قبروں پر قبوں کا نام ونشان تک نظر نہیں آتا۔ البتہ صحیح احادیث اور صحابہ کرام اور تابعین عظام سے ان کی مذمت ضرور ثابت ہے:

① سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ، وَأَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ، وَأَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ .

”رسول اللہ ﷺ نے قبر پختہ کرنے، اس پر بیٹھنے اور تعمیر سے منع فرمایا۔“

(صحيح مسلم: 970)

② سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت کچھ وصیتیں فرمائی تھیں۔ ایک وصیت یہ تھی:

لَا تَجْعَلُوا عَلٰى قَبْرِي بِنَاءً .

”میری قبر پر عمارت نہ بنانا۔“

حاضرین نے ان سے پوچھا:

أَوَسَمِعْتَ فِيهِ شَيْئًا؟ قَالَ : نَعَمْ، مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”کیا آپ نے اس بارے کوئی بات سنی؟ فرمایا: جی ہاں! رسول اللہ ﷺ سے۔“

(مسند الإمام أحمد: 397/4، وسندهٗ حسنٌ)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



③ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَهٰى أَنْ يُبْنٰى عَلَى الْقَبْرِ .

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے۔''

(سنن ابن ماجه : 1564، وسندهٗ صحيحٌ)

امام شافعی رحمہ اللہ (204ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ رَأَيْتُ مِنَ الْوُلَاةِ مَنْ يَّهْدِمَ بِمَكَّةَ مَا يُبْنٰى فِيْهَا فَلَمْ أَرَ الْفُقَهَاءَ يَعِيبُونَ ذٰلِكَ .

''میں نے حکمرانوں کو مکہ میں قبروں سے عمارتیں گراتے دیکھا ہے، کوئی فقیہ ان پر اعتراض کرتا نظر نہیں آیا۔''

(كتاب الأمّ : 316/1)

حافظ نووی رحمہ اللہ (656ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ أَصْحَابُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ وَلَا فَرْقَ فِي الْبِنَاءِ بَيْنَ أَنْ يَبْنِيَ قُبَّةً أَوْ بَيْتًا أَوْ غَيْرَهُمَا وَيُهْدَمُ هٰذَا الْبِنَاءُ بِلَا خِلَافٍ .

''شوافع کہتے ہیں کہ قبر پر کسی قسم کی عمارت، قبہ یا گھر وغیرہ بنانا برابر ہے، اس کے گرانے پر اجماع ہے۔''

(المجموع شرح المهذّب : 298/5)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) لکھتے ہیں:

''اسی طرح قبروں پر بنائے گئے سب قبے گرانا واجب ہے کہ ان کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی پر ہے۔ اس لیے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے۔...... رسول اللہ ﷺ نے ان بلند قبروں کو گرانے کا حکم دیا ہے۔...... چنانچہ قبوں، عمارتوں اور ان مساجد کو گرانا زیادہ ضروری ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے قبروں پر مسجد بنانے والوں پر لعنت فرمائی ہے اور قبروں پر عمارتیں بنانے سے منع فرمایا ہے، لہٰذا جس کام کو کرنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے اور اس کے فاعل پر لعنت کی ہے، اسے جلد گرانا اور اس کام پر تعاون کرنا ضروری ہے۔''

(إغاثة اللّهفان :327/1)

علامہ عینی رحمہ اللہ (855ھ) لکھتے ہیں:

أَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ أَيْ عَلَى الْقَبْرِ لِمَا ذَكَرْنَا، وَلَفْظُ الْبِنَاءِ عَامٌ يَشْمَلُ سَائِرَ أَنْوَاعِ الْبِنَاءِ، فَالْكَرَاهَةُ تَعُمُّ فِي الْجَمِيعِ .

''جیسے ہم نے ذکر کیا کہ قبر پر عمارت بنانا بھی ممنوع ہے۔ بناء (عمارت) کا لفظ عام ہے اور ہر قسم کی عمارت کو شامل ہے، لہٰذا ہر قسم کی عمارت میں کراہت عام ہے۔'' (شرح أبي داوٗد : 182/6)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ (671ھ) لکھتے ہیں:

اِتِّخَاذُ الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُورِ وَالصَّلَاةُ فِيهَا وَالْبِنَاءُ عَلَيْهَا، إِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا تَضَمَّنَتْهُ السُّنَّةُ مِنَ النَّهْيِ عَنْهُ مَمْنُوعٌ لَّا يَجُوزُ .

''قبروں پر مساجد کی تعمیر، ان میں نماز کا اہتمام، ان پر عمارتیں بنانا اور دیگر جن امور کی ممانعت حدیث میں وارد ہوئی ہے، سب ممنوع اور ناجائز ہیں۔''

(تفسير القرطبي : 379/10)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



④ حیان بن حصین ابو ہیاج اسدی رحمہ اللہ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَلَا أَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ أَنْ لَّا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُّشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ.

''میں آپ کو اس کام کے لیے نہ بھیجوں، جس کے لیے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا؟ کوئی مُورتی دیکھو، تو اسے مٹا دو اور کوئی بلند قبر دیکھو تو اسے برابر کر دو۔''

(صحیح مسلم: 969)

علامہ شوکانی رحمہ اللہ (1250ھ) لکھتے ہیں:

''اس حدیث میں بیان ہے کہ فاضل وغیر فاضل کا فرق کیے بغیر قبر زیادہ اونچی نہ کرنا مسنون ہے۔ ظاہر ہے قبروں کو مقررہ مقدار سے اونچا کرنا حرام ہے۔...... قبریں اونچی کرنے کی ممانعت میں سب سے پہلے قبے اور پر رونق مزارات داخل ہیں۔ یہ قبروں پر مساجد بنانے کے زمرے میں بھی آتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ قبریں پختہ بنانے اور ان کی آرائش وزیبائش میں کتنے ہی ایسے مفاسد مضمر ہیں، جن پر اسلام روتا ہے۔ ایک مفسدہ جہلا کا وہ اعتقاد ہے، جو کفار کے بتوں بارے اعتقاد سے ملتا جلتا بلکہ اس سے گھمبیر ہے۔ انہوں نے قبروں کو نفع پہنچانے اور نقصان ہٹانے پر قادر سمجھ لیا ہے۔ انہوں نے قبروں کو حاجت روائی کا مرکز اور مقاصد کے حصول کے لیے پناہ گاہ بنا لیا ہے۔ جو کچھ بندے اپنے ربّ سے مانگتے ہیں، انہوں نے وہ کچھ قبروں سے مانگنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



شروع کر دیا ہے۔ان کی طرف رختِ سفر باندھنے لگے ہیں، انہیں متبرک سمجھ لیا ہے اور ان سے فریادیں کرنے لگے ہیں۔ الغرض انہوں نے کوئی ایسا کام نہیں چھوڑا جو اہل جاہلیت نے بتوں کے ساتھ کیا تھا، إنّا للّٰه وإنّا إليه راجعون پھر اس قبیح بُرائی اور گندے کفر کے مقابلے میں کوئی عالم و متعلم، امیر و وزیر اور بادشاہ نظر نہیں آتا جو اللہ کے لیے غصے کا اظہار کرے اور دینی غیرت وحمیت کا مظاہرہ کرے۔ ہمارے پاس ایسی بہت سی یقینی خبریں ہیں کہ ان قبر پرستوں کی اکثریت ایسی ہے کہ اگر اسے اپنے مخالف کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم اُٹھانے کا مطالبہ آئے تو وہ ایسا کر گزرتا ہے، لیکن اگر کہا جائے کہ تُو اپنے شیخ یا اپنے فلاں پیر کی قسم اُٹھا تو ہچکچاہٹ کا شکار ہو جاتا ہے اور انکار کر کے سچ کا اعتراف کر لیتا ہے۔ یہ واضح دلائل ہیں کہ ان لوگوں کا شرک دو الٰہوں یا تین الٰہوں کے قائلین سے بڑھ گیا ہے۔ اے علمائے دین اور اے مسلمان حکمرانو! کفر سے بڑھ کر اسلام کو نقصان کس چیز سے ہوگا؟ غیر اللہ کی عبادت سے بڑھ کر کون سی چیز اس دین کے لیے ضرر رساں ہے؟ اس سے بڑھ کر مصیبت مسلمانوں کے لئے کیا ہوگی؟ اس واضح شرک سے بڑھ کر کونسی بُرائی کو روکنا واجب ہوگا؟

اگر یہ رونا میں زندوں کے سامنے روتا، تو وہ میری بات سن لیتے، لیکن میں جنہیں پکار رہا ہوں، ان میں زندگی کی رمق باقی نہیں، اگر میں آگ میں پھونکتا، تو وہ بھڑک اٹھتی، لیکن میں تو خاک میں پھونکیں مار رہا ہوں۔"

(نیل الأوطار شرح منتقی الأخبار: 95/4)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



علامہ برکوی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”جو شخص زیارتِ قبور سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی سنت، اوامر و نواہی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کے عمل کا موازنہ آج کے لوگوں سے کرے گا، تو اس قدر بعد پائے گا کہ یہ دونوں کبھی اکٹھے ہو ہی نہیں سکتے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے منع کیا ہے اور یہ ان کے پاس نماز پڑھتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے منع کیا ہے، یہ قبروں پر مسجدیں اور مزار بناتے ہیں۔ آپ ﷺ نے قبروں پر چراغ جلانے سے منع کیا ہے، یہ چراغ اور موم بتیاں جلاتے ہیں اور اس پر رقم خرچ کرتے ہیں، آپ ﷺ نے قبریں برابر کرنے کا حکم دیا ہے، یہ انہیں گھروں کی طرح بلند کرتے ہیں، آپ ﷺ نے پکی قبریں اور ان پر عمارت بنانے سے روکا ہے، یہ انہیں پکا کرتے اور ان پر قبے بنانے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے قبروں پر لکھنے سے منع کیا ہے، یہ ان پر قرآن وغیرہ کی لکھی ہوئی تختیاں لگاتے ہیں، آپ ﷺ نے قبروں پر اضافی مٹی ڈالنے سے منع کیا ہے، یہ اضافی مٹی کے ساتھ ساتھ پکی اینٹیں، پتھر اور سیمنٹ بھی لگاتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے انہیں میلہ گاہ اور مزار بنانے سے روکا ہے، یہ مخالفت کرتے ہیں۔ حاصل یہ کہ ہر اس بات کی مخالفت کرتے ہیں، جس کا نبی کریم ﷺ نے حکم دیا ہے یا جس سے روکا ہے، الغرض وہ نبی کریم ﷺ کی لائی شریعت سے دشمنی رکھتے ہیں۔“

(زیارۃ القبور، ص 15)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



حافظ ابن حزم رحمہ اللہ (456ھ) لکھتے ہیں:

لَا یَحِلُّ أَنْ یُبْنَی الْقَبْرُ، وَلَا أَنْ یُجَصَّصَ، وَلَا أَنْ یُزَادَ عَلٰی تُرَابِہٖ شَيْءٌ، وَیُھْدَمُ کُلُّ ذٰلِكَ .

”قبر پر کوئی عمارت بنانا، اسے پختہ کرنا، اس کی (کھودی ہوئی) مٹی سے زائد مٹی ڈالنا جائز نہیں۔ ان سب چیزوں کو گرا دیا جائے گا۔“

(المحلّٰی بالآثار: 33/5)

⑤ سیدنا ثمامہ بن شفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

کُنَّا مَعَ فَضَالَۃَ بْنِ عُبَیْدٍ بِأَرْضِ الرُّومِ بِرُودِسَ، فَتُوُفِّيَ صَاحِبٌ لَّنَا، فَأَمَرَ فَضَالَۃُ بْنُ عُبَیْدٍ بِقَبْرِہٖ فَسُوِّيَ، ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَأْمُرُ بِتَسْوِیَتِھَا .

”ہم سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے ساتھ روم کی سرزمین میں ”رودس“ نامی جگہ میں تھے۔ ہمارا ایک ساتھی فوت ہو گیا، تو ہمیں سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ نے اس کی قبر برابر کرنے کا حکم دیا اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبریں برابر کرنے کا حکم دیتے سنا ہے۔“

(صحیح مسلم: 968)

⑥ ابو مجلز رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

إِنَّ تَسْوِیَۃَ الْقُبُورِ مِنَ السُّنَّۃِ، وَقَدْ رَفَعَتِ الْیَھُودُ، وَالنَّصَارٰی فَلَا تَشَبَّھُوا بِھِمَا .

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



”قبریں برابر کرنا سنت ہے، یہود ونصاریٰ نے قبروں کو بلند کیا ہے، آپ ان کی مشابہت نہ کرو۔“

(المعجم الكبير للطّبراني : 352/19، ح : 823، اقتضاء الصّراط المستقيم لابن تيمية :297/1، وسندهٗ صحيحٌ)

⑦ ابومجلز رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں:

تَسْوِيَةُ الْقُبُورِ مِنَ السُّنَّةِ .

”قبریں برابر کرنا سنت ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 342/3، وسندهٗ صحيحٌ)

⑧ قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رحمہ اللہ نے وصیت فرمائی تھی:

يَا بُنَيَّ لَا تَكْتُبْ عَلٰى قَبْرِي، وَلَا تُشَرِّفَنَّهٗ إِلَّا قَدْرَ مَا يَرُدُّ عَنِّي الْمَاءَ .

”بیٹا! میری قبر پر کچھ نہ لکھنا، نہ ہی اسے بلند کرنا، مگر اتنا بلند کر دینا کہ مجھ سے پانی ہٹ جائے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 335/3، وسندهٗ حسنٌ)

⑨ عمرو بن شرحبیل رحمہ اللہ نے فرمایا:

لَا تَرْفَعُوا جَدَثِي، فَإِنِّي رَأَيْتُ الْمُهَاجِرِينَ يَكْرَهُونَ ذٰلِكَ .

”میری قبر اونچی نہ کرنا، کیونکہ میں نے مہاجرین صحابہ کرام کو دیکھا ہے کہ وہ اسے ناپسند کرتے تھے۔“

(الطّبقات الكبرىٰ لابن سعد : 108/6، وسندهٗ صحيحٌ)

⑩ سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



رُفِعَ قَبْرُهُ مِنَ الْأَرْضِ نَحْوًا مِّنْ شِبْرٍ .

**”آپ ﷺ کی قبر مبارک زمین سے تقریباً ایک بالشت اونچی تھی۔“**

(السّنن الکبریٰ للبیهقي : 407/3؛ وصححه ابن حبان : 6635؛ وسندهٗ صحیحٌ)

**⑪ سفیان تمار رحمہ اللہ کہتے ہیں:**

دَخَلْتُ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ قَبْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَأَيْتُ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَبْرَ أَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ مُسَنَّمَةً .

**”میں اس حجرے میں داخل ہوا، جس میں نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک تھی۔ میں نے نبی ﷺ، سیّدنا ابو بکر اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کو کوہان نما دیکھا۔“**

(مصنف ابن أبي شيبة : 333/3، صحيح البخاري : 1390، مختصراً، وسندهٗ صحيحٌ)

**⑫ قاسم بن محمد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:**

دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ، فَقُلْتُ : يَا أُمَّهِ اكْشِفِي لِي عَنْ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَكَشَفَتْ لِي عَنْ ثَلَاثَةِ قُبُورٍ لَّا مُشْرِفَةٍ، وَلَا لَاطِئَةٍ مَّبْطُوحَةٍ بِبَطْحَاءِ الْعَرْصَةِ الْحَمْرَاءِ .

**”میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور کہا : امی جان! میرے لئے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے دونوں ساتھیوں (سیّدنا ابو بکر صدیق اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہما) کی قبریں کھول دیجئے، (یعنی اپنا حجرہ کھول دیجئے) انہوں نے**

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



میرے لئے تینوں قبریں کھول دیں۔ نہ وہ اونچی تھیں اور نہ بالکل زمین کے ساتھ بچھی ہوئی تھیں۔ ان پر میدان کی سرخ کنکریاں رکھی گئی تھیں۔“

(سنن أبي داوٗد: 3220؛ وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (369/1) نے اس اثر کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

عمرو بن عثمان بن ہانی کو امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ”الثقات“ (478/8) میں ذکر کیا ہے اور امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کی روایت کی تصحیح کر کے اس کی توثیق کر دی ہے، لہٰذا یہ ”حسن الحدیث“ ہے۔

## قبروں پر گنبد بنانے کے دلائل کا جائزہ:

اب ہم ان دلائل کا تحقیقی جائزہ پیش کرتے ہیں، جو انبیا، اولیا اور صلحا کی قبروں پر گنبد بنانے کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

① ”جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو دفن فرمایا، ان کی قبر کے سرہانے ایک پتھر رکھا اور فرمایا:

أَتَعَلَّمُ بِهَا قَبْرَ أَخِي، وَأَدْفِنُ إِلَيْهِ مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِي.

”میں اس پتھر سے اپنے بھائی کی قبر کو پہچانوں گا اور اپنے فوت ہونے والے رشتہ داروں کو اس کے ساتھ دفن کروں گا۔“

(سنن أبي داوٗد: 3206، تاريخ المدينة: 102/1، السّنن الكبرٰى للبيهقي: 412/3، وسندهٗ حسنٌ، وحسّن إسناده الحافظ ابن حجر في التّلخيص الحبير: 133/2، ح: 794)

قبر پر نشانی کے طور پر پتھر رکھنا اور گنبد بنانا، دریا کے دو کنارے ہیں، جن کا باہم

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



ملنا ممکن نہیں، پتھر بطور نشانی رکھا جاتا ہے، گنبد بطور معبد بنایا جاتا ہے، تو اسے پتھر پر قیاس کر لینا کیسے ممکن ہے، جبکہ سلف امت میں سے ایسا کسی ایک نے بھی نہیں کہا؟

② خارجہ بن یزید رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رَأَيْتُنِي وَنَحْنُ شُبَّانٌ فِي زَمَنِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَإِنَّ أَشَدَّنَا وَثْبَةً الَّذِي يَثِبُ قَبْرَ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ حَتّٰى يُجَاوِزَهُ.

”مجھے یاد ہے کہ ہم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جوان تھے۔ ہم میں سے زیادہ مضبوط وہ ہوتا تھا، جو سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کو کُود کر پھلانگ جاتا تھا۔“

(صحیح البخاري، قبل الحدیث: 1361، التّاریخ الصّغیر: 146، وسندہٗ حسنٌ)

استدلال اس سے کچھ یوں ہے:

”بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ خود قبر عثمان کا تعویذ اس پتھر کا تھا اور دونوں روایات اس طرح جمع ہو سکتی ہیں کہ مشکوۃ میں جو آیا کہ قبر کے سرہانے پتھر لگایا، اس کے معنی یہ نہیں کہ قبر سے علیحدہ سر کے قریب کھڑا کر دیا، بلکہ یہ ہے کہ خود قبر میں ہی سر کی طرف اس کو لگایا یا مطلب یہ کہ قبر ساری اس پتھر کی تھی، مگر سرہانے کا ذکر کیا۔ ان دونوں احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ اگر کسی خاص قبر کا نشان قائم رکھنے کے لیے قبر کچھ اونچی کر دی جائے یا پتھر وغیرہ سے پختہ کر دی جائے، تو جائز ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ کسی بزرگ کی قبر ہے۔“ (جاء الحق از نعیمی: 283/1)

حدیث کے الفاظ ہیں:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



ثُمَّ حَمَلَهَا، فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَأْسِهٖ .

”پھر آپ ﷺ نے اس پتھر کو اُٹھا کر ان (سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ) کی قبر کے سرہانے رکھ دیا۔“

لیکن استدلال کرنے والے مہربان کچھ پریشان ہیں، فرماتے ہیں:

”ان کی قبر کے سرہانے ایک پتھر نصب فرمایا۔“

دوسری جگہ فرمایا گیا:

”معلوم ہوا کہ خود قبر عثمان کا تعویذ اس پتھر کا تھا۔“

اور ایک جگہ یوں گویا ہوئے:

”خود قبر میں سر کی طرف اس کو لگایا یا مطلب یہ کہ قبر ساری اس پتھر کی تھی، مگر سرہانے کا ذکر کیا۔“ وغیرہ

بھلا اس طرح ”صغرے کبرے“ جوڑنے سے قبروں پر گنبد بن جائیں گے؟ آسان سی بات تھی کہ بطور نشان اس قبر کے سرہانے آپ ﷺ نے وہ پتھر رکھا۔ یہ جائز امر ہے۔ آج بھی بطور نشان قبر پر پتھر رکھا جا سکتا ہے۔ رہا قبر پھلانگنا، تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ قبر اتنی اونچی تھی کہ اس کو پھلانگنا مشکل تھا، بلکہ قبر کی لمبائی کی طرف اشارہ ہے کہ اس قدر لمبی قبر تھی کہ پھلانگنا مشکل تھا۔ بہر حال جو بھی ہو، اس سے قبروں پر قبے بنانے کا ثبوت نہیں ملتا۔

③ قرآنِ کریم نے اصحاب کہف کا قصہ بیان کیا ہے:

﴿قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَى أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا﴾ .

(الکھف: 21)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



”وہ بولے، جو اس کام میں غالب رہے کہ ہم تو ان اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے۔“ (جاء الحق از نعیمی، 283/1)

اس سے قطع نظر کہ اصحاب کہف کی غار پر قبر بنانے والے لوگ مسلمان تھے یا مشرک، ان کے مسجد بنانے کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أَكْرِمُوْا إِخْوَانَكُمْ قَالَ: فَنَظَرُوْا فِي أَمْرِهِمْ فَقَالُوا: ﴿لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا﴾(الكهف: 21)، فَجَعَلُوْا يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لَهُمْ وَيَدْعُوْنَ لَهُمْ.

”(ان لوگوں نے کہا) اپنے بھائیوں کی عزت کرو۔ انہوں نے غور وفکر کے بعد کہا کہ ہم ان پر مسجد بنائیں گے۔ پھر وہ ان پر نماز جنازہ پڑھنے لگے، ان کے لیے استغفار کرنے لگے اور ان کے حق میں دعا مانگنے لگے۔“

(تغليق التّعليق لابن حجر: 246/4، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

بس بات اتنی تھی، اس سے قبروں پر بڑے بڑے قبوں کا جواز کیسے؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ بِنَاءَ الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُورِ لَيْسَ مِنْ دِينِ الْمُسْلِمِينَ، بَلْ هُوَ مَنْهِيٌّ عَنْهُ بِالنُّصُوصِ الثَّابِتَةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاتِّفَاقِ أَئِمَّةِ الدِّينِ، بَلْ لَا يَجُوزُ اتِّخَاذُ الْقُبُورِ مَسَاجِدَ سَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ عَلَيْهَا أَوْ بِقَصْدِ الصَّلَاةِ عِنْدَهَا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



بَلْ أَئِمَّةُ الدِّينِ مُتَّفِقُونَ عَلَى النَّهْيِ عَنْ ذٰلِكَ .

’’قبروں پر مسجدیں بنانے کا تعلق مسلمانوں کے دین سے نہیں ہوسکتا، بلکہ نبی اکرم ﷺ سے ثابت شدہ نصوص اور ائمہ دین کے اجماع میں اس کی ممانعت موجود ہے۔ قبروں کو مسجدیں بنانا جائز ہی نہیں، خواہ ان پر مسجدیں بنا کر یہ کام کیا جائے یا ان کے نزدیک نماز پڑھ کر۔ تمام ائمہ دین اس سے روکنے پر متفق ہیں۔‘‘ (مجموع الفتاوٰی : 488/27)

علامہ آلوسی (1270ھ) لکھتے ہیں:

أُسْتُدِلَّ بِالْآيَةِ عَلٰى جَوَازِ الْبِنَاءِ عَلٰى قُبُوْرِ الصُّلَحَاءِ وَاتِّخَاذِ مَسْجِدٍ عَلَيْهَا وَجَوَازِ الصَّلَاةِ فِي ذٰلِكَ، وَمِمَّنْ ذَكَرَ ذٰلِكَ الشَّهَابُ الْخَفَاجِيُّ فِي حَوَاشِيْهِ عَلَى الْبَيْضَاوِيِّ وَهُوَ قَوْلٌ بَاطِلٌ عَاطِلٌ فَاسِدٌ كَاسِدٌ .

’’اس آیت کریمہ سے استدلال کیا گیا ہے کہ صلحا کی قبروں پر عمارت و مسجد بنانا اور اس میں نماز ادا کرنا جائز ہے۔ شہاب خفاجی نے بیضاوی پر اپنے حاشیوں میں یہ بات کی ہے۔ یہ قول باطل، فاسد اور بودا ہے۔‘‘

(روح المَعاني : 237/15)

نیز فرماتے ہیں:

لَقَدْ رَأَيْتُ مَنْ يُّبِيْحُ مَا يَفْعَلُهُ الْجَهَلَةُ فِي قُبُوْرِ الصَّالِحِيْنَ مِنْ أَشْرَافِهَا وَبِنَائِهَا بِالْجِصِّ وَالْآجُرِ وَتَعْلِيْقِ الْقَنَادِيْلِ عَلَيْهَا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



وَالصَّلَاةِ إِلَيْهَا وَالطَّوَافِ بِهَا وَاسْتِلَامِهَا وَالِاجْتِمَاعِ عِنْدَهَا فِي أَوْقَاتٍ مَّخْصُوْصَةٍ إِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مُحْتَجًّا بِهٰذِهِ الْآيَةِ الْكَرِيْمَةِ وَبِمَا جَاءَ فِي بَعْضِ رِوَايَاتِ الْقِصَّةِ مِنْ جَعْلِ الْمَلِكِ لَّهُمْ فِي كُلِّ سَنَةٍ عِيْدًا وَّجَعَلَهُ إِيَّاهُمْ فِي تَوَابِيْتَ مِنْ سَاجٍ--- وَكُلُّ ذٰلِكَ مَحَادَةٌ لِلّٰهِ تَعَالٰى وَرَسُوْلِهٖ، وَإِبْدَاعُ دِيْنٍ لَّمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ .

”میں نے لوگوں کو بزرگوں کی قبروں پر جہالت پر مبنی کام کرتے دیکھا۔ وہ انہیں اونچا کرتے، چونے اور اینٹوں کے ساتھ پختہ بناتے، ان پر قندیلیں لٹکاتے، ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے، ان کا طواف کرتے، انہیں چومتے اور مخصوص اوقات میں ان کے پاس جمع ہوتے ہیں، وغیرہ۔ دلیل اس آیت سے لیتے ہیں، نیز اصحابِ کہف کے قصہ سے لیتے ہیں جس میں ذکر ہے کہ بادشاہ ہر سال عید مناتا تھا اور اس نے انہیں لکڑی کے ایک تابوت میں رکھ دیا تھا۔۔۔ یہ سب کچھ اللہ و رسول کی مخالفت ہے اور ایسے دین کی ایجاد ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔“

(روح المَعاني : 239/15)

علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (795ھ) لکھتے ہیں:

قَدْ دَلَّ الْقُرْآنُ عَلٰى مِثْلِ مَا دَلَّ عَلَيْهِ هٰذَا الْحَدِيْثُ، وَهُوَ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي قِصَّةِ أَصْحَابِ الْكَهْفِ : ﴿قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



عَلٰى أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَسْجِدًا﴾ (الكهف : 21) فَجَعَلَ اتِّخَاذَ الْقُبُوْرِ عَلَى الْمَسَاجِدِ مِنْ فِعْلَ أَهْلِ الْغَلَبَةِ عَلَى الْأُمُوْرِ، وَذٰلِكَ يُشْعِرُ بِأَنَّ مُسْتَنَدَ الْقَهْرِ وَالْغَلَبَةِ وَاتِّبَاعِ الْهَوٰى، وَأَنَّهٗ لَيْسَ مِنْ فِعْلَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ الْمُتَّبِعِيْنَ لِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رُسُلِهٖ مِنَ الْهُدٰى.

''قرآنِ کریم نے بھی وہی بات بیان کی ہے، جو حدیثِ نبوی نے بیان کی ہے۔ اصحاب کہف کے قصے کے بارے میں فرمان ہے: ﴿قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلٰى أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَسْجِدًا﴾(الکهف : ۲۱) ''ان کے حکمرانوں نے کہا کہ ہم ضرور ان پر مسجد بنائیں گے۔'' قبروں پر مساجد بنانے کا کام حکمرانوں کا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اعتماد غلبے، تسلط اور خواہش نفس پر تھا، نیز یہ ان اہل علم وفضل کا کام نہیں، جو رسولوں پر اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہدایت کی پیروی کرتے ہیں۔''

(فتح الباري لابن رجب : 397/2)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ (671ھ) فرماتے ہیں:

ذَهَبَ الْجُمْهُورُ إِلٰى أَنَّ هٰذَا الْارْتِفَاعَ الْمَأْمُورَ بِإِزَالَتِهٖ هُوَ مَا زَادَ عَلَى التَّسْنِيمِ، وَيَبْقٰى لِلْقَبْرِ مَا يُعْرَفُ بِهٖ وَيُحْتَرَمُ، وَذٰلِكَ صِفَةُ قَبْرِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَبْرِ صَاحِبَيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



”جمہور کا مذہب ہے کہ قبر اتنی اونچائی ہو گی، جو اسے کوہان نما بنا دے، جو اس سے زائد ہو اسے گرا دیا جائے گا۔ اتنی قبر باقی رکھی جائے گی کہ اس کی پہچان رہے اور اس کا احترام رہے۔ محمد ﷺ اور آپ کے ساتھیوں (سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کی قبروں کا یہی حال ہے۔“

(تفسير القرطبي : 380/10)

احمد یار خان نعیمی صاحب لکھتے ہیں :

”قرآن کریم نے ان لوگوں کی دو باتوں کا ذکر فرمایا۔ ایک تو اصحابِ کہف کے گرد قبہ اور مقبرہ بنانے کا مشورہ کرنا، دوسرے ان کے قریب مسجد بنانا اور کسی بات کا ذکر نہ فرمایا، جس سے معلوم ہوا کہ دونوں فعل جب بھی جائز تھے اور اب بھی جائز ہیں۔“ (جاء الحق: 284/1)

”اصحاب کہف کے گرد قبہ اور مقبرہ بنانے کا مشورہ کرنا“ یہ قرآنِ کریم کی کس آیت کا مفہوم و معنی ہے؟ ہم نے آیت کریمہ کی تفسیر میں مسجد کا مفہوم سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے باسند صحیح بیان کر دیا ہے، اس آیت سے قبوں اور گنبدوں کا جواز نکالنا ان کا شیوہ نہیں، جنہیں نبی ﷺ کی زبان سے بشارت ملی ہے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں :

لَمَّا اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَتْ بَعْضُ نِسَائِهٖ كَنِيسَةً رَأَيْنَهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا : مَارِيَةُ، وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ، وَأُمُّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَتَتَا أَرْضَ الْحَبَشَةِ، فَذَكَرَتَا مِنْ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



حُسْنِهَا وَتَصَاوِيرَ فِيهَا، فَرَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَالَ : أُولٰئِكِ إِذَا مَاتَ مِنْهُمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهِ مَسْجِدًا، ثُمَّ صَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّورَةَ أُولٰئِكِ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ .

”نبی ﷺ بیمار ہوئے، تو آپ ﷺ کی کسی زوجہ نے گرجا کا تذکرہ کیا، جسے انہوں نے سرزمین حبشہ میں دیکھا تھا، اس گرجا کا نام ”ماریہ“ تھا، سیّدہ ام سلمہ اور سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہما سرزمین حبشہ گئی تھیں، انہوں نے اس کے حسن اور اس میں رکھی ہوئی تصویروں کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے سر اٹھایا اور فرمایا: یہی وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے۔ پھر اس مسجد میں ان کی تصویریں بناتے، یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔“

(صحيح البخاري : 1341؛ صحيح مسلم : 528)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے مرضِ موت میں فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسْجِدًا، قَالَتْ : وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَأَبْرَزُوا قَبْرَهُ غَيْرَ أَنِّي أَخْشٰى أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا .

”اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت فرمائے۔ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبریں مسجد بنالی تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں : خدشہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کی قبر کو مسجد بنا لیا جائے گا، ورنہ قبر کھلی رکھی جاتی۔“

(صحيح البخاري : 1330، صحيح مسلم : 529)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



سیّدنا جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات سے پانچ دن پہلے فرماتے ہوئے سنا:

إِنِّي أَبْرَأُ إِلَى اللّٰهِ أَنْ يَّكُونَ لِي مِنْكُمْ خَلِيلٌ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدِ اتَّخَذَنِي خَلِيلًا، كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا، وَّلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنْ أُمَّتِي خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا، أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ، أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ، إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ .

''اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے بری کر دیا گیا ہے کہ آپ میں سے کوئی میرا خلیل ہو، میرے ربّ نے مجھے اپنا خلیل بنا لیا ہے، جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا۔ اگر میں اپنی امت سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر صدیق کو بناتا۔ خبردار! آپ سے پہلے والوں نے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا، آپ قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں آپ کو اس سے منع کرتا ہوں۔''

(صحیح مسلم: 532)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْمَسَاجِدُ الْمَبْنِيَّةُ عَلٰى قُبُوْرِ الْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ، وَالْمُلُوْكِ وَغَيْرِهِمْ يَتَعَيَّنُ إِزَالَتُهَا بِهَدْمٍ أَوْ بِغَيْرِهٖ، هٰذَا مِمَّا لَا أَعْلَمُ فِيهِ خِلَافًا بَيْنَ الْعُلَمَاءِ الْمَعْرُوْفِيْنَ، وَتُكْرَهُ الصَّلَاةُ فِيهَا مِنْ غَيْرِ خِلَافٍ أَعْلَمُهٗ، وَلَا تَصِحُّ عِنْدَنَا فِي ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ لِأَجْلِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



النَّهْيِ وَاللَّعَنِ الْوَارِدِ فِي ذٰلِكَ، وَلِأَحَادِيْثٍ أُخَرَ.

”انبیا، صالحین اور بادشاہوں وغیرہم کی قبروں پر بنائی گئی مساجد منہدم کرنا یا کسی دوسرے طریقے سے انہیں ختم کرنا ثابت ہے، معروف علما تو اس بارے میں اختلاف نہیں کرتے۔ اسی طرح بلا اختلاف ان میں نماز بھی جائز نہیں، مذکورہ نہی، لعنت اور دیگر احادیث کی بنا پر ہمارا ظاہر مذہب یہی ہے کہ ایسا کرنا درست نہیں ہے۔“

(اقتضاء الصّراط المستقيم : 287/2)

ایک جگہ یوں استدلال کیا گیا ہے کہ

”حضور سید عالم ﷺ کو حضرت صدیقہ کے حجرے میں دفن کیا گیا۔ اگر یہ ناجائز تھا، تو پہلے صحابہ کرام اس کو گرا دیتے، پھر دفن کرتے۔“

(جاء الحق از نعیمی: 284/1)

حجرے میں دفن کرنا ناجائز نہیں، اللہ کا حکم تھا، آپ کی قبر اس لئے کھلی نہیں رکھی کہ لوگ اسے سجدہ گاہ نہ بنالیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

لَوْلَا ذٰلِكَ لَأَبْرَزُوا قَبْرَهٗ غَيْرَ أَنِّي أَخْشٰى أَنْ يُّتَّخَذَ مَسْجِدًا.

”اگر خدشہ نہ ہوتا، تو آپ ﷺ کی قبر کھلی رکھی جاتی، نیز مجھے یہ بھی خدشہ ہے کہ کہیں آپ ﷺ کی قبر کو مسجد نہ بنا لیا جائے۔“

(صحيح البخاري : 1330، صحيح مسلم : 528)

رہا حجرۂ عائشہ پر گنبد، تو یہ صدیوں بعد بنایا گیا۔ دور سلف میں اس کا وجود نہیں ملتا۔

ایک استدلال یہاں سے ہے:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



”حضرت حسن ابن حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا۔ضَرَبَتِ امْرَأَتُہٗ الْقُبَّۃَ عَلٰی قَبْرِہٖ سَنَۃً“ تو ان کی بیوی نے ان کی قبر پر ایک سال تک قبہ ڈالے رکھا۔“ (جاء الحق از نعیمی، جلد ا ص ۲۸۵)

نعیمی صاحب لغت عرب سے تو واقف ہیں، خوامخواہ ہم ان سے بدظن نہیں ہوتے، البتہ یہاں وہ ”القبہ“ کا ترجمہ نہیں جان پائے اسی لئے اسے موجودہ دور کا قبہ سمجھ لیا، حالانکہ یہاں ”قبہ“ سے مراد خیمہ ہے۔

دوسرے یہ ہے کہ یہ روایت صحیح البخاری میں تعلیقاً آئی ہے۔

(صحيح البخاري : 1330)

اور اس کی سند میں محمد بن حمید رازی ”ضعیف وکذاب“ ہے۔

پھر اسی روایت کے اگلے الفاظ ملاحظہ ہوں :

ثُمَّ رَفَعَتْ، فَسَمِعُوا صَائِحًا يَّقُولُ : أَلَا هَلْ وَجَدُوا مَا فَقَدُوا؟ فَأَجَابَهٗ آخَرُ : بَلْ يَئِسُوا، فَانْقَلَبُوا .

”پھر انہوں نے اس خیمے کو اٹھا لیا تو ایک چیخنے والا کہتا سنائی دیا، کیا اپنا گم شدہ سامان ڈھونڈ لیا انہوں نے؟ دوسری آواز کہنے لگی : نہیں مایوسی سے واپس لوٹ چلے ہیں۔“

معلوم ہوتا ہے کہ قبر پر خیمہ رونے کے لیے لگایا گیا تھا، نیز قبروں پر قبے بنانے والے ناکام ومایوس ہی ہوتے ہیں۔ انہیں کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا یہ بے فائدہ اور فضول ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



## تنبیہ :

یہ روایت کتاب الہواتف لابن ابی الدنیا (131) میں اس سند سے آئی ہے:

حَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ مُوسٰى : ثَنَا جَرِيرٌ عَنِ ابْنِ خَالِدِ ابْنِ مَسْلَمَةَ الْقُرَشِيِّ، قَالَ ...... .

سند ضعیف ہے۔

① ابن خالد بن مسلمہ قرشی کا تعارف اور توثیق نہیں ملی۔

② سند میں انقطاع بھی ہے۔

تو اس پر عبارت آرائی اس طرح کی گئی:

''اب تو رجسٹری ہوگئی کہ خود مذہب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ مل گیا کہ قبر پر قبہ وغیرہ بنانا جائز ہے۔'' (جاء الحق از نعیمی 287/1)

مطلب یہ کہ قرآن وحدیث سے ثبوت نہیں ملا، رہا امام ابوحنیفہ سے اس کا جواز، تو یہ بھی بے سند ہے، شعرانی صاحب نے اس کی سند نقل نہیں کی۔

## چند فوائد :

## فائدہ نمبر ① :

عمران بن ابی عطاء رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

شَهِدْتُ وَفَاةَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَوَلِيَهُ ابْنُ الْحَنَفِيَّةِ فَبَنٰى عَلَيْهِ بِنَاءً ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



’’سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی وفات ہوئی۔ ابن حنفیہ رحمہ اللہ ان کے والی بنے۔ انہوں نے ان پر تین دن خیمہ لگایا۔‘‘

(مصنّف ابن أبي شيبة : 335/3)

سند ہشیم بن بشیر واسطی رحمہ اللہ کی ’’تدلیس‘‘ کی وجہ سے ’’ضعیف‘‘ ہے۔

## فائدہ نمبر ② :

محمد بن منکدر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں :

إِنَّ عُمَرَ ضَرَبَ عَلٰى قَبْرِ زَيْنَبَ فُسْطَاطًا .

’’سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے زینب رضی اللہ عنہا کی قبر پر خیمہ گاڑا۔‘‘

(مصنّف ابن أبي شيبة : 335/3)

سند ’’ضعیف‘‘ ہے۔

① ابو معشر (نجیح بن عبدالرحمٰن) جمہور کے نزدیک ’’ضعیف‘‘ ہے۔

حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

هُوَ ضَعِيْفٌ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ .

’’جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔‘‘ (طرح التّثريب : 4/3)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

ضَعِيْفٌ، أَسَنَّ، وَاخْتَلَطَ .

’’ضعیف ہے۔ عمر رسیدہ ہو کر اختلاط کا شکار ہو گیا تھا۔‘‘

(تقريب التّهذيب : 7100)

② محمد بن منکدر کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سماع کا مسئلہ بھی ہے۔

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com



## فائدہ جلیلہ :

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی:

أَنْ لَّا يَضْرِبُوا عَلٰى قَبْرِهٖ فُسْطَاطًا .

”لوگ ان کی قبر پر خیمہ نہ گاڑیں۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 3/334، وسندهٗ صحيحٌ)

جہاں کہیں قبہ کا لفظ آیا، یہ بتانے کی کوشش کی گئی کہ اس سے مراد قبر والا قبہ ہے، جبکہ اس قبہ سے مراد خیمہ ہے۔ بحث قبر پر خیمہ کے بارے میں نہیں، گنبد کے بارے میں ہے۔اس کے بارے میں کوئی جھوٹی اور من گھڑت روایت بھی وارد نہیں ہوئی۔

ایک عبارت ملاحظہ ہو:

”حضور علیہ السلام کے زمانہ میں خود لوگوں کو پختہ مکان بنانے کی ممانعت تھی ۔ ایک صحابی نے پختہ مکان بنایا، تو حضور علیہ السلام ناراض ہوئے یہاں تک کہ ان کے سلام کا جواب نہ دیا۔ جب اس کو گرایا، تب جواب دیا۔“

(جاء الحق از نعیمی: 1/288)

”پختہ مکان کی ممانعت تھی“ وہ ممانعت کہاں ہے؟ ”صحابی نے پختہ مکان گرا دیا“ یہ کہاں ہے؟ روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نکلے :

فَرَأٰى قُبَّةً مُّشْرِفَةً .

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بلند قبہ دیکھا۔“

اسے ناپسند کیا، تو صحابی نے اسے گرا دیا۔

(سنن أبي داوٗد : 5237، مسند أبي يعلى : 4347، مشكل الآثار للطّحاوي :

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



416/1، شعب الإيمان للبيهقي : 10705)

پھر اس کی سند بھی ''ضعیف'' ہے۔ ابوطلحہ الاسدی ''مجہول الحال'' ہے۔ سوائے ابن حبان رحمہ اللہ کے اس کی توثیق کسی نے نہیں کی۔ یہ روایت جمیع سندوں کے ساتھ ''ضعیف'' ہے۔

قبر پر عمارت کی ممانعت پر خامہ فرسائی ملاحظہ ہو:

''أَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ یعنی قبر پر عمارت بنانا منع فرمایا۔ اس کے بھی چند معنی ہیں، اولاً تو یہ کہ خود قبر پر عمارت بنائی جائے، اس طرح کہ قبر دیوار میں شامل ہو جاوے۔''

سلف میں سے کسی نے یہ معنی نہیں کیا، امام شافعی رحمہ اللہ (204ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ رَأَيْتُ مِنَ الْوُلَاةِ مَنْ يَّهْدِمَ بِمَكَّةَ مَا يُبْنٰى فِيْهَا فَلَمْ أَرَ الْفُقَهَاءَ يَعِيبُونَ ذٰلِكَ .

''میں نے مکہ میں حکمرانوں کو دیکھا کہ وہ قبروں پر بنی عمارتیں گراتے تھے۔ کوئی فقیہ ان کی مخالفت کرتا نظر نہیں آتا۔''

(كتاب الأمّ: 316/1)

کیا کوئی عقل مند کہہ سکتا ہے کہ لوگ قبروں پر دیوار بناتے تھے۔ حکمران اسے گراتے تھے اور فقہا اہل علم اُسے کوئی عیب نہیں سمجھتے تھے؟

علامہ عینی رحمہ اللہ (855ھ) لکھتے ہیں:

أَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ أَيْ عَلَى الْقَبْرِ لِمَا ذَكَرْنَا، وَلَفْظُ الْبِنَاءِ عَامٌّ يَّشْمَلُ سَائِرَ أَنْوَاعِ الْبِنَاءِ، فَالْكَرَاهَةُ تَعُمُّ فِي الْجَمِيعِ .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



”ہم نے ذکر کیا کہ قبر پر عمارت بنانا (ممنوع) ہے، بناء (عمارت) کا لفظ عام ہے اور ہر قسم کی عمارت کو شامل ہے، لہٰذا کراہت عام ہے، خواہ عمارت کسی قسم کی ہو۔“ (شرح أبي داوٗد : 182/6)

علامہ سندھی حنفی لکھتے ہیں :

لَا فَائِدَةَ فِي الْبِنَاءِ عَلَيْهِ، فَلِذٰلِكَ نَهٰى عَنْهُ .

”قبر پر تعمیر کا کوئی فائدہ نہیں، اسی لیے اس سے منع کیا گیا ہے۔“

(حاشية السّندي على النّسائي : 88/4)

جیسے کہا جاتا ہے :

بَنَى السُّلْطَانُ عَلٰى مَدِيْنَةِ كَذَا، أَوْ عَلٰى قَرْيَةِ كَذَا سُوْرًا .

”فلاں بادشاہ نے فلاں شہر یا بستی پر فصیل بنائی ہے۔“

حالانکہ یہ فصیل بستی یا شہر کے اوپر نہیں بنائی جاتی، بلکہ اس کے اردگرد واقع ہوتی ہے۔ عربی زبان میں اس کا استعمال بکثرت ہے۔

ایک دلیل یہ بھی پیش کی گئی ہے :

”جن قبروں کو گرا دینے کا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا ہے، وہ کفار کی قبریں تھیں نہ کہ مسلمین کی۔“

(جاء الحق از نعیمی جلد 1 ص 293)

اس پر کوئی دلیل نہیں کہ یہ کفار کی قبریں تھیں یا مسلمانوں کی، یہ تو آسان سی بات ہے کہ کبھی قبر پر مٹی کی مقدار زیادہ ڈالی جاتی ہے۔ وہ قبر اونچائی میں شرعی حد سے تجاوز کر جاتی ہے، یہ حرام ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آدمی بھیجا کہ شرعی حد سے اونچی قبر کو شرعی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



حد کے مطابق اونچا کر دو، نہ کہ قبروں کا نام ونشان مٹا دیا جائے۔

علامہ عینی (855ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي التَّحْقِيْقِ وَهٰذَا مَحْمُوْلٌ عَلٰى مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَهٗ مِنْ تَعْلِيَةِ الْقُبُوْرِ بِالْبِنَاءِ الْحَسَنِ الْعَالِي .

''ابن الجوزی نے اپنی کتاب ''التحقیق'' میں فرمایا ہے کہ اس حدیث کا مصداق قبریں اونچی کرنے اور انہیں حسن تعمیر کا نمونہ بنانے کا عمل تھا، جسے وہ لوگ سرانجام دیا کرتے تھے۔'' (شرح أبي داوٗد: 174/6)

بعض حضرات کہتے ہیں قبریں تو نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں بنتی تھیں کیا آپ روکتے نہیں تھے انہیں؟

یہ درست ہے کہ قبریں نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں بنتی تھیں، لیکن کیا ہر قبر نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں بنائی گئی تھی؟ اور اس پر کیا دلیل ہے کہ وہ قبریں نبی ﷺ کی موجودگی میں بنی تھیں؟

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ان دنوں عیسائیوں کی قبریں چونکہ اونچی ہوتی تھیں اس لئے انہیں کی قبریں گرانے کا حکم ہوا۔

أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرِ الْمُشْرِكِيْنَ فَنُبِشَتْ .

''حضور علیہ السلام نے مشرکین کی قبروں کا حکم دیا، پس اکھیڑ دی گئیں۔''

(جاء الحق از نعیمی، جلد 1 ص 294)

یہ روایت صحیح بخاری (428) اور صحیح مسلم (524) میں ہے اور یہ بات درست ہے، لیکن قبریں اکھیڑنے اور انہیں برابر کرنے میں فرق ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جو برابر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کرنے کا حکم دیا تھا اس کا اس حدیث سے کوئی تعلق نہیں۔قبر شرعی حد سے تجاوز کر جائے تو اسے برابر کیا جاتا ہے، یہ صرف عیسائیوں کی قبروں کے ساتھ خاص نہیں۔ البتہ جو اکھیڑی گئیں، وہ صرف مشرکین کی قبریں تھیں۔وہ قبریں کیوں اکھیڑیں گئیں؟ تو وجہ صرف یہ تھی کہ ان کی جگہ مسجد بنانا مقصود تھی، اونچی ہونے والی وجہ نہیں تھی۔

② احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں:

''اس میں قبر کے ساتھ فوٹو کا کیوں ذکر ہے؟ مسلمانوں کی قبر پر فوٹو کہاں ہوتا ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ کفار کی قبریں مراد ہیں۔''

(جاء الحق، جلد1 ص 294)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ابو ہیاج رحمہ اللہ کو دو کاموں کے لیے مامور کیا تھا:

① ہر ذی روح کی تصویر مٹانے کے لیے۔

② ہر قبر کو شرعی اونچائی کے مطابق برابر کرنے کے لیے۔

یہ نہ تھا کہ قبروں کے ساتھ تصاویر بھی آویزاں ہیں، انہیں بھی ختم کر دیجیے۔ آج تک کسی محدث و مفسر نے یہ مطلب نہیں لیا، سنن نسائی (2033) میں الفاظ ہیں:

لَا صُورَةً فِي بَيْتٍ إِلَّا طَمَسْتَهَا .

''گھر میں موجود تمام تصویریں مٹا دیجیے۔''

③ نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''اونچی قبر کو زمین کے برابر کر دو اور مسلمان کی قبر کے لیے سنت ہے کہ زمین سے ایک ہاتھ اونچی رہے۔ اس کو بالکل پیوند زمین کرنا خلافِ سنت ہے۔ ماننا پڑے گا کہ یہ قبور کفار کی تھیں۔''

(جاء الحق، جلد1 ص 294)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



''تسویۃ القبور'' کا معنی یہ ہے کہ قبر کی شرعی اونچائی برقرار رکھنا، نہ کہ پیوند زمین کرنا۔ نعیمی صاحب شاید صحیح طور سمجھ نہیں پائے۔ کہتے ہیں کہ ''مسلمان کی قبر کے لیے سنت ہے کہ زمین سے ایک ہاتھ اونچی ہو'' اس پر کیا دلیل ہے؟

ثابت ہوا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا حکم مطلق قبور کے متعلق تھا۔ اس کو کفار کی قبروں کے ساتھ خاص کرنا بلا دلیل ہے۔

لکھتے ہیں:

''ورنہ تعجب ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ تو اونچی قبریں اُکھڑوائیں اور ان کے فرزند محمد بن حنفیہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر پر گنبد بنائیں۔''

(جاء الحق، جلد 1 ص 294)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کبھی یہ حکم نہیں دیا کہ اونچی قبریں اکھاڑ دی جائیں، نہ ہی محمد ابن حنفیہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر پر قبہ بنایا۔ لفظ قبہ سے اگر یہ مراد لیں، تو وہ غلط ہے کیونکہ اس سے مراد تو خیمہ ہے۔

دوسرے وہ روایت بھی ضعیف ہے، جس میں خیمہ لگانے کا ذکر ہے۔ ایک ضعیف حدیث سے غلط استدلال کرنا اور سمجھنا کہ

''قبہ وغیرہ بنانا شرعاً سنت صحابہ سے ثابت ہے۔''

(جاء الحق، جلد 1 ص 282)

گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے، کی قبیل سے ہے، کیونکہ کسی صحابی نے کبھی ایسا نہیں کیا۔

ایک دلیل یہ بھی پیش کی جاتی ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



”حضور علیہ السلام نے عثمان بن مظعون کی قبر پختہ پتھر کی بنائی تھی۔“

(جاء الحق، جلد1 ص290)

یہ بات ذخیرہ حدیث میں کہیں موجود نہیں، جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے۔

## قبروں پر تعمیر کے نقصانات :

قبروں پر تعمیر کے بے شمار نقصانات ہیں۔

① امام شافعی رحمہ اللہ (204ھ) فرماتے ہیں:

أَكْرَهُ هٰذَا لِلسُّنَّةِ، وَالْآثَارِ، وَأَنَّهُ كُرِهَ وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ أَنْ يُعَظَّمَ أَحَدٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ يَعْنِي يُتَّخَذُ قَبْرُهُ مَسْجِدًا، وَلَمْ تُؤْمَنْ فِي ذٰلِكَ الْفِتْنَةُ، وَالضَّلَالُ عَلٰى مَنْ يَأْتِي بَعْدُ فَكُرِهَ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

”میں اس طور وطریقہ کو سنت اور آثار کی بنا پر ناپسند کرتا ہوں، اللہ بہتر جانتا ہے کہ کسی مسلمان کی اس قدر تعظیم کی جائے کہ اس کی قبر مسجد بنا دی جائے، خدشہ ہے کہ بعد والوں کے لیے یہ وطیرہ فتنے اور گمراہی کا سبب بنے گا، اس لیے ایسا کرنا مکروہ ہے، واللہ اعلم۔“(کتاب الأمّ: 278/1)

② حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”① اس سے قبر کے پاس نماز پڑھنے کی راہ ہموار ہوتی ہے، حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

② لوگ وہاں دعائیں کرتے ہیں۔ یہ بدعت ہے۔

③ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



④ اس سے مقبرے آباد اور مسجدیں ویران ہوجاتی ہیں، جبکہ دین اسلام اس کے برعکس تعلیم دیتا ہے۔

⑤ بعض زائرین کے سجدہ کرنے کا سبب بنتا ہے، جو بت پرستی ہے۔

⑥ مردے کی نذر و نیاز کا سلسلہ چل نکلتا ہے۔

⑦ مردے کی عظمت وہیبت لوگوں کے دلوں میں اللہ سے زیادہ ہوجاتی ہے۔

⑧ لوگ مردے سے اپنی ضروریات کا سوال کرتے ہیں اور مصائب سے نجات طلب کرنے لگتے ہیں۔

یہ تمام مفاسد قبروں پر تعمیر کے مرہونِ منت ہیں۔''

(إغاثه اللّهفان :1/309-310، ملخّصًا)

علامہ ابن حجر ہیتمی (974ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ أَعْظَمَ الْمُحَرَّمَاتِ وَأَسْبَابِ الشِّرْكِ الصَّلَاةُ عِنْدَهَا وَاتِّخَاذُهَا مَسَاجِدَ أَوْ بِنَاؤُهَا عَلَيْهَا، وَالْقَوْلُ بِالْكَرَاهَةِ مَحْمُولٌ عَلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ، إِذْ لَا يُظَنُّ بِالْعُلَمَاءِ تَجْوِيزُ فِعْلٍ تَوَاتَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعْنُ فَاعِلِهٖ، وَتَجِبُ الْمُبَادَرَةُ لِهَدْمِهَا وَهَدْمِ الْقِبَابِ الَّتِي عَلَى الْقُبُورِ إِذْ هِيَ أَضَرُّ مِنْ مَّسْجِدِ الضِّرَارِ لِأَنَّهَا أُسِّسَتْ عَلٰى مَعْصِيَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهٗ نَهٰى عَنْ ذٰلِكَ وَأَمَرَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَدْمِ الْقُبُورِ الْمُشْرِفَةِ، وَتَجِبُ إِزَالَةُ كُلِّ قِنْدِيلٍ أَوْ سِرَاجٍ عَلٰى قَبْرٍ وَّلَا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



يَصِحُّ وَقْفُهُ وَنَذْرُهُ .

”بڑے بڑے حرام کام اور بڑے اسباب شرک یہ ہیں کہ قبروں کے پاس نماز پڑھی جائے، انہیں مسجد بنا لیا جائے یا ان پر عمارت بنائی جائے۔ کراہت کا قول کسی اور بات (حرمت) پر محمول ہے، کیونکہ علما کے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ وہ ایسے فعل کو جائز قرار دیں، جس کے کرنے والے پر رسول اللہ ﷺ کی لعنت تواتر کے ساتھ ثابت ہو۔ انہیں گرانا واجب ہے، اسی طرح قبروں پر بنائے گئے قبوں کو گرانا بھی ضروری ہے، کیونکہ یہ ”مسجد ضرار“ سے بھی زیادہ نقصان دہ ہیں۔ ان کی بنیاد رسول اکرم ﷺ کی مخالفت پر ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اور اونچی قبریں گرانے کا حکم فرمایا ہے۔ اسی طرح قبر پر موجود ہر قندیل اور ہر چراغ ہٹانا بھی واجب ہے، قبر پر وقف ونذر صحیح نہیں۔“

(الزّواجر عن اقتراف الکبائر: 1/120-121)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



# قبروں پر پھول اور چادریں چڑھانا

اولیا اور صالحین کی قبروں پر پھول، چادریں چڑھانا عجمی تہذیب کا شاخسانہ اور قبیح بدعت ہے۔ یہ فعل رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام اور ائمہ سلف کی سراسر مخالفت ہے۔ اگر اس عمل میں دینی منفعت ومصلحت ہوتی، تو نبی اکرم ﷺ ضرور اس کی طرف رہنمائی فرماتے اور سلف صالحین ضرور اسے اپناتے۔ شیطان اسے سند جواز فراہم کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے۔ اس کی کوشش ہے کہ شہرِ خموشاں شرک وبدعت کی آماجگاہ بن جائیں۔ ان کی خاموشی کو راگ رنگ، شور وشر اور فسق وفجور میں بدل دیا جائے۔ لوگ قبروں کے نام کی نذر ونیاز دیں اور ان پر چڑھاوے چڑھائیں، عرس میلے لگائیں، مزامیر اور مشرکانہ اشعار سے محفل سماع سجائیں، تاکہ قبروں پر لوگوں کا آنا جانا لگا رہے۔

بدعت اللہ اور اس کے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ سے پیش قدمی کا نام ہے۔ سلف اس سے متنفر تھے اور اس کی شدید مذمت کرتے تھے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

اِشْتَدَّ نَكِيرُ السَّلَفِ وَالْأَئِمَّةِ لَهَا، وَصَاحُوا بِأَهْلِهَا مِنْ أَقْطَارِ الْأَرْضِ، وَحَذَّرُوا فِتْنَتَهُمْ أَشَدَّ التَّحْذِيرِ، وَبَالَغُوا فِي ذٰلِكَ مَا لَمْ يُبَالِغُوا مِثْلَهٗ فِي إِنْكَارِ الْفَوَاحِشِ، وَالظُّلْمِ وَالْعُدْوَانِ، إِذْ مَضَرَّةُ الْبِدَعِ وَهَدْمُهَا لِلدِّينِ وَمُنَافَاتُهَا لَهٗ أَشَدُّ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



”سلف صالحین اور ائمہ دین بدعت کا سختی سے ردّ کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے اہل بدعت کو زمین کے کونے کونے سے للکارا اور لوگوں کو ان کے فتنے سے بہت ڈرایا۔ انہوں نے اس کی اتنی مخالفت کی کہ اتنی مخالفت فحاشی اور ظلم وزیادتی جیسے گناہوں کی بھی نہیں کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بدعت کی مضرت اور اس سے دین کو نقصان باقی گناہوں کی نسبت بہت زیادہ ہے۔“

(مَدارج السّالکین :372/1)

شیطان جب دیکھتا ہے کہ لوگوں کو بدعت سے بچنے کی تلقین کی جا رہی ہے، تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو لیتا ہے جنہیں بدعت سے منع کیا جا رہا ہے، بدعت کے لئے دلائل تراش کر ان کے منہ ڈالتا ہے اور وہ نادان اس بدعت کو دین کا حصہ سمجھ لیتے ہیں، اکثر وہ عمومی دلائل سے استدلال کرتا ہے۔ اس سلسلے میں سمجھ لینا چاہئے کہ ان دلائل سے اگر وہ بدعت ثابت ہو رہی ہوتی، تو نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام اس کی وضاحت ضرور کرتے۔

علامہ شاطبی رحمہ اللہ (790ھ) فرماتے ہیں :

”جنہوں نے یہ مفہوم سمجھے ہیں اور ان بدعتی مسالک کو اپنایا ہے، تو ہی صورتیں ہیں، یا تو اہل بدعت نے شریعت کا ایسا فہم حاصل کر لیا ہے جو سلف کو حاصل نہیں تھا، یا خود انہیں غلطی لگ گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ دوسری بات ہی درست ہے، کیونکہ سلف صراطِ مستقیم پر تھے۔ جو دلائل اہل بدعت پیش کرتے ہیں، سلف نے ان دلائل سے جو سمجھا اس پر عمل پیرا رہے۔ یہ بدعات میں موجود نہ تھیں، نہ انہوں نے ان پر عمل کیا۔ اس سے معلوم ہوا ان نصوص

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



کے یہ معنی (جو اہل بدعت نے کیے ہیں) کسی صورت درست نہیں ہو سکتے، بلکہ سلف کا ان کے خلاف عمل اجماعی دلیل ہے کہ اہل بدعت استدلال و عمل میں غلطی پر ہیں اور سنت کی مخالفت کر رہے ہیں، نیز جو لوگ ایسے استدلال کرتے ہیں، ان سے پوچھا جائے کہ جس معنی کا تم نے استنباط کیا ہے، وہ سلف صالحین کے عمل میں ملتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ کہیں کہ نہیں اور انہیں یہی کہنا پڑے گا، تو پھر ان سے پوچھا جائے کہ کیا سلف ان معانی سے غافل یا جاہل تھے جن کا آپ علم ہوا ہے؟ وہ کسی صورت بھی ہاں میں جواب نہیں دے سکتے کیونکہ ایسا کہنے سے وہ خود رسوا ہو جائیں گے اور اجماع کے مخالف قرار پائیں گے اور اگر وہ کہیں کہ سلف ان نصوص کے معانی بھی اسی طرح جانتے تھے جس طرح دوسری نصوص کے معانی سے واقف تھے، تو انہیں جواب دیا جائے گا کہ پھر سلف صالحین کو ان معانی کے مطابق عمل کرنے میں کون سی چیز رکاوٹ تھی کہ انہوں نے یہ کام چھوڑ کر اس کے خلاف کیا؟ جھوٹو! ایک ہی بات ہوسکتی ہے کہ اسلاف غلطی پر جمع ہو گئے تھے، لیکن شرعی و فطری دلائل تمہارے اس گھٹیا خیال کی مخالفت کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جو کام بھی سلف صالحین کے طریقہ کار کے خلاف ہو، وہ یقینی طور پر گمراہی ہوتا ہے۔'' (المُوافقات: 3/73)

## بدعت کی تقسیم:

بدعت ضلالت ہے، اس میں حسن نہیں آ سکتا، اگر وہ اچھی ہوتی، تو بدعت کیوں ہوتی، سلف اس پہ عمل نہ کر لیتے؟ بدعت کو سیئہ اور حسنہ میں تقسیم کرنا بے دلیل عمل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



علامہ شاطبی رحمہ اللہ (790ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ هٰذَا التَّقْسِيمَ أَمْرٌ مُّخْتَرَعٌ، لَا يَدُلُّ عَلَيْهِ دَلِيلٌ شَرْعِيٌّ، بَلْ هُوَ فِي نَفْسِهِ مُتَدَافِعٌ، لِأَنَّ مِنْ حَقِيقَةِ الْبِدْعَةِ أَنْ لَّا يَدُلَّ عَلَيْهَا دَلِيلٌ شَرْعِيٌّ، لَا مِنْ نُصُوصِ الشَّرْعِ، وَلَا مِنْ قَوَاعِدِهٖ، إِذْ لَوْ كَانَ هُنَالِكَ مَا يَدُلُّ مِنَ الشَّرْعِ عَلٰى وُجُوبٍ أَوْ نُدْبٍ أَوْ إِبَاحَةٍ لَمَا كَانَ ثَمَّ بِدْعَةٌ، وَلَكَانَ الْعَمَلُ دَاخِلًا فِي عُمُومِ الْأَعْمَالِ الْمَأْمُورِ بِهَا، أَوِ الْمُخَيَّرِ فِيهَا، فَالْجَمْعُ بَيْنَ كَوْنِ تِلْكَ الْأَشْيَاءِ بِدَعًا، وَبَيْنَ كَوْنِ الْأَدِلَّةِ تَدُلُّ عَلٰى وُجُوبِهَا أَوْ نُدْبِهَا أَوْ إِبَاحَتِهَا، جَمْعٌ بَيْنَ مُتَنَافِيَيْنِ.

”(بدعت کی) یہ تقسیم (خود) بدعت ہے۔ اس پر کوئی شرعی دلیل نہیں۔ بدعت کی تعریف ہی اس تقسیم کا رد کرتی ہے، کیونکہ بدعت کی حقیقت یہ ہوتی ہے کہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہوتی، نہ نصوص شرعیہ سے نہ قواعد شرعیہ سے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی دلیل شرعی اس کے وجوب یا استحباب یا جواز پر دلالت کرتی ہو، تو پھر وہ بدعت رہتی ہی نہیں، بلکہ اس پر عمل تو ان کاموں میں داخل ہو جاتا ہے، جن کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے یا جن کے کرنے پر اختیار ہے۔ ان کاموں کو بدعت کہنا اور پھر ان کے وجوب، استحباب یا جواز پر دلائل کی موجودگی کا دعویٰ کرنا دو منافی امور کی جمع ہے۔“

(الاعتصام: 1/191-192)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



معلوم ہوا کہ جو کام صحابہ و تابعین اور ائمہ دین کے دور میں نہیں ہوا، اسے بدعت حسنہ قرار دے کر سند جواز نہیں دیا جا سکتا۔قبروں پر پھول اور چادریں وغیرہ چڑھانے کا کام بدعت ہے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب (1391ھ) لکھتے ہیں:

''قبروں پر پھول ڈالنا، چادریں چڑھانا، چراغاں کرنا علمائے اہل سنت کا فرمان ہے کہ پھول ڈالنا تو ہر مؤمن کی قبر پر جائز ہے، خواہ وہ ولی اللہ ہو یا گناہگار، اور چادریں ڈالنا اولیاء، علماء، صلحاء کی قبور پر جائز ہے، عوام مسلمین کی قبور پر ناجائز کیونکہ یہ بے فائدہ ہے۔''

(جاء الحق: 269/1)

ایک وضاحت کہ علمائے اہل سنت سے کوئی بھی قبروں پر پھول، چادریں چڑھانے کا قائل و فاعل نہیں۔جو کام نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں تھا، صحابہ کرام جس سے ناواقف تھے اور ائمہ سلف کو جس کا علم تک نہ ہوا، وہ نیکی کیسے بن گیا اور اسے سند جواز کیسے مل گئی؟

## قبروں پر چادریں اور علمائے حق :

ان بدعات کی مذمت میں علمائے حق کے اقوال ملاحظہ فرمائیں:

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

مِنَ الْمُحَرَّمَاتِ الْعُكُوفُ عِنْدَ الْقَبْرِ، وَالْمُجَاوَرَةُ عِنْدَهُ، وَسَدَانَتُهُ، وَتَعْلِيقُ السُّتُورِ عَلَيْهِ، كَأَنَّهُ بَيْتُ اللّٰهِ الْكَعْبَةُ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



”بعض حرام کام یہ ہیں : قبر پر اعتکاف، اس کے پاس مجاور بن کر بیٹھنا، اس کی خدمت کرنا، اس پر یوں پردے لٹکانا کہ گویا وہ اللہ کا گھر کعبہ ہو۔“

(اقتضاء الصّراط المستقیم، ص 267)

نیز فرماتے ہیں :

مِنْهُمْ مَّنْ يُّعَلِّقُ عَلَى الْقَبْرِ الْمَكْذُوبِ أَوْ غَيْرِ الْمَكْذُوبِ، مِنَ السُّتُورِ وَالثِّيَابِ، وَيَضَعُ عِنْدَهٗ مِنْ مَّصُوغِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، مَا قَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى أَنَّهٗ لَيْسَ مِنْ دِينِ الْإِسْلَامِ .

”بعض لوگ جعلی یا اصلی قبر پر پردے اور کپڑے لٹکاتے ہیں اور اس کے پاس سونے، چاندی کے زیورات رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کا اتفاق واجماع ہے کہ ان چیزوں کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔“

(اقتضاء الصّراط المستقیم، ص 384)

شیخ الاسلام رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں :

قَدِ اتَّفَقَ أَئِمَّةُ الدِّينِ عَلٰى أَنَّهٗ لَا يُشْرَعُ بِنَاءُ الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُورِ، وَلَا أَنْ تُعَلَّقَ عَلَيْهَا السُّتُورُ .

”ائمہ دین کا اتفاق ہے کہ قبروں پر مسجدیں بنانا اور ان پر پردے لٹکانا جائز نہیں۔“ (جامع الرسائل :54/1)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں :

مِنْهَا مُشَابَهَةُ عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ بِمَا يُفْعَلُ عِنْدَهَا، مِنَ الْعُكُوفِ عَلَيْهَا، وَالْمُجَاوَرَةِ عِنْدَهَا، وَتَعْلِيقِ السُّتُورِ عَلَيْهَا وَسَدَانَتِهَا،

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



وَعُبَّادُهَا يُرَجِّحُونَ الْمُجَاوَرَةَ عِنْدَهَا عَلَى الْمُجَاوَرَةِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَيَرَوْنَ سَدَانَتَهَا أَفْضَلَ مِنْ خِدْمَةِ الْمَسَاجِدِ.

''قبروں پر ہونے والی خرافات میں یہ بھی ہے کہ قبروں کے پاس وہ کام کیے جائیں، جو بت پرستی سے مشابہ ہیں، مثلاً ان پر اعتکاف، ان کے پاس مجاور بن کر بیٹھنا، ان پر پردے لٹکانا، ان کی خدمت کے لیے وقف ہونا وغیرہ۔ قبر پرست مجاوری کو بیت اللہ کی مجاوری پر بھی ترجیح دیتے ہیں اور ان کا یہ نظریہ ہے کہ قبروں کی خدمت بیت اللہ کی خدمت سے بھی افضل ہے۔''

(إغاثة اللّهفان: 197/1)

یہی بات علامہ برکوی رحمہ اللہ نے ''زیارۃ القبور'' میں (ص 21) پر لکھی ہے۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ (1250ھ) لکھتے ہیں:

''شبہ نہیں کہ مردوں کے بارے میں اس اعتقاد کا سب سے بڑا سبب وہی چیزیں ہیں، جنہیں شیطان نے لوگوں کے لیے مزین کر رکھا ہے، جیسا کہ قبریں بلند کرنا، ان پر چادریں ڈالنا، انہیں پختہ بنانا، مبالغہ آمیزی کے ساتھ مزین کرنا، انہیں بہت زیادہ خوبصورت بنانا وغیرہ کسی جاہل آدمی کی نظر جب کسی قبر پر پڑتی ہے جس پر قبہ بنا ہو تو وہ اس میں داخل ہوتا ہے اور اس پر جاذب نظر چادریں اور ٹمٹماتے چراغ دیکھتا ہے، خوشبو کے بھبھوکے اس کے ارد گرد اُٹھ رہے ہوتے ہیں تو یقیناً اس کا دل اس قبر کی تعظیم سے معمور ہو جاتا ہے، اس کا ذہن اس میت کی قدر و منزلت کے تصور کو سمونے سے قاصر ہونے لگتا ہے اور اس کے دل و دماغ میں رعب اور دبدبہ گھر کر لیتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے۔ یوں اس کے دل میں وہ شیطانی عقائد پیدا ہوتے ہیں جو شیطان کی مسلمانوں کے لیے بنائی گئی چالوں میں سے سب سے بڑی چال ہیں اور جو بندوں کو گمراہ کرنے کے لیے شیطان کے پاس سب سے سخت حیلہ ہیں یہ حیلے مسلمان کو آہستہ آہستہ اسلام سے دور کرتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ انسان صاحبِ قبر سے وہ چیزیں مانگنے لگتا ہے، جن پر صرف اللہ تعالیٰ قادر ہے اور مشرک ہو جاتا ہے۔''

(شرح الصّدور بتحریم رفع القبور، ص 17)

اب ان بدعات کو خلعت جواز پہنانے کی ایک کوشش ملاحظہ ہو:

''اولیاء اللہ اور ان کے مزارات شعائر اللہ ہیں اور شعائر اللہ یعنی اللہ کے دین کی نشانیوں کی تعظیم کرنے کا قرآنی حکم ہے: ﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾ اس تعظیم کی کوئی قید نہیں۔ ہر ملکے ہر رسمے، جس ملک میں اور جس زمانہ میں جو بھی جائز تعظیم مروج ہے وہ کرنا جائز ہے۔ ان کی قبروں پر پھول ڈالنا، چادریں چڑھانا، چراغاں کرنا سب میں ان کی تعظیم ہے، لہٰذا جائز ہے۔ تر پھول میں چونکہ زندگی ہے، اس لیے وہ تسبیح و تہلیل کرتا ہے جس سے میت کو ثواب ہوتا ہے یا اس کے عذاب میں کمی ہوتی ہے۔ زائرین کو خوشبو حاصل ہوتی ہے، لہٰذا یہ ہر مسلمان کی قبر پر ڈالنا جائز ہے۔ اگر مردے کو عذاب ہو رہا ہو، تو اس کی تسبیح کی برکت سے کم ہوگا۔''

(جاء الحق از نعیمی: 297/1)

صالحین کی قبریں شعائر اللہ قرار دینا روافض کی روش ہے۔ اس پر قرآن و حدیث

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



اور اجماعِ امت وفہم سلف سے دلیل نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ نے صالحین کی قبروں کی تعظیم کا کہیں حکم نہیں دیا۔نہیں معلوم کہ اسے ''جائز تعظیم'' قرار دینے کی آخر دلیل کیا ہے؟ اگر کوئی دلیل ہوتی،تو صحابہ کرام، محدثین عظام اور ائمہ سلف ضرور اس پر کار بند ہوتے۔

کہا جاتا ہے کہ پھول میں زندگی ہے، وہ تسبیح وتہلیل کرتا ہے،لیکن اس میں پھول کی کیا خصوصیت؟ ہر چیز جاندار اور بے جان اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ اینٹیں، مٹی، گارا اور دوسری سب چیزیں بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں لیکن اس تسبیح سے میت کو کیا فائدہ؟ کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اس کی تعلیم دی ہے؟ اگر قبر کے پاس موجود پھولوں کی تسبیح سے مُردے کو کوئی فائدہ ہوتا،تو پھر ایک ایک باغ میں ایک ایک قبر ہونی چاہیے تاکہ پھولوں کی خوب تسبیح ہو اور مردے کو خوب فائدہ پہنچے، حالانکہ ایسا کرنے کو کوئی بھی تیار نہیں۔ یاد رکھئے صاحبِ قبر نیک ہوگا،تو اس کی نیکی کام آ جائے گی اور اگر بدبخت ہوا تو باہر کے پھول اور باغات کام نہیں آئیں گے۔ یہ محض شیطانی وسوسے ہیں،لہٰذا ہوشیار باش!

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ﴾

(بني إسرائيل : 44)

''کائنات کی ہر مخلوق اللہ کی تسبیح کرتی ہے، ہاں یہ درست ہے کہ تم اس کی تسبیح سمجھ نہیں سکتے۔''

ایک مقام پر ہے:

﴿كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيْحَهُ﴾(النّور : 44)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



”ہر چیز اپنی تسبیح و نماز سے واقف ہے۔“

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

لَقَدْ كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيحَ الطَّعَامِ، وَهُوَ يُؤْكَلُ .

”کھانا کھایا جا رہا ہوتا، تو ہم اس کی تسبیح سن رہے ہوتے تھے۔“

(صحيح البخاري : 3579)

جب کھانا بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے تو قبروں پر چادروں کی طرح روٹیاں بھی چڑھانی چاہئیں، مرغ قورمہ اور بریانی کی پلیٹیں بھی قبر کے اوپر رکھی جائیں۔اس سے مرنے والے کو فائدہ ہو نہ ہو، عذاب میں کمی آئے یا نہ آئے، راہ چلتے کسی غریب کا بھلا ہو جائے گا۔اگر قبروں کی ایسی تعظیم کا کوئی دینی و شرعی فائدہ ہوتا، تو صحابہ کرام رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر وہ پھول چڑھاتے، اتنی چادریں ڈالتے، اتنے چراغ روشن کرتے، اسے اس قدر آراستہ کرتے، اسے اتنی خوشبو لگاتے اور اس پر اتنی مجاوری کرتے کہ قیامت تک کے لیے مثال قائم ہو جاتی، لیکن اللہ کی قسم ! یہ تمام امور بدعیہ ہیں، ان کا دین کے ساتھ تعلق نہیں۔

## ایک استدلال :

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر دو قبروں سے ہوا، انہیں عذاب ہو رہا تھا، ان میں سے ایک اپنے پیشاب کی چھینٹوں سے اجتناب نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا۔

ثُمَّ أَخَذَ جَرِيدَةً رَطْبَةً، فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ، ثُمَّ غَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا ؟ فَقَالَ : لَعَلَّهُ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



أَنْ يُّخَفِّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبِسَا .

”آپ ﷺ نے کھجور کی تازہ ٹہنی لی، اسے دو حصوں میں چیر دیا، پھر ہر قبر پر ایک حصہ گاڑ دیا۔ صحابہ نے عرض کی، رسول اللہ ﷺ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا: شاید کہ جب تک یہ دونوں خشک نہ ہوں، اللہ تعالیٰ ان دونوں کے عذاب میں تخفیف کردے۔“

(صحيح البخاري :1361، صحيح مسلم : 292)

حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اِسْتَحَبَّ الْعُلَمَاءُ قِرَاءَ ةَ الْقُرْآنِ لِهٰذَا الْحَدِيثِ، لِأَنَّهٗ إِذَا كَانَ يُرْجَى التَّخْفِيفُ بِتَسْبِيحِ الْجَرِيدِ، فَتِلَاوَتُهٗ أَوْلٰى، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ!

”اس حدیث سے علماء نے قرآنِ کریم کی تلاوت کو مستحب سمجھا ہے، کیونکہ جب ٹہنی کی تسبیح کی وجہ سے عذاب میں تخفیف کی امید کی جاتی ہے تو قرآنِ کریم کی تلاوت بالاولیٰ ایسے ہوگی۔ واللہ اعلم!“

(شرح صحيح مسلم :1/141)

اس حدیث سے قبروں پر پھول چڑھانے اور قرآن خوانی کرنے کے ثبوت پر استدلال درست نہیں، کیونکہ خیر القرون میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں، نیز اس میں کہیں ذکر نہیں کہ عذاب میں تخفیف ان ٹہنیوں کی تسبیح کی وجہ سے ہوئی، لہٰذا یہ قیاس مع الفارق ہے، نیز یہ نبیٔ اکرم ﷺ کا خاصہ تھا۔ عذاب میں یہ تخفیف نبیٔ اکرم ﷺ کی دعا و شفاعت کی وجہ سے ہوئی۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



إِنِّي مَرَرْتُ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ، فَأَحْبَبْتُ بِشَفَاعَتِي أَنْ يُرَفَّهَ ذَاكَ عَنْهُمَا، مَا دَامَ الْغُصْنَانِ رَطْبَيْنِ.

''میں دو قبروں کے پاس سے گزرا، جن (کے مردوں) کو عذاب دیا جا رہا تھا۔ میں نے اپنی شفاعت کی وجہ سے چاہا کہ یہ عذاب ان سے ہلکا ہو جائے، جب تک دونوں ٹہنیاں تر رہیں۔''

(صحيح مسلم : 3012)

ان دو مختلف واقعات میں علت ایک ہی ہے۔ ایک تیسرا واقعہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔(صحيح ابن حبان : 824، وسندهٗ حسنٌ)

(نیز دیکھیں:مسند الإمام أحمد : 2/441، عذاب القبر للبيهقي : 123، وسندهٗ حسنٌ)

**فائدہ :**

مورّق عجلی بیان کرتے ہیں :

أَوْصٰى بُرَيْدَةُ الْأَسْلَمِيُّ أَنْ تُوضَعَ فِي قَبْرِهٖ جَرِيدَتَانِ، فَكَانَ مَاتَ بِأَدْنٰى خُرَاسَانَ، فَلَمْ تُوجَدْ إِلَّا فِي جَوَالِقِ حِمَارٍ.

''سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر دو ٹہنیاں رکھی جائیں، آپ رضی اللہ عنہ خراسان کے علاقے میں فوت ہوئے، وہاں یہ ٹہنیاں صرف گدھوں کے چھٹوں میں ملیں۔''

(الطّبقات لابن سعد : 7/8، وسندهٗ صحيحٌ إن صحّ سماع مورّق عن بريدة)

بشرطِ صحت یہ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کی ذاتی رائے معلوم ہوتی ہے۔ انہوں نے قبر پر دو ٹہنیاں رکھنے کا حکم دیا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح عذاب سے تخفیف کی غرض سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



گاڑنے کا حکم نہیں دیا۔

**فائدہ :**

ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ والی روایت (تاریخ بغداد :1/182-183)''ضعیف'' ہے۔

① شاہ بن عمار کون ہے؟ معلوم نہیں ہو سکا!

② نضر بن منذر بن ثعلبہ عبدی کے حالات بھی نہیں مل سکے۔

③ قتادہ رحمہ اللہ ''مدلس'' ہیں، ان کا انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی صحابی سے سماع ثابت نہیں۔

(جامع التّحصيل في أحكام المراسيل : 255)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو دو گناہگار لوگوں کی قبروں پر کھجور کی ٹہنیاں گاڑی تھیں، ظاہر ہے کہ قبریں کچی تھیں، تب ہی ٹہنیاں ان پر گڑ گئیں اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ تھا، تو کیا پکی قبروں پر ٹہنیوں کا گڑ جانا ممکن ہے؟ اہل خرد سے سوال ہے کہ اس حدیث کے کسی بھی لفظ سے اولیاء اللہ کی قبروں پر پھول چڑھانے کا جواز نکلتا ہے؟ اگر اس بدعت کو مذکورہ حدیثی دلیل کی وجہ سے سند جواز فراہم کیا جاتا، تو چاہیے تھا کہ گناہگاروں کی قبروں پر پھول چڑھائے جاتے، لیکن پہلے یہ بدعت ایجاد ہوئی، بعد میں اس کے دفاع میں ایک حدیث کو تختہ مشق بنایا، اسی لیے یہ تناقض لازم آیا۔

علامہ عینی حنفی (855ھ) بھی لکھتے ہیں :

كَذٰلِكَ مَا يَفْعَلُهُ أَكْثَرُ النَّاسِ مِنْ وَّضْعِ مَا فِيهِ رَطُوبَةٌ مِنَ الرَّيَاحِينَ وَالْبُقُولِ وَنَحْوِهِمَا عَلَى الْقُبُورِ، لَيْسَ بِشَيْءٍ، وَإِنَّمَا السُّنَّةُ الْغَرْزُ .

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



''اسی طرح اکثر لوگ قبروں پر جو پھول اور سبزیوں وغیرہ جیسی تر چیزیں رکھتے ہیں، بے فائدہ اور بے بنیاد ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا طریقہ تو (ٹہنیوں کو) گاڑنے کا تھا۔'' (عمدة القاري : 3/121)

معلوم ہوا کہ قبروں پر پھول چڑھانا بے دلیل بلکہ لغو اور عبث ہے۔ اس کے حرام وناجائز اور بدعت سیئہ ہونے میں شبہ نہیں۔

علامہ حمد بن محمد خطابی رحمہ اللہ (388ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ مِنْ نَّاحِيَةِ التَّبَرُّكِ بِأَثَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدُعَائِهٖ بِالتَّخْفِيفِ عَنْهُمَا، وَكَأَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ مُدَّةَ بَقَاءِ النَّدَاوَةِ فِيهِمَا حَدًّا لِّمَا وَقَعَتْ بِهِ الْمَسْأَلَةُ مِنْ تَخْفِيفِ الْعَذَابِ عَنْهُمَا، وَلَيْسَ ذٰلِكَ مِنْ أَجْلِ أَنَّ فِي الْجَرِيدِ الرَّطْبِ مَعْنًى لَّيْسَ فِي الْيَابِسِ، وَالْعَامَّةُ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْبُلْدَانِ تَفْرِشُ الْخُوْصَ فِي قُبُورِ مَوْتَاهُمْ، وَأَرَاهُمْ ذَهَبُوا إِلٰى هٰذَا، وَلَيْسَ لِمَا تَعَاطُوهُ مِنْ ذٰلِكَ وَجْهٌ.

''ان دونوں کو عذاب قبر میں تخفیف نبی اکرم ﷺ کی تاثیر و برکت اور دعا کی وجہ سے ہوئی اور نبی اکرم ﷺ نے تخفیف عذاب کی حد ٹہنیوں کے تر رہنے تک اس لیے بیان کی کہ آپ نے تخفیف کی دعا اتنے ہی عرصے کے بارے میں کی تھی، یہ حد اس لیے بیان نہیں کی گئی کہ تر ٹہنی میں کوئی تاثیر تھی جو خشک میں نہ تھی۔ بہت سے علاقوں میں عام لوگ اپنے مُردوں کی قبروں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں کھجور و ناریل وغیرہ کے پتے بچھاتے ہیں، میرے خیال میں ان کے مدنظر یہی بات ہوتی ہے حالانکہ ان کے اس کام کا کوئی جواز نہیں۔''

(معالم السّنن : 27/1)

علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ (1377ھ) فرماتے ہیں :

''علامہ خطابی رحمہ اللہ نے بالکل سچ فرمایا ہے۔ عام لوگ عیسائیوں کی تقلید میں اس بے اصل عمل پر بہت مصر ہو گئے ہیں اور اس بارے میں غلو کا شکار ہو چکے ہیں، خصوصاً مصر میں، حتی کہ وہ قبروں پر پھول رکھنے لگے اور ایک دوسرے کو تحفے دینے لگے، پھر لوگ ان پھولوں کو اپنے عزیز و اقارب کی قبروں پر تحفے کے طور پر اور زندوں سے حسن سلوک کے طور پر رکھنے لگے۔ یہ طریقہ علاقائی رسوم و رواج کے مشابہ ہو گیا۔ آپ دیکھتے ہیں کہ مسلمان ملکوں کے سربراہ جب یورپ کے کسی علاقے میں جاتے ہیں تو ان کے عظیم لوگوں یا نامعلوم فوجیوں کی قبروں پر جاتے ہیں اور ان پر پھول چڑھاتے ہیں اور بعض تو بناوٹی پھول بھی رکھتے ہیں جن میں خوشبو تک نہیں ہوتی۔ وہ لوگ یہ کام انگریزوں کی تقلید اور پہلی اُمتوں کے طریقے کی پیروی میں کرتے ہیں۔ عام لوگوں کی طرح علما بھی انہیں منع نہیں کرتے بلکہ آپ ان علما کو دیکھیں گے کہ وہ خود اپنے مُردوں کی قبروں پر ایسا کرتے ہیں۔ یہ بات بھی میرے علم میں ہے کہ اکثر اوقاف جنہیں فلاحی اوقاف کہا جاتا ہے، ان کی آمدنی قبروں پر پھول اور پتیاں چڑھانے کے لیے وقف ہے۔ یہ سب کام بدعات و خرافات ہیں جن کی کتاب و سنت میں کوئی دلیل نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اہلِ علم پر ان کا ردّ کرنا اور حسب استطاعت ان رسوم کو ختم کرنا واجب ہے۔‘‘

(تعليق أحمد شاكر على الترّمذي :1/103)

فتاویٰ شامی کے حوالے سے منقول ہے کہ اس حدیث سے قبروں کے اوپر گھاس وغیرہ رکھنے کا ندب (استحباب) ثابت ہوتا ہے۔تو عرض ہے کہ شامی صاحب کی یہ بات اجماع کے خلاف ہونے کی وجہ سے رد کی جائے گی۔

مولانا سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں:

’’رہا شامی وغیرہ کا یہ قول کہ قبور پر ستور (چادریں وغیرہ) درست ہیں، کیونکہ اس میں صاحبِ قبر کی تعظیم ہے وغیرہ وغیرہ تو قابل التفات نہیں، اس لیے کہ یہ غیر مجتہد کا قول ہونے کے علاوہ بلا دلیل بھی ہے۔‘‘

(راہِ سنت، ص200)

احمد یار خان نعیمی صاحب (1391ھ) لکھتے ہیں:

’’اولیاء اللہ کی قبروں پر چادریں ڈالنا جائز ہے کیونکہ اس کی وجہ سے عام زائرین کی نگاہ میں صاحبِ قبر کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔‘‘

(جاء الحق :1/299)

اگر اولیاء اللہ کی قبروں کی یہ تعظیم واقعی ضروری تھی، تو شریعت نے اس طرف رہنمائی کیوں نہیں کی؟ علمائے حق اس سے باز کیوں رہے؟ اس پر دل کو تسلی یوں دی گئی:

’’چادر کی اصل یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک میں کعبہ معظّمہ پر غلاف تھا، اس کو منع نہ فرمایا۔‘‘ (جاء الحق از نعیمی :1/299)

اگر کعبۃ اللہ کے غلاف کو دلیل بنانا ہے، تو پھر ہر قبر پر چادر چڑھنی چاہیے اور اگر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



اس سے ایسا کوئی جواز نکلتا ہوتا، تو صحابہ کرام، تابعین عظام، تبع تابعین اور ائمہ دین ضرور اس سے استدلال کر کے قبروں پر چادریں چڑھانے کے قائل و فاعل ہوتے۔ غلاف کعبہ تو ثابت ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔(صحيح البخاري : 4280)

اب قبروں پر چادریں چڑھانے کا ثبوت چاہیے۔

نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''صدیوں سے حضور علیہ السلام کے روضہ پاک پر غلاف سبز ریشمی چڑھا ہوا ہے جو نہایت قیمتی ہے۔ آج تک کسی نے اس کو منع نہیں کیا۔ مقام ابراہیم یعنی وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر حضرت خلیل نے کعبہ معظّمہ بنایا، اس پر بھی غلاف چڑھا ہوا ہے اور عمارت بنی ہوئی ہے۔ اللہ کی شان کہ نجدی وہابیوں نے بھی ان کو اسی طرح قائم رکھا۔ ان پر غلاف کیوں چڑھائے؟ ان چیزوں کی عظمت کے لیے، احترامِ اولیاء کے لیے، ان کی قبور پر بھی غلاف وغیرہ ڈالنا مستحب ہے۔'' (جاء الحق: 299/1)

نعیمی صاحب کو کسی نے غلط خبر دی ہے، قبر رسول پر کوئی غلاف نہیں ہے نہ مقام ابراہیم پر ہے، تو ثَبِّتِ الْعَرْشَ ثُمَّ انْقُشْ، جس عمل کو دلیل بنایا گیا، وہ عمل وجود ہی نہیں رکھتا۔ قبروں پر چادریں اور پھول وغیرہ چڑھانا بدعت ہے۔ اگر دلیل ہوتی، تو سلف صالحین اور ائمہ دین رحمہم اللہ بھی چڑھاتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



# قدم بوسی کی شرعی حیثیت

تعظیم کی نیت سے کسی کے پاؤں چومنا ناجائز اور غیر مشروع ہے۔بعض روایات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے ذکر ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں چوما کرتے تھے، لیکن یہ روایات ثابت نہیں ہیں ۔صحابہ کرام،تابعین عظام اور تبع تابعین کے تین بہترین ادوار میں بھی اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

اس سلسلہ میں وارد روایات کا جائزہ پیش خدمت ہے:

## روایت نمبر ①:

سیدنا صفوان بن عسال مرادی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو یہودیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نو آیات بینات کے متعلق سوال کیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جوابات دے دیے،تو:

قَبَّلَا يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ .

”انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا۔“

(مسند الإمام أحمد : 4/239-240، سنن الترمذي : 2733، السّنن الكبرى للنّسائي : 3527، سنن ابن ماجه : 3705، مختصرًا)

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ .

”یہ حدیث صحیح ہے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ، لَا نَعْرِفُ لَهٗ عِلَّةً بِوَجْهٍ مِّنَ الْوُجُوهِ.

''یہ حدیث صحیح ہے۔ہمیں اس میں کسی بھی قسم کی کوئی علت معلوم نہیں ہوئی۔''

(المستدرك على الصّحيحين: 15/1)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

یہ حدیث ''منکر'' ہے۔عبد اللہ بن سلمہ اگرچہ ''حسن الحدیث''ہیں،لیکن آخری عمر میں ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا،ان کے شاگرد عمرو بن مرہ کہتے ہیں:

كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَمَةَ قَدْ كَبِرَ، وَكَانَ يُحَدِّثُنَا، فَنَعْرِفُ وَنُنْكِرُ.

''عبد اللہ بن سلمہ بوڑھے ہو گئے تھے۔ وہ ہمیں حدیث بیان کرتے،تو ہمیں ان سے کچھ معروف اور کچھ منکر حدیثیں ملتیں۔''

(مسند عليّ بن الجعد: 66، العِلَل للإمام أحمد برواية عبد اللّٰه: 1824، الجامع لأخلاق الرّاوي وآداب السّامع للخطيب: 1920، واللّفظ لهٗ)

امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تَعْرِفُ وَتُنْكِرُ. ''یہ معروف اور منکر روایات بیان کرتے ہیں۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم: 74/5)

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُتَابَعُ فِي حَدِيثِهٖ.

''(ثقات کی طرف سے) ان کی روایات کی متابعت نہیں کی گئی۔''

(التّاريخ الكبير: 99/5)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



امام نسائی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''منکر'' کہا ہے۔

(السّنن الکبریٰ : 3527)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) فرماتے ہیں :

''اس حدیث میں اشکال ہے۔عبد اللہ بن سلمہ کے حافظے میں کچھ خرابی تھی، محدثین نے ان پر جرح بھی کی ہے۔ممکن ہے کہ انہیں نو آیات اور دس کلمات میں اشتباہ ہو گیا ہو، کیونکہ دَس کلمات تو تورات میں وصیت کی صورت میں ہیں،ان کا فرعون کے خلاف دلیل بننے سے کوئی تعلق ہی نہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر : 124/5)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

صَدُوقٌ، تَغَیَّرَ حِفْظُهٗ . ''سچے تھے،لیکن حافظے میں خرابی ہو گئی تھی۔''

(تقریب التّھذیب : 3364)

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''میں نے امام ابوعبد اللہ محمد بن یعقوب الحافظ کو سنا، ان سے محمد بن عبید اللہ سوال کر رہے تھے کہ امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے سیدنا صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث کو بالکل ہی کیوں چھوڑ دیا تھا؟اس پر انہوں نے فرمایا : کیونکہ اس کی سند خراب تھی۔'' (المستدرك على الصّحيحين :15/1)

اس کے بارے میں امام حاکم رحمہ اللہ کی توجیہ درست نہیں۔

معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن سلمہ کی جس حدیث کو محدثین ''منکر'' قرار دیں گے، وہ ''ضعیف'' ہو گی اور باقی ''حسن'' ہوں گی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



## روایت نمبر②

زارع بن عامر رضی اللہ عنہ، جو وفدِ عبد قیس میں شامل تھے، ان کی طرف منسوب ہے:

لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ، فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَّوَاحِلِنَا، فَنَتَقَبَّلُ يَدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَهُ .

''ہم مدینہ منورہ پہنچے، تو جلدی میں اپنے کجاؤوں سے نکلے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے۔''

(سنن أبي داوٗد : 5225، القبل والمعانقة والمصافحة لابن الأعرابي :41، الأدب المفرد للبخاري : 975)

سند ''ضعیف'' ہے۔

امِ ابان بنت وازع کی کسی محدث نے توثیق نہیں کی۔

لہٰذا حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ کا یہ کہنا درست نہیں:

رَوَتْ ـــ حَدِيثًا حَسَنًا، سَاقَتْهُ بِتَمَامِهِ وَطُولِهِ سِيَاقَةً حَسَنَةً .

''ام ابان نے ـــ ایک حسن حدیث روایت کی ہے۔ اس نے اس حدیث کو مکمل اور طول کے ساتھ اچھا بیان کیا ہے۔''

(الاستيعاب في معرفة الأصحاب : 80/4)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے امِ ابان کو ''مجہولات'' میں شمار کیا ہے۔

(ميزان الاعتدال : 611/4)

## روایت نمبر③

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا: اللہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



کے رسول! میں مسلمان ہوں۔ مجھے کوئی ایسی چیز دکھائیں، جس سے میرا ایمان بڑھ جائے۔ فرمایا: کیا چاہتے ہو؟ کہنے لگا: آپ اس درخت کو بلائیں، وہ آپ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے درخت کو بلایا، وہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور سلام کہا، آپ نے اسے واپس اپنی جگہ جانے کا کہا، تو چلا گیا، تب اس دیہاتی نے کہا:

اِئْذَنْ لِي أَنْ أُقَبِّلَ رَأْسَكَ وَرِجْلَيْكَ .

”مجھے اجازت دیجیے کہ میں آپ کا سر اور پاؤں چوموں۔“

آپ ﷺ نے اسے اجازت دی، تو اس نے ایسا کرلیا۔

(مسند الدّارمي : 1472، القبل لابن الأعرابي : 42، تقبيل اليد لابن المقري : 5، المستدرك للحاكم : 172/4، دلائل النبوّة لأبي نعيم الأصبهاني :291)

ضعیف ہے۔ صالح بن حیان قرشی جمہور محدثین کے نزدیک ”ضعیف“ ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ”صحیح الاسناد“ کہا، تو حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا:

بَلْ وَاهٍ، وَفِي إِسْنَادِهِ صَالِحُ بْنُ حَيَّانَ مَتْرُوكٌ .

”بلکہ یہ روایت ضعیف ہے، اس کی سند میں صالح بن حیان متروک ہے۔“

صالح بن حیان کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”ضعیف“ قرار دیا ہے۔

(تقريب التّهذيب :2851)

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے ”ضعیف“ ہی کہا ہے۔

(تاريخ ابن معين برواية الدّارمي، ص 134، ت : 434)

امام نسائی رحمہ اللہ نے ”غیر ثقہ“ کہا ہے۔

(الضّعفاء والمتروكون : 295)

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



عَامَّةُ مَا يَرْوِيهِ غَيْرُ مَحْفُوظٍ .

''اس کی بیان کردہ اکثر روایات غیر محفوظ ہیں۔''

(الکامل في ضعفاء الرّجال : 55/4)

امام بخاری رحمہ اللہ نے ''فیہ نظر'' فرمایا ہے۔

(التّاریخ الکبیر : 275/4)

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''لیس بالقوی'' کہا ہے۔

(الضّعفاء والمتروکون : 289)

امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے۔

(الجرح والتّعدیل لابن أبي حاتم : 398/4)

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

يَرْوِي عَنِ الثِّقَاتِ أَشْيَاءَ لَا تُشْبِهُ حَدِيثَ الْأَثْبَاتِ، لَا يُعْجِبُنِي الْاحْتِجَاجُ بِهٖ إِذَا انْفَرَدَ .

''ثقہ راویوں سے منسوب ایسی روایات نقل کرتا ہے، جو ثقہ راویوں کی احادیث سے میل نہیں کھاتیں۔ مجھے اس حدیث سے استدلال کرنا پسند نہیں، جس کے بیان میں یہ منفرد ہو۔''

(کتاب المَجروحین :369/1)

امام حربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

لَهٗ أَحَادِيثُ مُنْكَرَةٌ . ''اس نے منکر احادیث بیان کی ہیں۔''

(تهذیب التّهذیب لابن حجر : 387/4)

امام عجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



جَائِزُ الْحَدِيثِ، يُكْتَبُ الْحَدِيثُ، وَلَيْسَ بِالْقَوِيِّ، وَهُوَ فِي إِعْدَادِ الشُّيُوخِ.

''یہ جائز الحدیث ہے، اس کی حدیث لکھ لی جائے گی، مگر قوی نہیں۔ اس کا شمار شیوخ میں ہوتا ہے۔''(تاریخ العِجلي : 225)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ ضَعِيفٌ، وَلَمْ يُوَثِّقْهُ أَحَدٌ. ''ضعیف ہے، کسی نے ثقہ نہیں کہا۔''

(مَجمع الزّوائد :105/1)

## روایت نمبر ④ :

سیدنا عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے واقعہ میں بیان کیا گیا ہے:

أَتٰى، فَقَبَّلَ قَدَمَيْهِ.

''وہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدم چومے۔''

(الرّخصة في تقبيل اليد لابن المقرئ : 14، المعجم لأبي يعلى : 89)

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

① ام ہیثم بنت عبد الرحمٰن بن فضالہ سعدیہ کے حالاتِ زندگی نہیں مل سکے۔

②، ③ ابو عبد الرحمٰن بن فضالہ اور ابو فضالہ بن عبد اللہ وغیرہ کی توثیق درکار ہے۔

## روایت نمبر⑤

ابو برہ یسار مولیٰ عبد اللہ بن سائب مخزومی بیان کرتے ہیں:

دَخَلْتُ مَعَ مَوْلَايَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُمْتُ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَبَّلْتُ رَأْسَهٗ وَيَدَهٗ وَرِجْلَهٗ .

''میں اپنے مولیٰ عبداللہ بن سائب کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف گیا اور آپ کا سر، ہاتھ اور پاؤں چوم لیے۔''

(الرّخصة في تقبيل اليد لابن المقري : 24)

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

① ابو الحسن احمد بن محمد بن عبداللہ بن قاسم ''ضعیف'' ہے۔

امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفُ الْحَدِيثِ، وَلَسْتُ أُحَدِّثُ عَنْهُ .

''اس کی حدیث ضعیف ہوتی ہے۔ میں اس سے روایت نہیں لیتا۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 71/2)

امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُنْكَرُ الْحَدِيثِ، يُوصِلُ الْأَحَادِيثَ .

''یہ منکر الحدیث ہے۔ یہ منقطع احادیث کو موصول بیان کر دیتا تھا۔''

(الضّعفاء الكبير : 71/2)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی ایک حدیث کے بارے میں لکھا ہے:

مَا هٰذَا الْحَدِيثُ بِبَعِيدٍ مِنَ الْوَضْعِ .

''بعید نہیں کہ یہ حدیث گھڑنتل ہی ہو۔''

(تاريخ الإسلام : 1096/5)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



② احمد کے باپ محمد بن عبداللہ بن قاسم کے حالات نہیں مل سکے۔

③ احمد کے دادا عبداللہ بن قاسم کی توثیق نہیں ملی۔

## روایت نمبر ⑥ :

اسماعیل بن عبد الرحمٰن بن ابوکریمہ، سدی رحمہ اللہ (127ھ) سورت مائدہ کی آیت (111) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: فلاں۔ اس پر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھے اور پاؤں چوم لیا۔''

(تفسير الطّبري : 17/9)

سدی رحمہ اللہ تابعی ہیں اور بلاواسطہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر رہے ہیں، لہٰذا یہ روایت ''مرسل'' ہے، جو کہ ضعیف حدیث کی ایک قسم ہے۔

## روایت نمبر ⑦ :

صہیب مولیٰ عباس کا بیان ہے:

رَأَيْتُ عَلِيًّا يُقَبِّلُ يَدَ الْعَبَّاسِ وَرِجْلَيْهِ، وَيَقُولُ : يَا عَمِّ! ارْضَ عَنِّي .

''میں نے دیکھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور پاؤں چومتے ہوئے کہہ رہے تھے: چچا جان! مجھ سے راضی ہو جایئے۔''

(الأدب المفرد للبخاري : 976، الرّخصة في تقبيل اليد لابن القري : 15، تاريخ دِمَشق لابن عساكر : 372/26)

سند ''ضعیف'' ہے، صہیب مولیٰ عباس کی سوائے ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات :

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



381/4) کے کسی نے توثیق نہیں کی، لہٰذا ''مجہول الحال'' ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صُهَيْبٌ لَّا أَعْرِفُهٗ . ''صہیب کو میں نہیں جانتا۔''

(سير أعلام النّبلاء : 94/2)

لہٰذا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (التقریب:2955) کا ''صدوق'' کہنا درست نہیں۔

## روایت نمبر ⑧ :

بیان ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا:

دَعْنِي حَتّٰی أُقَبِّلَ رِجْلَيْكَ .

''اجازت دیجیے کہ میں آپ کے پاؤں چوم لوں۔''

(تاريخ ابن عساكر : 68/52، التقييد لمعرفة رواة السّنن والمسانيد لابن نقطة : 331)

سند ''ضعیف'' ہے، ابو نصر احمد بن حسن بن احمد بن حمویہ، ورّاق کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

دوسری سند تاریخ بغداد (102/3۔103) اور تاریخ دمشق (68/52) میں ہے۔ وہ بھی ''ضعیف'' ہے۔ ابو نصر احمد بن محمد، ورّاق کی توثیق نہیں مل سکی۔

## بعض شبہات :

قدم بوسی کے متعلق روایات کا محدثین کے اصولوں کے مطابق جائزہ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے کچھ ثابت نہیں۔ سلف سے بھی باسندِ صحیح اس کا کوئی ثبوت نہیں ملا۔ لہٰذا اولیا وصالحین کے پاؤں چومنا جائز نہیں۔ چنانچہ مندرجہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ذیل استدلال درست نہیں:

”اولیاء اللہ کے ہاتھ پاؤں چومنا اوراس طرح ان کے بعدان کے تبرکات بال ولباس وغیرہ کو بوسہ دینا،ان کی تعظیم کرنا مستحب ہے۔احادیث اورعمل صحابہ کرام سے ثابت ہے،لیکن بعض لوگ اس کا انکار کرتے ہیں۔“

(جاء الحق از نعیمی: 368/1)

اولیاء اللہ کے ہاتھ چومنا جائز ہے، لیکن اسے بھی عبادت نہیں بنانا چاہیے۔ رہا پاؤں چومنا، تو یہ ثابت ہی نہیں، چہ جائیکہ مستحب ہو! جہاں تک تبرکات کی بات ہے، تو وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خاص ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین جیسے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی چھوڑی ہوئی چیزوں کو کسی صحابی یا تابعی نے تبرک نہیں بنایا۔

اسی طرح یہ عبارت بھی غلو پر مبنی ہے:

”ان احادیث ومحدثین وعلماء کی عبارات سے ثابت ہوا کہ بزرگان کے ہاتھ پاؤں اوران کے لباس، نعلین، بال غرضیکہ سارے تبرکات،اسی طرح کعبہ معظّمہ، قرآنِ مجید، کتبِ احادیث کے اوراق کا چومنا جائز اور باعث برکت ہے، بلکہ بزرگانِ دین کے بال ولباس وجمیع تبرکات کی تعظیم کرنا۔“

(جاء الحق: 399/1)

نبی اکرم ﷺ کے آثار مبارکہ کے علاوہ کسی بھی ولی وصالح انسان کے آثار سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں، تو بوسہ دینا کیسے جائز ہوا؟ کعبہ معظّمہ، قرآنِ مجید اور کتبِ احادیث کے اوراق چومنے پر کوئی دلیل شرعی نہیں، یہ غیر مشروع عمل ہے۔ اگر یہ کوئی نیک کام ہوتا، تو صحابہ وتابعین جیسے اسلافِ امت اس سے کیونکر غافل رہتے؟

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیا، تو فرمایا:

لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ، مَا قَبَّلْتُكَ .

''اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا، تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔''(صحيح البخاري : 1597 ، صحيح مسلم : 1270)

معلوم ہوا کہ جس چیز کا بوسہ شریعت سے ثابت نہ ہو، اسے بوسہ دینا ناجائز اور غیر مشروع ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ شَيْخُنَا فِي شَرْحِ التِرْمِذِيِّ : فِيهِ كَرَاهِيَةُ تَقْبِيلِ مَا لَمْ يَرَهُ الشَّرْعُ بِتَقْبِيلِهٖ .

''ہمارے شیخ (حافظ عراقی رحمہ اللہ) جامع ترمذی کی شرح میں فرماتے ہیں: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جس چیز کو بوسہ دینے کی تعلیم شریعت نے نہ دی ہو، اسے بوسہ دینا مکروہ ہے۔''(فتح الباري : 463/3)

استدلال کے سقم کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو:

''تبرکات کا چومنا جائز ہے۔ قرآنِ کریم فرماتا ہے: ﴿وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ﴾ یعنی اے بنی اسرائیل! تم بیت المقدس کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور کہو: ہمارے گناہ معاف ہوں۔ اس آیت سے پتہ لگا کہ بیت المقدس، جو انبیائے کرام کی آرامگاہ ہے، اس کی تعظیم اس طرح کرائی گئی کہ وہاں بنی اسرائیل کو سجدہ کرتے ہوئے جانے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کا حکم دیا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ متبرک مقامات پر توبہ جلد قبول ہوتی ہے۔''

(جاء الحق: 368/1)

جس جگہ سجدے کا حکم دیا گیا تھا، وہاں انبیا کی قبریں ہیں، بالکل بے دلیل مفروضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ آپ اس شہر میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوں۔ اولیا کی قبروں والی بات کسی مسلمان مفسر نے نہیں کی۔ مفسرین نے اس سجدہ کو سجدۂ شکر قرار دیا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) فرماتے ہیں:

أَيْ شُكْرًا لِّلّٰهِ تَعَالٰی عَلٰی مَا أَنْعَمَ بِهٖ عَلَيْهِمْ مِّنَ الْفَتْحِ وَالنَّصْرِ، وَرَدَّ بَلَدَهُمْ إِلَيْهِمْ، وَانْقَاذَهُمْ مِّنَ التِّيهِ وَالضَّلَالِ.

''اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدے کا حکم دیا گیا کہ اللہ نے انہیں فتح ونصرت عطا فرمائی، انہیں ان کا علاقہ واپس دے دیا اور پستی وگمراہی سے نجات دی۔'' (تفسير ابن كثير: 247/1، طبعة المهدي)

اہل علم نے نبی ﷺ کی قبر کو بوسہ دینا اور اسے چھونا مکروہ اور بدعت خیال کیا ہے۔

## زمین بوسی:

علما وعظما کے سامنے زمین کو بوسہ دینا حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔

احناف کی معتبر کتب میں لکھا ہے:

كَذَا مَا يَفْعَلُونَهٗ مِنْ تَقْبِيلِ الْأَرْضِ بَيْنَ يَدَيِ الْعُلَمَاءِ وَالْعُظَمَاءِ فَحَرَامٌ، وَالْفَاعِلُ وَالرَّاضِي بِهٖ آثِمَانِ، لِأَنَّهٗ يُشْبِهُ عِبَادَةَ الْوَثَنِ، وَهَلْ يُكَفَّرَانِ؟ عَلٰی وَجْهِ الْعِبَادَةِ وَالتَّعْظِيمِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



كُفْرٌ، وَإِنْ عَلٰى وَجْهِ التَّحِيَّةِ لَا، وَصَارَ آثِمًا مُّرْتَكِبًا لِّلْكَبِيرَةِ.

''اسی طرح جو علما وعظما کے سامنے زمین بوسی کا عمل کیا جاتا ہے، یہ بھی حرام ہے۔ اسے کرنے والا اور اس پر راضی ہونے والا، دونوں گناہ گار ہیں، یہ بت پرستی کے مشابہ ہے۔ کیا ایسا کرنے والے کو کافر کہا جائے گا؟ [اس میں تفصیل ہے]۔ اگر وہ عبادت اور تعظیم کی بنا پر ایسا کر رہا ہے، تو یہ عمل کفر ہے اور اگر بطورِ تحیہ ہے تو حرام نہیں، لیکن ایسا کرنے والا گناہ گار، بلکہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوگا۔''

(ردّ المحتار لابن عابدين : 383/6، تبيين الحقائق للزّيلعي : 25/6، مَجمع الأنهر لشيخي زاده : 542/2، البناية للعيني : 198/12)

## الحاصل :

نبی اکرم ﷺ کی قدم بوسی کے بارے میں کوئی روایت ثابت نہیں۔ صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین کے دور میں قدم بوسی کا وجود نہیں ملتا۔ یوں قدم بوسی اور زمین بوسی ناجائز اعمال وافعال ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# رقص کی شرعی حیثیت

رقص بے دین صوفیا کی ایجاد ہے۔ یہ بالاجماع ممنوع ہے، سلف صالحین وائمہ دین میں سے کوئی بھی اس کا قائل وفاعل نہیں رہا، البتہ اہل علم سے اس کی مذمت اور ممانعت ثابت ہے۔

✿ علامہ عینی رحمہ اللہ (855ھ) کہتے ہیں:

لَا اعْتِبَارَ لِمَا أَبْدَعَتْهُ الْجَهَلَةُ مِنَ الصُّوْفِيَّةِ فِي ذٰلِكَ فَإِنَّكَ إِذَا تَحَقَقْتَ أَقْوَالَهُمْ فِي ذٰلِكَ وَرَأَيْتَ أَفْعَالَهُمْ وَقَفْتَ عَلٰى آثَارِ الزَّنْدَقَةِ مِنْهُمْ.

”(غنا وغیرہ کے نام پر) جاہل صوفیا نے جو بدعات نکالی ہیں، ان کا کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ آپ جب اس بارے میں ان کے اقوال کی تفتیش کریں گے اور ان کے افعال دیکھیں گے، تو ان میں بے دین وزندیق لوگوں کی علامات پائیں گے۔“ (عمدة القاري: 401/21)

رقص غیر شرعی رسم ہے، جو دین کے نام پر جاری کردی گئی ہے، لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ نہیں ہوسکتی۔

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ (597ھ) لکھتے ہیں:

قَدِ انْعَقَدَ إِجْمَاعُ الْعُلَمَاءِ أَنَّ مَنِ ادَّعَى الرَّقْصَ قُرْبَةً إِلَى اللّٰهِ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



تَعَالٰی، كُفْرٌ.

''علما کا اجماع ہے کہ جو شخص رقص کو قرب الٰہی کا ذریعہ قرار دے، کافر ہے۔''

(صيد الخاطر، ص 154)

علامہ احمد طحطاوی رحمہ اللہ (1233ھ) لکھتے ہیں:

أَمَّا الرَّقْصُ وَالتَّصْفِيْقُ وَالصَّرِيْخُ وَضَرْبُ الْأَوْتَارِ وَالصَّنْجُ وَالْبُوْقُ الَّذِي يَفْعَلُهُ بَعْضُ مَنْ يَّدَّعِي التَّصَوُّفَ فَإِنَّهُ حَرَامٌ بِالْإِجْمَاعِ لِأَنَّهَا زِيُّ الْكُفَّارِ.

''رہا رقص کرنا، تالیاں بجانا، شور شرابا، ہارمونیم بجانا، چیخ و پکار اور بگل بجانا، جو صوفیت کے بعض دعویداروں کا معمول ہے، یہ بالا جماع حرام ہے، کیونکہ یہ کفار کا طور طریقہ ہے۔''

(حاشية الطّحطاوي، ص 174، صفة الأذكار)

علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

مَنْ يَّسْتَحِلُّ الرَّقْصَ قَالُوا بِكُفْرِهٖ ...... وَلَا سِيَّمَا بِالدُّفِّ يَلْهُو وَيَزْمُرُ.

''جو رقص کو حلال سمجھتا ہے، وہ بقول علما کافر ہے۔ ...... خصوصاً جو ساتھ ساتھ کھیل تماشا کرتا اور ساز بجاتا ہے۔'' (الدّر المختار: 4/446)

علامہ ابن عابدین، شامی حنفی (1252ھ) لکھتے ہیں:

اَلْمُرَادُ بِهِ التَّمَايُلُ وَالْخَفْضُ وَالرَّفْعُ بِحَرَكَاتٍ مَّوْزُوْنَةٍ كَمَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



يَفْعَلُهُ بَعْضُ مَنْ يَّنْتَسِبُ إِلَى التَّصَوُّفِ، وَقَدْ نُقِلَ فِي الْبَزَّازِيَّةِ عَنِ الْقُرْطُبِيِّ إِجْمَاعُ الْأَئِمَّةِ عَلٰى حُرْمَةِ هٰذَا الْغِنَاءِ وَضَرْبِ الْقَضِيبِ وَالرَّقْصِ .

’’اس (رقص) سے مراد جھومنا اور موزون حرکات کے ساتھ نیچے اوپر ہونا ہے، جیسا کہ بعض تصوف کے شیدائی کرتے ہیں۔ بزازیہ میں علامہ قرطبی سے غنا، ڈھول پیٹنے اور رقص کرنے کی حرمت پر ائمہ کا اجماع واتفاق نقل کیا گیا ہے۔‘‘ (فتاویٰ شامی: 446/4)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ (671ھ) لکھتے ہیں:

اِسْتَدَلَّ الْعُلَمَاءُ بِهٰذِهِ الْآيَةِ عَلٰى ذَمِّ الرَّقْصِ وَتَعَاطِيهِ، قَالَ الْإِمَامُ أَبُو الْوَفَاءِ ابْنُ عَقِيلٍ : قَدْ نَصَّ الْقُرْآنُ عَلَى النَّهْيِ عَنِ الرَّقْصِ فَقَالَ : ﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا﴾ وَذَمَّ الْمُخْتَالَ، وَالرَّقْصُ أَشَدُّ الْمَرَحِ وَالْبَطَرِ .

’’اس آیت سے علما نے رقص اور اس میں انہماک کی مذمت پر استدلال کیا ہے، علامہ ابو الوفا ابن عقیل کہتے ہیں کہ قرآن نے رقص کی ممانعت پر نص قائم کی ہے: ﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا﴾ ”زمین پر اکڑ کر مت چلو۔“ جھومنا (ناچنا) اور رقص کرنا تکبر وغرور سے بھی (گناہ میں) سخت ہے۔‘‘

(تفسير القرطبي : 263/10)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾

(لقمان : 6)

”کچھ لوگ بے ہودگی کے سوداگر ہیں تاکہ بغیر علم کے لوگوں کو اللہ کے راستے سے گمراہ کریں اور اسے مذاق بنائیں۔ یہی لوگ ہیں، جن کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

رقص ”لہوالحدیث“ ہے، لہٰذا ممنوع وحرام ہے۔

بعض حضرات نے رقص کرنے پر کچھ دلائل پیش کئے ہیں، یہاں ہم ان دلائل کا جائزہ لیں گے۔

## دلیل نمبر①:

سیدنا ایوب علیہ السلام کے بارے میں فرمان ہے

﴿اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ﴾(صٓ : 42)

”(ہم نے حکم دیا : ایوب!) اپنا پاؤں ماریں، (دیکھو) یہ نہانے کے لیے ٹھنڈا اور پینے کو (میٹھا پانی ہے)۔“

علامہ قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

اِسْتَدَلَّ بَعْضُ جُهَّالِ الْمُتَزَهِّدَةِ، وَطَغَامِ الْمُتَصَوِّفَةِ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى لِأَيُّوبَ : ﴿اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ﴾ عَلٰى جَوَازِ الرَّقْصِ .

”بعض زہد وتقویٰ کے مارے جہلا اور صوفی ازم کا نعرہ لگانے والوں نے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



سیدنا ایوب علیہ السلام کے بارے فرمانِ باری تعالیٰ : ﴿اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ﴾ سے رقص کے جواز پر استدلال کیا ہے۔‘‘(تفسير القرطبي : 15/215)

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

هٰذَا الْاِحْتِجَاجُ بَارِدٌ لِأَنَّهُ لَوْ كَانَ أَمْرٌ بِضَرْبِ الرِّجْلِ فَرْحًا كَانَ لَهُمْ فِيهِ شُبْهَةٌ وَإِنَّمَا أُمِرَ بِضَرْبِ الرِّجْلِ لِيَنْبَعَ الْمَاءِ، قَالَ ابْنُ عَقِيْلٌ : أَيْنَ الدَّلَالَةُ فِي مُبْتَلِّي أُمِرَ عِنْدَ كَشْفِ الْبَلَاءِ بِأَنْ يَّضْرِبَ بِرِجْلِهِ الْأَرْضَ لِيَنْبَعَ الْمَاءُ إِعْجَازًا مِّنَ الرَّقْصِ! وَلَئِنْ جَازَ أَنْ يَّكُوْنَ تَحْرِيْكُ رِجْلٍ قَدِ انْحَلَّهَا تَحَكَّمَ الْهُوَامِ دَلَالَةً عَلٰى جَوَازِ الرَّقْصِ فِي الْإِسْلَامِ جَازَ أَنْ يُّجْعَلَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى لِمُوْسٰى : ﴿اِضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ﴾ دَلَالَةٌ عَلٰى ضَرْبِ الْجَمَادِ بِالْقُضْبَانِ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ التَّلَاعُبِ بِالشَّرْعِ .

’’یہ استدلال بودا ہے، اگر پاؤں مارنے کا حکم خوشی کے لیے دیا گیا ہوتا، تو ان کے لئے استدلال کی کوئی گنجائش ہوتی، سیدنا ایوب علیہ السلام کو تو اس لیے پاؤں مارنے کا حکم دیا گیا تھا کہ پانی پھوٹ پڑے۔ ابن عقیل کہتے ہیں کہ ایک بیمار آدمی، جسے بیماری سے نجات پانے کے لیے معجزہ کے طور پر پانی نکالنے کے لیے زمین پر پاؤں مارنے کا حکم دیا گیا ہے، اس سے رقص کی دلیل کہاں سے آ گئی؟ اگر کیڑوں کے کھائے ہوئے (سیدنا ایوب علیہ السلام کے جسم مبارک میں کیڑوں کا پڑنا بے ثبوت ہے۔ ناقل غ۔م) پاؤں کو حرکت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



دینے سے اسلام میں رقص کی دلیل لینا جائز ہے، تو کیا یہ جائز ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو پتھر پر عصا مارنے کے حکم کو جمادات کو ڈنڈے سے پیٹنے کی دلیل بنا لیا جائے؟ شریعت کو کھیل تماشا بنانے سے اللہ کی پناہ!''

(تلبيس إبليس :230/1)

## دلیل نمبر②

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں :

كَانَ يَوْمَ عِيدٍ، يَلْعَبُ السُّودَانُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ، فَإِمَّا سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِمَّا قَالَ : تَشْتَهِينَ تَنْظُرِينَ؟ فَقُلْتُ : نَعَمْ، فَأَقَامَنِي وَرَاءَهُ، خَدِّي عَلٰى خَدِّهٖ، وَهُوَ يَقُولُ : دُونَكُمْ يَا بَنِي أَرْفِدَةَ حَتّٰى إِذَا مَلِلْتُ، قَالَ : حَسْبُكِ؟ قُلْتُ : نَعَمْ، قَالَ : فَاذْهَبِي .

''عید کا دن تھا، حبشی ڈھالوں اور نیزوں کے ساتھ (جنگی کھیل) کھیل رہے تھے، یا تو میں نے سوال کیا تھا یا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا تھا، کیا آپ دیکھنے کی خواہش مند ہیں؟ میں نے عرض کیا : جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا، میرا رخسار آپ کے رخسار کے اوپر تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے : کھیلتے رہو، بنی ارفدہ! جب میں تھک گئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : بس؟ عرض کیا : جی ہاں! فرمایا : اچھا جائیں۔''

(صحيح البخاري : 950، صحيح مسلم : 20/892)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



صحیح مسلم کے الفاظ ہیں :

جَاءَ حَبَشٌ يَزْفِنُونَ فِي يَوْمِ عِيدٍ فِي الْمَسْجِدِ .

”عید کے دن حبشی لوگ مسجد میں جنگی مشقیں کرنے لگے۔“

❀ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

كَانَتِ الْحَبَشَةُ يَزْفِنُونَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَرْقُصُونَ وَيَقُولُونَ : مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا يَقُولُونَ؟ قَالُوا : يَقُولُونَ : مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ .

”حبشی نبی ﷺ کے سامنے جنگی مشقیں کررہے تھے اور رقص کرتے ہوئے کہہ رہے تھے : محمد ﷺ نیک آدمی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا : یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ صحابہ کرام نے بتایا: یہ کہہ رہے ہیں کہ محمد ﷺ نیک آدمی ہیں۔“

(مسند الإمام أحمد : 152/3، وسندهٗ صحيحٌ وصححه ابن حبان : 5870)

صحیح ابن حبان میں الفاظ ہیں :

يَتَكَلَّمُونَ بِكَلَامٍ لَّا يَفْهَمُهٗ .

”وہ ایسا کلام کررہے تھے، جسے نبی کریم ﷺ سمجھ نہیں پا رہے تھے۔“

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (852ھ) لکھتے ہیں :

اِسْتَدَلَّ قَوْمٌ مِّنَ الصُّوْفِيَّةِ بِحَدِيْثِ الْبَابِ عَلٰى جَوَازِ الرَّقْصِ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



وَسَمَاعِ آلَاتِ الْمَلَاهِي، وَطَعَنَ فِيهِ الْجُمْهُورُ بِاخْتِلَافِ الْمَقْصِدَيْنِ، فَإِنَّ لَعْبَ الْحَبَشَةِ بِحِرَابِهِمْ كَانَ لِلتَّمْرِيْنِ عَلَى الْحَرْبِ، فَلَا يُحْتَجُّ بِهٖ لِلرَّقْصِ فِي اللَّهْوِ.

”صوفیا کے ایک گروہ نے اس حدیث سے رقص اور آلات موسیقی کے سماع پر استدلال کیا ہے، جمہور علما نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے، دونوں مقصد مختلف ہیں، کیونکہ حبشی تو جنگی مشق کے لیے نیزوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، لہٰذا اس سے لہو ولعب میں رقص پر کوئی دلیل نہیں لی جا سکتی۔“

(فتح الباري : 553/6)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (597ھ) لکھتے ہیں:

زَفْنُ الْحَبَشَةِ نَوْعٌ مِّنَ الْمَشْيِ، يَفْعَلُ عِنْدَ اللِّقَاءِ لِلْحَرْبِ.

”حبشیوں کے رقص سے مراد ایک قسم کی چال ہے، جو جنگ میں دشمن سے ملاقات کے وقت چلی جاتی ہے۔“

(تلبيس إبليس :230/1)

❁ یہی علامہ قرطبی مفسر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔(تفسير القرطبي : 215/15)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ يَزْفِنُونَ فرماتے ہیں:

مَعْنَاهُ يَرْقُصُونَ، وَحَمَلَهُ الْعُلَمَاءُ عَلَى التَّوَثُّبِ بِسِلَاحِهِمْ وَلَعِبِهِمْ بِحِرَابِهِمْ عَلٰى قَرِيبٍ مِّنْ هَيْئَةِ الرَّاقِصِ لِأَنَّ مُعْظَمَ الرِّوَايَاتِ إِنَّمَا فِيهَا لَعِبُهُمْ بِحِرَابِهِمْ، فَيَتَأَوَّلُ هٰذِهِ اللَّفْظَةُ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



عَلٰی مُوَافَقَةِ سَائِرِ الرِّوَایَاتِ .

''اس کا معنی رقص ہے، علمانے اس سے اسلحہ کے ساتھ ان کا اچھلنا کودنا اور نیزوں کے ساتھ کھیلنا مراد لیا ہے، جو رقص کی کیفیت سے قریب ہوتا ہے۔ چونکہ اکثر روایات میں ان کے نیزوں کے ساتھ کھیلنے کا ذکر ہے، لہٰذا اس لفظ کی تفسیر باقی روایات کے مطابق کی جائے گی۔''

(شرح صحیح مسلم : 186/6)

## فائدہ:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں :

هُمْ یَلْعَبُوْنَ وَیَرْقُصُوْنَ . ''وہ کھیل رہے تھے اور ناچ رہے تھے۔''

(المعجم الأوسط للطّبراني : 9303)

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

① امام طبرانی رحمہ اللہ کا استاذ ہاشم بن مرثد ضعیف ہے۔

② قرظہ ''مجہول'' ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (المیزان : 387/3) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (التقریب:5535) نے لَا یُعْرَفُ (غیر معروف) کہا ہے۔

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

بَیْنَمَا الْحَبَشَةُ یَلْعَبُوْنَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِحِرَابِهِمْ، إِذْ دَخَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَأَهْوٰی إِلَی الْحَصْبَاءِ یَحْصِبُهُمْ بِهَا، فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دَعْهُمْ يَا عُمَرُ .

”حبشی رسول اللہ ﷺ کے پاس نیزوں کے ساتھ (جنگی کھیل) کھیل رہے تھے کہ اچانک عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور کنکریوں کی طرف جھکے تا کہ انہیں ماریں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: عمر! انہیں چھوڑ دیجئے۔“

(مسند الإمام أحمد : 308/2، صحيح البخاري : 2901، صحيح مسلم : 893)

معلوم ہوا کہ حبشی عید کے دن، یعنی خوشی کے موقع پر جنگی مشقوں میں مصروف تھے۔ وہ یہ کام نبی اکرم ﷺ کی تعظیم و اکرام میں نہیں کر رہے تھے۔ تب ہی تو عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹا اور کنکریاں مارنے کے لیے تیار ہو گئے۔ نبی ﷺ کے روکنے پر آپ رضی اللہ عنہ رُک گئے۔ اگر یہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم والا کام تھا، تو کیا (نعوذ باللہ!) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ گستاخ تھے کہ انہیں یہ کام پسند نہ آیا اور اسے روکنے کے درپے ہو گئے تھے؟

دوسرے یہ کہ محدثین اسے جنگی مشق قرار دیتے ہیں، رقص نہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”میں یہ مشقیں دیکھ رہی تھی کہ میرا جی بھر گیا اور میں خود ہی وہاں سے چلی گئی۔“

(مسند الإمام أحمد : 33/6، صحيح البخاري : 949، صحيح مسلم : 892)

❁ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (656ھ) لکھتے ہیں:

أَمَّا لَعْبُ الْحَبَشَةِ فِي الْمَسْجِدِ فَكَانَ لَعِبًا بِالْحِرَابِ وَالدَّرَقِ تَوَاثُبًا وَرَقْصًا بِهَا، وَهُوَ مِنْ بَابِ التَّدْرِيْبِ عَلَى الْحُرُوْبِ وَالتَّمْرِيْنِ وَالتَّنْشِيْطِ عَلَيْهِ، وَهُوَ مِنْ قَبِيْلِ الْمَنْدُوْبِ؛ وَلِذٰلِكَ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



أَبَاحَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ.

”رہا حبشیوں کا مسجد میں کھیلنا تو یہ نیزوں اور ڈھالوں کے ساتھ اچھل کود تھی۔ یہ جنگی تربیت، ٹریننگ اور مشق تھی جو مستحب ہے، اسی لیے رسول ﷺ نے مسجد میں اس کی اجازت دی تھی۔“

(المُفهِم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم: 8/13-14)

حاصل کلام یہ کہ جنگی مشق کے دوران ایک مخصوص حرکت اور انداز کو رقص سے تعبیر کیا گیا ہے، جیسا کہ محدثین کرام کی تصریحات سے معلوم ہوا ہے۔

## دلیل نمبر③

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَتَيْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَجَعْفَرٌ وَزَيْدٌ، فَقَالَ لِزَيْدٍ: أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا، فَحَجَلَ، وَقَالَ لِجَعْفَرٍ: أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي، فَحَجَلَ وَرَاءَ حَجْلِ زَيْدٍ، ثُمَّ قَالَ لِي: أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ، فَحَجَلْتُ وَرَاءَ حَجْلِ جَعْفَرٍ.

”میں، جعفر (بن ابی طالب) اور زید (بن حارثہ) رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، آپ ﷺ نے سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ ہمارے بھائی اور دوست ہیں، تو وہ ناچے، آپ ﷺ نے جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ شکل وصورت اور اخلاق میں میرے مشابہ ہیں، تو وہ بھی زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ناچے، پھر آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: آپ مجھ سے اور میں آپ سے ہوں، اس پر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



میں جعفر رضی اللہ عنہ کے بعد ناچا۔''

(مسند الإمام أحمد : 108/1، السّنن الکبریٰ للبیھقي : 6/8، 226/10)

اس کی تین سندیں ہیں، ایک مسند احمد میں اور دو بیہقی میں، لیکن سب ضعیف ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ والی سند ابو اسحاق سبیعی کی ''تدلیس'' کی بنا پر ''ضعیف'' ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی دو سندیں پیش کی ہیں۔

پہلی سند (6-5/8) میں

① عبداللہ بن محمد (بن سعید) بن ابی مریم سخت ''ضعیف'' ہے۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ مِصْرِيٌّ، يُّحَدِّثُ عَنِ الْفِرْيَابِيِّ وَغَيْرِهٖ بِالْبَوَاطِيْلِ .

''عبداللہ بن محمد بن سعید بن ابی مریم مصری ہے۔ یہ فریابی وغیرہ سے باطل روایات بیان کرتا ہے۔''

نیز لکھتے ہیں :

''یہ عبداللہ بن محمد بن سعید بن ابی مریم یا تو اتنا غیر حاضر دماغ تھا کہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ اس کے سر سے کیا نکل رہا ہے یا پھر جان بوجھ کر جھوٹ بولتا تھا، کیونکہ میں نے جو احادیث یہاں ذکر نہیں کیں، ان میں بھی اس کی کئی غیر محفوظ احادیث دیکھی ہیں۔''

(الکامل في ضعفاء الرّجال : 255/4)

علامہ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



هُوَ ضَعِيفٌ جِدًّا.

''سخت ضعیف ہے۔''(مجمع الزّوائد : 389/2)

② اگرچہ ابو اسحاق سبیعی نے سماع کی تصریح کی ہے، مگر ابو اسحاق سبیعی ''مختلط'' بھی ہیں، ان سے بیان کرنے والے زکریا بن ابی زائدہ ہیں، جو ان سے اختلاط کے بعد بیان کرتے ہیں۔

بیہقی والی دوسری سند (266/10) میں

① ابواسحاق کی تدلیس ہے۔

لہٰذا یہ واقعہ جمیع سندوں سے ضعیف ہے۔

حافظ بیہقی رحمہ اللہ (458ھ) لکھتے ہیں:

فِي هٰذَا إِنْ صَحَّ دَلَالَةٌ عَلٰى جَوَازِ الْحَجْلِ، وَهُوَ أَنْ يَّرْفَعَ رِجْلًا، وَّيَقْفِزَ عَلَى الْأُخْرٰى مِنَ الْفَرَحِ، فَالرَّقْصُ الَّذِي يَكُونُ عَلٰى مِثَالِهٖ يَكُونُ مِثْلَهٗ فِي الْجَوَازِ.

''اگر یہ حدیث ثابت ہو جائے، تو اس میں ''حجل'' کی اجازت ہے، وہ یہ کہ آدمی خوشی سے ایک ٹانگ اٹھائے اور دوسری پر ناچے، چنانچہ جو رقص اس طرح کا ہوگا، وہ جواز میں اسی کی طرح ہوگا۔''

(السّنن الکبریٰ : 226/10)

امام بیہقی رحمہ اللہ کی یہ عبارت اس صورت پر محمول ہے جب یہ حدیث ثابت ہو، لیکن یہ حدیث ثابت ہی نہیں، جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ دوسری بات یہ بھی ثابت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



ہوئی کہ حافظ بیہقی رحمہ اللہ بھی اسے درست نہ سمجھتے تھے، ورنہ تردّد کا اظہار نہ کرتے۔

## دلیل نمبر④

محمد بن علی بن حسین باقر رحمہ اللہ (118ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ ابْنَةَ حَمْزَةَ لَتَطُوفُ بَيْنَ الرِّجَالِ إِذْ أَخَذَ عَلِيٌّ بِيَدِهَا، فَأَلْقَاهَا إِلٰى فَاطِمَةَ فِي هَوْدَجِهَا، قَالَ: فَاخْتَصَمَ فِيهَا عَلِيٌّ وَّجَعْفَرٌ وَّزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ حَتَّى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمْ، فَأَيْقَظُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَوْمِهٖ قَالَ: هَلُمُّوا أَقْضِ بَيْنَكُمْ فِيهَا وَفِي غَيْرِهَا، فَقَالَ عَلِيٌّ: ابْنَةُ عَمِّي، وَأَنَا أَخْرَجْتُهَا وَأَنَا أَحَقُّ بِهَا، وَقَالَ جَعْفَرٌ: ابْنَةُ عَمِّي وَخَالَتُهَا عِنْدِي، وَقَالَ زَيْدٌ: ابْنَةُ أَخِي، فَقَالَ فِي كُلِّ وَاحِدٍ قَوْلًا رَضِيَهٗ، فَقَضٰى بِهَا لِجَعْفَرٍ وَقَالَ: اَلْخَالَةُ وَالِدَةٌ، فَقَامَ جَعْفَرٌ فَحَجَلَ حَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَارَ عَلَيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَا هٰذَا؟ قَالَ: شَيْءٌ رَأَيْتُ الْحَبَشَةَ يَصْنَعُونَهٗ بِمُلُوكِهِمْ.

''حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی مردوں کے درمیان گھوم رہی تھی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہودج میں ڈال دیا۔ پھر سیدنا علی، جعفر اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم اس کے بارے میں جھگڑ پڑے، ان کی آوازیں بلند ہوگئیں اور انہوں نے (اپنے شور سے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بیدار کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں آپ کے معاملے میں فیصلہ کر دیتا ہوں۔ علی رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے: یہ میری چچا زاد ہے اور میں نے اسے ساتھ لیا ہے اور میں ہی اس کا زیادہ حق دار ہوں۔ جعفر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: یہ میری چچا زاد ہے اور اس کی خالہ میرے عقد میں ہے۔ زید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یہ میری بھتیجی ہے۔ آپ ﷺ نے سب کے لیے ایسی بات کہی، جس نے ان سب کو راضی کر دیا، پھر فیصلہ سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کے حق میں کر کے فرمایا: خالہ والدہ ہی ہے۔ اس پر جعفر رضی اللہ عنہ اٹھے اور نبی اکرم ﷺ کے گرد ناچنے لگے اور چکر لگانے لگے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ جعفر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یہ کام میں نے حبشیوں کو اپنے بادشاہ کے ساتھ کرتے دیکھا تھا۔''

(طبقات ابن سعد : 4/35-36، مصنّف ابن أبي شيبة : 10/170، مختصراً)

سند ''ضعیف'' ہے۔

① محمد بن علی باقر رحمہ اللہ تابعی ہیں اور براہ راست نبی اکرم ﷺ سے حدیث بیان کر رہے ہیں، لہٰذا یہ روایت ''مرسل'' ہے۔

② حفص بن غیاث ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں ہے۔ ثقہ مدلس بخاری و مسلم کے علاوہ ''عن'' سے روایت کرے، تو وہ ''ضعیف'' ہوتی ہے۔

## دلیل نمبر ⑤

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ الْوَاقِدِيُّ : حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَبِيْبَةَ عَنْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ : فَلَمَّا قَضٰى بِهَا لِجَعْفَرٍ قَامَ جَعْفَرٌ فَحَجَلَ حَوْلَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا هٰذَا يَا جَعْفَرُ؟ قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَانَ النَّجَاشِيُّ إِذَا أَرْضٰى أَحَدًا قَامَ فَحَجَلَ حَوْلَهٗ .

”رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حمزہ کی بیٹی کا فیصلہ سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کے حق میں کر دیا، تو وہ کھڑے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے گرد ناچنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جعفر! یہ کیا؟ عرض کیا: اللہ کے رسول! نجاشی جب کسی کو خوش کرتا، تو وہ شخص کھڑا ہوتا اور نجاشی کے گرد ناچتا (اسی لیے میں نے ایسا کیا ہے)۔“

(المَغازي للواقدي : 738/2، تاريخ ابن عساكر : 361/19، كنز العُمّال : 14033)

من گھڑت ہے:

① محمد بن عمر واقدی ”ضعیف، متروک اور کذاب“ ہے۔

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

”اسے جمہور محدثین نے ”ضعیف“ قرار دیا ہے۔“

(مجمع الزّوائد : 255/3)

علامہ ابن ملقن رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَدْ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



”جمہور نے ”ضعیف“ قرار دیا ہے۔“

(البدر المنير : 324/5)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”متروک“ کہا ہے۔

(تقريب التّهذيب : 6175)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُتُبُ الْوَاقِدِيِّ كِذْبٌ . ”واقدی کی کتابیں جھوٹ کا پلندا ہیں۔“

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 21/8، وسندهٗ صحيحٌ)

امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ عِنْدِي مِمَّنْ يَّضَعُ الْحَدِيثَ . ”میرے مطابق یہ احادیث گھڑتا ہے۔“

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم الرازي : 21/8، وسندهٗ صحيحٌ)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ”کذاب“ قرار دیا ہے۔

(الضّعفاء الكبير للعقيلي : 108/4، وسندهٗ صحيحٌ)

اسے امام بخاری، امام ابو زرعہ رازی، امام نسائی اور امام عقیلی رحمہم اللہ نے ”متروک الحدیث“ کہا ہے، امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ اور جمہور نے ”ضعیف“ کہا ہے۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَرْوِي أَحَادِيثَ غَيْرَ مَحْفُوظَةٍ وَّالْبَلَاءُ مِنْهُ، وَمُتُونُ أَخْبَارِ الْوَاقِدِيِّ غَيْرُ مَحْفُوظَةٍ، وَهُوَ بَيِّنُ الضَّعْفِ .

”غیر محفوظ احادیث بیان کرتا ہے اور یہ مصیبت اسی کی طرف سے ہے۔ واقدی کی احادیث کے متون غیر محفوظ ہیں۔ اس کے ضعیف ہونے میں شبہ نہیں۔“

(الكامل في ضعفاء الرّجال : 243/6)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْوَاقِدِيُّ عِنْدَ أَئِمَّةِ أَهْلِ النَّقْلِ ذَاهِبُ الْحَدِيثِ .

''واقدی ائمہ محدثین کے ہاں ضعیف ہے۔''(تاريخ بغداد : 37/1)

② علی ابن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَا رَوٰی عَنْ عِكْرِمَةَ، فَمُنْكَرُ الْحَدِيْثِ .

''داود بن حصین جو احادیث عکرمہ سے بیان کرتا ہے، ان میں منکر الحدیث ہے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 409/3، وسندهٗ صحيحٌ)

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أَمَّا الْحَجَلُ فَهُوَ نَوْعٌ مِّنَ الْمَشْيِ يُفْعَلُ عِنْدَ الْفَرَحِ، فَأَيْنَ هُوَ مِنَ الرَّقْصِ؟

''حجل ایک قسم کی چال ہے، جو خوشی کے وقت چلی جاتی ہے، اس کا رقص سے کیا تعلق؟''(تلبيس إبليس : 230/1)

## دلیل نمبر ⑥:

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حبشہ سے واپس آئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا استقبال کیا۔ جب سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، تو ناچنے لگے، مطلب اپنی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں ایک ٹانگ پر چلنے لگے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔''

(دلائل النّبوة للبيهقي : 246/4، ح : 1596)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



جھوٹ کا پلندا ہے۔

① امام بیہقی رحمہ اللہ اسے ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فِي إِسْنَادِهِ إِلَى الثَّوْرِيِّ مَنْ لَّا يُعْرَفُ.

''اس حدیث کی سفیان ثوری کی طرف سند میں ایک مجہول ہے۔''

② سفیان ثوری ''مدلس'' ہیں، سماع کی صراحت نہیں کی۔

③ ابوالزبیر بھی ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

**نوٹ:**

بنت حمزہ کا واقعہ صحیح بخاری (2699 وغیرہ) میں ہے، لیکن وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناچنے کا ذکر نہیں، لہٰذا ان روایات پر ضعف کا جو حکم لگایا گیا ہے، وہ ناچ والے سیاق کے متعلق ہے۔

**الحاصل:**

رقص ممنوع و حرام ہے، اس کے جواز پر کوئی دلیل نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# عرس کی شرعی حیثیت

قبروں پر عرس اور میلوں کا انعقاد بدعت، حرام اور ناجائز ہے، یہ دراصل ہندؤوں کی نقالی ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی صریح نافرمانی، سلف صالحین کی مخالفت، حدودِ شرع سے تجاوز اور انہدامِ اسلام ہے۔ عقیدہ وعمل کی بہت سی خرابیاں اسی سے وابستہ ہیں۔ یہ قریب بہ شرک یا بے شمار بدعات وخرافات کا موجب ضرور ہے۔ اس سے مشرکانہ عقائد و اعمال پروان چڑھتے ہیں۔ اس فعلِ بد کو سند جواز دینا درحقیقت احکامِ شریعت کی کھلم کھلا توہین ہے۔

عرسوں اور میلوں کا اصل سبب جہالت اور غلو ہے۔ اس لیے یہ قبر کے متعلق فتنوں میں بڑا فتنہ ہے۔ شرک کے قلع قمع کے لیے اس سے اجتناب ضروری ہے۔ یہ وقت اور قیمتی مال کا ضیاع ہے۔

بعض دوستوں نے اسے جواز کا لبادہ پہنانے کی کوشش کی ہے:

''عرس کے لغوی معنی ہیں شادی، اس لیے دولہا اور دُلہن کو عروس کہتے ہیں، بزرگانِ دین کی تاریخ وفات کو اس لیے عرس کہتے ہیں کہ مشکوۃ باب اثبات عذاب القبر میں ہے کہ جب نکیرین میت کا امتحان لیتے ہیں اور وہ کامیاب ہوتا ہے، تو کہتے ہیں: نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوسِ الَّتِي لَا يُوقِظُهُ إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ تو اس دلہن کی طرح سو جا، جس کو سوائے اس پیارے کے کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نہیں اُٹھا سکتا۔ تو چونکہ اس دن نکیرین نے ان کو عروس کہا، اس لیے وہ دن روز عرس کہلایا۔ یا اس لیے کہ وہ جمالِ مصطفٰی کے دیکھنے کا دن ہے کہ نکیرین دکھا کر پوچھتے ہیں کہ تو ان کو کیا کہتا تھا اور وہ تو خلقت کے دولہا ہیں۔ تمام عالم ان ہی کے دم کی بہار ہے اور وصالِ محبوب کا دن عرس کا دن ہے، لہٰذا یہ دن عرس کہلایا یا عرس کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ ہر سال تاریخ وفات پر قبر کی زیارت کرنا اور قرآن خوانی وصدقات کا ثواب پہنچانا۔''

(جاء الحق از نعیمی، جلد1 ص321-322)

سوال یہ ہے کہ آیا اس حدیث کا مفہوم خود شارع نے سمجھایا ہے یا نہیں؟ صحابہ کرام، تابعین عظام، تبع تابعین اور ائمہ دین نے اس کا مطلب سمجھا ہے یا نہیں؟ اگر جواب ہاں میں ہے، تو خیر القرون میں ایک عرس کی مثال کیوں نہیں ملتی۔

نیز یہ الفاظ تو ہر مؤمن کو کہے جاتے ہیں، پھر ہر مؤمن کی قبر پر عرس کیوں نہیں؟ پھر کتنے لوگ ہیں جن کا مؤحد ومتقی مؤمن ہونا ثابت نہیں، بلکہ ان کی تاریخ وفات بھی معتبر ذرائع سے معلوم نہیں، لیکن وہاں بھی میلے لگتے ہیں۔ کتنی ہی جعلی قبریں ہیں، جن میں گدھے اور دوسرے جانور دفن ہیں اور انہیں بزرگانِ دین کا نام دے کر عرس منعقد کیے جا رہے ہیں، رہا نبی اکرم ﷺ کا قبر میں حاضر ہونا تو یہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔

عرس کے جواز پر پیش کئے جانے والے دلائل کا جائزہ ملاحظہ ہو۔

① إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْتِي قُبُوْرَ الشُّهَدَاءِ بِأُحُدٍ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ حَوْلٍ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



”حضور علیہ السلام ہر سال شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لاتے تھے۔“

(جاء الحق از نعیمی، جلد1 ص322)

تفسیر ابن جریر (96/13) میں اس کی سند یوں ہے:

حَدَّثَنِي الْمُثَنّٰى : ثَنَا سُوَيْدٌ، قَالَ : أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ : ...... .

سخت ”ضعیف“ ہے۔

① مثنی بن ابراہیم آملی کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

② محمد بن ابراہیم شاید محمد بن ابراہیم بن الحارث بن خالد تیمی تابعی ہیں، براہ راست نبی اکرم ﷺ سے بیان کر رہے ہیں، لہٰذا روایت ”مرسل“ ہے۔

یہ تو اس روایت کی اسنادی حیثیت ہے۔ رہا اس سے عرس اور میلے کا جواز کشید کرنا، تو کسی طرح بھی درست نہیں۔

② دوسری دلیل در منثور (640/4) یوں ذکر کی گئی ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يَأْتِي قُبُوْرَ الشُّهَدَاءِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ حَوْلٍ، فَيَقُوْلُ : سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ، وَالْخُلَفَاءُ الْأَرْبَعَةُ هٰكَذَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ .

(جاء الحق، از نعیمی جلد1 ص322)

در منثور میں اس کی سند مذکور نہیں، یہ بے سند ہے۔ البتہ یہ روایت واقدی کی کتاب ”المَغازی“ (313/4-314) میں ہے، واقدی باتفاقِ محدثین ”ضعیف، متروک

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



وکذاب‘‘ ہے، اس کی روایت کا اعتبار نہیں۔ عرس کا جواز تو اس سے ثابت نہیں ہوتا۔

لہٰذا یہ بات خلاف واقعہ ہوئی:

’’اس اصل عرس کا ثبوت حدیث پاک اور اقوالِ فقہا سے ہے۔‘‘

(جاء الحق از نعیمی جلد 1 ص 322)

احادیث کی حیثیت آپ نے ملاحظہ کی، اقوال فقہا اس پہ ہمیں ملے نہیں۔ ہندوؤں کی ایک ریت البتہ ملی ہے، وہ اپنے متبرک مقامات کی زیارت کے لیے جمع ہوتے ہیں اور اس کا نام ’’جاترا‘‘ رکھتے ہیں۔

③ ایک دلیل یہ بھی ہے:

’’مشکوٰۃ باب زیارۃ القبور میں ہے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: ہم نے تم کو زیارت قبور سے منع فرمایا تھا: أَلَا فَزُوْرُوْھَا۔ اب ضرور زیارت کیا کرو۔ اس سے ہر طرح زیارت قبور کا جواز معلوم ہوا، خواہ روزانہ ہو یا سال کے بعد اور خواہ تنہا زیارت کی جاوے یا کہ جمع ہو کر اپنی طرف سے اس میں قیود لگانا کہ مجمع کے ساتھ زیارت کرنا منع ہے۔ سال کے بعد مقرر کر کے زیارت کرنا منع ہے، محض لغو ہے، معین کر کے ہو یا بغیر معین کیے۔ ہر طرح جائز ہے۔‘‘ (جاء الحق، از نعیمی جلد 1 ص 323)

أَلَا فَزُوْرُوْھَا کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ’’اب ضرور زیارت کیا کرو۔‘‘ اور کہتے ہیں: ’’اس سے ہر طرح زیارت قبور کا جواز معلوم ہوا۔‘‘ ’’ضرور‘‘ اور ’’جواز‘‘ پر غور کریں۔ کتنا تضاد ہے؟ زیارت قبور والی حدیث سے عرس کا ثبوت فراہم کرنا صحابہ کرام اور ائمہ دین کے فہم کے خلاف ہے۔ کوئی بھی صحیح العقیدہ امام ان احادیث سے یہ مسئلہ ثابت

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com



نہیں کرتا۔ ''اجتماعی زیارت'' البتہ ایک تازہ بدعت کے طور پر سامنے آئی ہے۔ حدیث میں تو مطلق زیارت کا ذکر ہے۔ مسلمانوں نے ہر دور میں اس پر عمل کر کے دکھایا ہے۔ زیارت کا مقصد خود نبیٔ اکرم ﷺ نے بیان فرمایا ہے:

إِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ .

''یہ موت یاد کرواتی ہے۔'' (صحيح مسلم : 976)

نیز فرمایا:

أَلَا فَزُورُوهَا، فَإِنَّهُ يُرِقُّ الْقَلْبَ، وَتُدْمِعُ الْعَيْنَ، وَتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ .

''سنئے! قبروں کی زیارت کیا کریں، اس سے دل نرم ہوتا ہے، آنکھ اشک بار ہوتی ہے اور یہ (قبریں) آخرت یاد دلاتی ہیں۔''

(المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 376/1، وسندهٗ حسنٌ)

عرس اور میلوں میں جو کچھ ہوتا ہے، وہ کسی پر مخفی نہیں۔ ایک بدعت کی آڑ میں بیسیوں بدعات و خرافات اور لغویات و ہفوات، بلکہ مشرکانہ عقائد و اعمال کا اس قدر بازار گرم ہوتا ہے کہ یہود و نصاریٰ بھی شرما جاتے ہیں۔ وہاں اکتساب فیض، طلب برکت اور استمداد کے لیے جایا جاتا ہے۔ سازوں میں خدا کی آواز سن رہے ہوتے ہیں، نعوذ باللہ! شراب طہور کی یاد میں شراب نوشی ہوتی ہے، بدکاری تک کر گزرتے ہیں۔ دلیل یہ دیتے ہیں کہ خدا کی مشیئت کے بغیر دنیا میں پتہ تک حرکت نہیں کر سکتا۔ العیاذ باللہ!

نذرانے چڑھائے جاتے ہیں، صاحبِ قبر کے لیے تعظیمی سجدہ روا سمجھا جاتا ہے، دوسرے یہ کہ اونچے اونچے گنبدوں، مقبروں کی شان و شوکت، دیواروں کی مینہ کاری اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تابوت کے نقش و نگار کو دیکھ کر بھلا موت یاد آتی ہے؟

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (1176ھ) لکھتے ہیں :

مِنْ أَعْظَمِ الْبِدَعِ مَا اخْتَرَعُوْا فِي أَمْرِ الْقُبُوْرِ، وَاتَّخَذُوْهَا عِيْدًا .

''ان مشرکین نے سب سے بڑی بدعت قبروں کی صورت میں ایجاد کی ہے اور ان قبروں پر میلے رچا لیے ہیں۔''

(تفہیمات الٰہیہ، جلد 2 ص 64)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) لکھتے ہیں :

لَيْسَ الْاِعْتِقَادُ لِي وَلَا لِمَنْ هُوَ أَكْبَرُ مِنِّي؛ بَلِ الْاِعْتِقَادُ يُؤْخَذُ عَنِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى وَرَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا أَجْمَعَ عَلَيْهِ سَلَفُ الْأُمَّةِ، يُؤْخَذُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَمِنْ أَحَادِيثِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ وَغَيْرِهِمَا مِنَ الْأَحَادِيثِ الْمَعْرُوفَةِ وَمَا ثَبَتَ عَنْ سَلَفِ الْأُمَّةِ .

''عقیدہ نہ میرا اپنا ہے، نہ میرے کسی بڑے کا، بلکہ عقیدہ تو اللہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلاف امت کے اجماع سے اخذ کیا جاتا ہے، یعنی عقیدہ کتاب اللہ، بخاری و مسلم وغیرہما کی صحیح احادیث اور اسلاف امت سے ثابت شدہ (اجماعی) اقوال سے لیا جائے گا۔''

(مجموع الفتاوٰی : 203/3)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) لکھتے ہیں :

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



إِنَّ الدِّينَ لَيْسَ بِالتَّحَلِّي وَلَا بِالتَّمَنِّي، وَلَيْسَ كُلُّ مَنِ ادَّعٰى شَيْئًا حَصَلَ لَهٗ بِمُجَرَّدِ دَعْوَاهُ، وَلَا كُلُّ مَنْ قَالَ: إِنَّهٗ هُوَ الْمُحِقُّ سُمِعَ قَوْلُهٗ بِمُجَرَّدِ ذٰلِكَ، حَتّٰى يَكُونَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ بُرْهَانٌ.

''دین محض تزیین وآرائش اور آرزو کا نام نہیں، ہر شخص جو دعویٰ کرے، اسے محض دعویٰ کی وجہ سے وہ چیز حاصل نہیں ہو جاتی، نہ ہی ہر شخص جو کہے، وہ صرف اس کے کہنے سے سچ بنتا ہے، سچ تب بنتا ہے، جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر دلیل ہو۔'' (تفسیر ابن کثیر: 380/2)

علامہ برکوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''بت پرستی میں سب سے بڑا فتنہ قبر پرستوں کا ہے یہی بت پرستی کی جڑ ہے جیسا کہ سلف صالحین میں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ نے یہ بات کہی ہے، چنانچہ شیطان ایک ایسے آدمی کی قبر ان کے سامنے کرتا ہے جس کی وہ تعظیم کرتے ہیں، پھر اُسے معبد خانہ بنا دیتا ہے، بعد ازاں شیطان اپنے دوستوں کے ذہنوں میں ڈالتا ہے کہ جو ان کی عبادت کرنے، ان کی قبر کو میلہ، عرس گاہ اور معبد خانہ بنانے سے روکتا ہے، وہ ان کی گستاخی اور حق تلفی کرتا ہے، اس پر جاہل لوگ ایسے (حق گو) آدمی کو قتل کرنے، سزا دینے اور اس کی تکفیر کے درپے ہو جاتے ہیں، حالانکہ اس کا جرم صرف اتنا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننے کا حکم دیتا ہے اور اس سے روکتا ہے جس سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے۔''

(زیارۃ القبور، ص 39)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہم کہتے ہیں کہ قبروں پر میلوں کی دلیل تو کجا، اسے تو شریعت نے ممنوع وحرام ٹھہرایا ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا، وَّلَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيدًا، وَّصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ.

''گھروں کو قبرستان مت بنائیں، نہ ہی میری قبر کو میلہ گاہ بنانا، مجھ پر درود پڑھیں، آپ جہاں بھی ہو گے، آپ کا درود مجھ تک پہنچے گا۔''

(مسند الإمام أحمد : 368/2، سنن أبي داوٗد : 2042، واللّفظ لهٗ، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ نووی رحمہ اللہ (الاذکار ص 106، خلاصۃ الاحکام : 440/1) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباری: 488/6) نے اس کی سند کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ حَسَنٌ، فَإِنَّ رُوَاتَهٗ كُلَّهُمْ ثِقَاتٌ مَّشَاهِيرُ.

''اس کی سند حسن ہے، اس کے تمام راوی مشہور ثقہ ہیں۔''

(اقتضاء الصّراط المستقيم : 654/2)

اس حدیث میں قبروں پر میلے ٹھیلے لگانے کی واضح ممانعت ہے۔ اس کا یہ معنی بھی ایک صاحب نے کیا ہے:

''میری قبر پر جمع نہ ہو، تنہا تنہا ہی آیا کرو۔''

(جاء الحق از نعیمی، جلد 1 ص 325)

سوال ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر اجتماع ممنوع ہے، تو کسی دوسرے کی قبر پر اجتماع کا جواز کہاں سے آیا؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



دوسرا معنی انہی صاحب نے کیا ہے:

''تم ہماری قبر پر جلد جلد آیا کرو، مثل عید کے سال بھر کے بعد میں نہ آیا کرو۔''

(جاء الحق از نعیمی، جلد 1 ص 326)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) لکھتے ہیں:

''بعض لوگ جو شرک میں عیسائیوں اور تحریف میں یہودیوں جیسے ہیں، انہوں نے ان احادیث میں تحریف کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ان احادیث میں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر لازم پکڑنے، اس پر اعتکاف کرنے، بار بار اس کی طرف جانے کا حکم ہے اور ممانعت یہ ہے کہ عید کی طرح سال کے سال جایا جائے، یعنی سال میں صرف ایک دو مرتبہ جانے سے منع کیا گیا ہے۔ گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمانا چاہتے تھے کہ میری قبر کو اس عید کی طرح نہ بنانا جو سال بعد آتی ہے، بلکہ ہر وقت، ہر گھڑی اس کا قصد کرنا۔ حالانکہ ان احادیث کا یہ مطلب لینا اللہ تعالیٰ سے بغاوت اور اس کی مخالفت ہے۔ نیز یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد کے خلاف ہے۔ اس سے حقائق بدلنے کی کوشش کی گئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کی طرف تناقض کے ساتھ ساتھ تدلیس و تلبیس کی نسبت ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل باطل کو تباہ و برباد کرے، وہ کہاں بھٹکے پھرتے ہیں! جو شخص لوگوں کو اپنی قبر کی طرف بہت زیادہ آنے، اسے لازم پکڑنے اور بار بار زیارت کا حکم یہ کہہ کر دیتا ہے کہ میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا، وہ فصاحت و بلاغت کی بجائے تلبیس اور تناقض کے زیادہ قریب ہے، اگر یہ گستاخی نہیں تو پھر دنیا میں گستاخی کا وجود ہی نہیں،

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



اس شخص کی طرح جو رسول اللہ ﷺ کے اعوان و انصار اور آپ ﷺ کی جماعت کو اپنی (شرک و بدعت اور باطل تاویل کی) بیماری اور مصیبت میں ملوث کرتا ہے اور خود بریٔ الذمہ ہو جاتا ہے۔

کچھ شک نہیں کہ شرک کے بعد آپ ﷺ کے دین اور آپ ﷺ کی سنت کے بارے میں ایسے تاثرات کے اظہار سے ہر کبیرہ گناہ کم تر قباحت اور ہلکے عذاب والا ہے۔ سابقہ رسولوں کے ادیان بھی اسی طرح بدل دیے گئے تھے۔ اگر اللہ اپنے دین کے مددگار اور محافظ پیدا نہ کرتا جو اس سے تحریف کا ازالہ کرتے ہیں، تو اسلام پر بھی وہی حالات آ جاتے جو پہلے ادیان پر گزرے تھے۔

اگر رسول اللہ ﷺ کی مراد وہی ہوتی، جو یہ بیان کرتے ہیں، تو آپ ﷺ انبیائے کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے منع نہ فرماتے اور ایسا کرنے والوں پر لعنت در لعنت نہ فرماتے۔ جب آپ ﷺ قبروں پر مسجدیں بنانے، جن میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی تھی، والوں پر لعنت کر رہے ہیں، تو کیسے ممکن ہے کہ آپ ﷺ قبروں کو لازم پکڑنے، ان پر اعتکاف کرنے اور ان پر بار بار آنے کا حکم دیں اور اس سے منع کریں کہ ان پر سال کے سال آ کر میلہ گاہ نہ بنایا جائے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ اپنے ربّ سے یہ دعا کریں کہ آپ کی قبر بت نہ بنے، جس کی عبادت کی جائے؟ اور پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ ﷺ کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والی شخصیت (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) کہیں کہ آپ ﷺ کی قبر اسی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



لیے کھلی نہیں رکھی گئی کہ لوگوں کی طرف سے اسے سجدہ گاہ بنائے جانے کا ڈر تھا؟ اور پھر آپ ﷺ یہ کیسے فرما سکتے تھے کہ میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا، بلکہ جہاں بھی ہونا، درود پڑھ دینا، آپ جہاں بھی ہو گے، درود مجھ تک (فرشتوں کے ذریعے) پہنچ جائے گا؟ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ بات آپ کے صحابہ اور آپ کے اہل بیت کی سمجھ میں نہ آئی، جو شرک وتحریف کو جمع کرنے والے گمراہوں کی سمجھ میں آئی ہے۔''

(اغاثة اللّهفان من مَصايد الشّيطان، ص 192-193)

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا تَجعَلُوْا زِيَارَةَ قَبْرِي عِيْدًا، أَقُوْلُ : هٰذَا إِشَارَةٌ إِلٰى سَدِّ مَدْخَلِ التَّحْرِيْفِ كَمَا فَعَلَ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى بِقُبُوْرِ أَنْبِيَائِهِمْ، وَجَعَلُوْهَا عِيْدًا وَّمَوْسِمًا بِمَنْزِلَةِ الْحَجِّ .

''میری قبر کی زیارت میلہ نہ بنا لینا۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہود ونصاریٰ کی طرح اپنے انبیا کی قبروں کو حج کا سا اجتماع یا تہوار بنانے کا دروازہ بند کرنے کی طرف اشارہ ہے۔''

(حجة اللّٰه البالغة : 77/2)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) لکھتے ہیں:

فِي الْجُمْلَةِ هٰذَا الَّذِي يُفْعَلُ عِنْدَ هٰذِهِ الْقُبُوْرِ هُوَ بِعَيْنِهِ الَّذِي نَهٰى عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَوْلِهٖ : لَا تَتَّخِذُوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قَبْرِي عِيْدًا، فَإِنَّ اعْتِيَادَ قَصْدِ الْمَكَانِ الْمُعَيَّنِ فِي وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ عَائِدٌ بِعَوْدِ السَّنَةِ أَوِ الشَّهْرِ أَوِ الْأُسْبُوْعِ هُوَ بِعَيْنِهٖ مَعْنَى الْعِيْدِ ثُمَّ يُنْهٰى عَنْ دِقِّ ذٰلِكَ وَجِلِّهٖ.

''الحاصل ان قبروں پر جو کچھ ہو رہا ہے، وہ بعینہٖ وہی ہے، جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا تھا کہ میری قبر کو عید نہ بنانا۔ اعتیاد کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی خاص جگہ کا کسی معین وقت میں جو سال، مہینے یا ہفتے بعد لوٹ کر آئے، قصد کرنا۔ بالکل یہی معنی عید کا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے چھوٹے بڑے ہر کام سے منع فرما دیا ہے۔''

(اقتضاء الصّراط المستقیم، ص 257-258)

نیز فرماتے ہیں:

''دلالت یوں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر روئے زمین کی سب قبروں سے افضل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے میلہ گاہ بنانے سے منع فرمایا ہے، تو دوسری سب قبریں خواہ کسی کی بھی ہوں، انہیں میلہ گاہ بنانے کی ممانعت بالاولیٰ ہو گی۔ پھر ایک دوسری حدیث پڑھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھروں کو قبریں مت بناؤ، یعنی انہیں نماز، دعا اور قرأت سے خالی نہ کرو کہ وہ قبروں کی طرح ہو جائیں۔ یوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں عبادت کا اور قبروں پر عبادت سے رُکنے کا حکم دیا ہے، یہ فرمانِ نبوی اس طریقے کے خلاف ہے جسے عیسائی اور ان سے مشابہت کرنے والے لوگ اپنائے ہوئے ہیں۔''

(اقتضاء الصّراط المستقیم، ص 172)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



علامہ مناوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”معنی یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کے لیے عید کی طرح اجتماع منع ہے۔ یا تو مشقت ختم کرنے کے لیے ایسا فرمایا گیا ہے یا اس خدشہ سے کہ لوگ تعظیم کی حد سے گزر جائیں گے۔“

(فيض القدير، تحت الحديث : 5016)

علامہ طیبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

نَهَاهُمْ عَنِ الْاجْتِمَاعِ لَهَا اجْتِمَاعَهُمْ لِلْعِيدِ نُزْهَةً وَّزِينَةً، وَّكَانَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارٰى تَفْعَلُ ذٰلِكَ بِقُبُورِ أَنْبِيَائِهِمْ، فَأَوْرَثَهُمُ الْغَفْلَةَ وَالْقَسْوَةَ.

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر پر اس طرح جمع ہونے سے منع فرمایا، جس طرح عید کے موقع پر سیر و تفریح اور زینت کے ساتھ جمع ہوا جاتا ہے۔ یہود و نصاریٰ انبیا کی قبروں پر ایسا کرتے تھے۔ اس چیز نے انہیں غافل اور سخت دل بنا دیا تھا۔“(مرقاة المفاتيح للقاري : 14/3)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر مسجد بنانے سے منع فرمایا اور ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبریں پختہ بنانے، بلند کرنے، سجدہ گاہ بنانے، ان پر نماز ادا کرنے اور ان کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے اور ان پر چراغاں کرنے سے منع فرمایا ہے اور انہیں برابر کرنے کا حکم دیا ہے، انہیں میلہ گاہ بنانے اور ان کی طرف رختِ سفر باندھ کر جانے سے منع فرمایا ہے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



تا کہ یہ کام ان کی عبادت کرنے اور ان کی وجہ سے شرک کا ذریعہ نہ بن جائے۔ یہ کام سد ذرائع کے طور پر ایسا ارادہ کرنے والوں اور ارادہ نہ کرنے والوں، بلکہ اس کے خلاف ارادہ رکھنے والوں سب پر حرام ہے۔''

(إعلام المؤقعين : 151/3)

**قبروں پر عرس کے ردّ میں ایک اور دلیل ملاحظہ ہو:**

**سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:**

نَذَرَ رَجُلٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ يَنْحَرَ بِبُوَانَةَ، فَأَتٰى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَنْحرَ بِبُوَانَة فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هَلْ كَانَ فِيهَا وَثَنٌ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟ قَالَ : لَا، قَالَ : فَهَلْ كَانَ فِيهَا عِيدٌ مِنْ أَعْيَادِهِمْ؟ قَالَ : لَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَوْفِ بِنَذْرِكَ .

''ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بوانہ نامی مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی تھی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور اس بارے میں پوچھا، فرمایا: کیا اس جگہ کوئی بت تھا، جس کی عبادت کی جاتی تھی؟ عرض کیا: نہیں، فرمایا: کیا اس جگہ پر مشرکین کے میلوں میں سے کوئی میلہ تھا؟ عرض کیا: نہیں، فرمایا: اپنی نذر پوری کرلیں۔''

(سنن أبي داوٗد : 3313، المعجم الكبير للطّبراني : 1341، وسندهٗ صحيحٌ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

إِسْنَادُهُ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ مَشَاهِيرُ، وَهُوَ مُتَّصِلٌ بِلَا عَنْعَنَةٍ .

''اس کے تمام راوی مشہور ثقہ ہیں اور یہ سند عنعنہ کے بغیر متصل ہے۔''

(اقتضاء الصّراط المستقیم، ص 186)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(التّلخیص الحبیر : 198/4، بلوغ المرام، کتاب الأیمان والنّذور)

علامہ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ (744ھ) لکھتے ہیں

''اس میں دلیل ہے کہ جس جگہ مشرکین کا میلہ لگتا ہو، اس جگہ کی تعظیم میں جانور ذبح کرنا اسی طرح ناجائز ہے، جس طرح بت کی تعظیم میں اس کے نزدیک ذبح کرنا۔ یہ سب شرک کی طرف جانے والے راستے بند کرنے اور توحید کی حفاظت و صیانت کے لیے ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر وغیرہ پر میلہ لگنے والی جگہ پر جانور ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر کو عید گاہ اور میلہ بنانے سے منع کرنا بالاولیٰ ثابت ہو گا، کیونکہ قبر کو میلہ گاہ بنانے کے نقصانات میلہ گاہ پر جانور ذبح کرنے سے بہت زیادہ ہیں۔ یہ سب احادیث دلیل ہیں کہ قبروں کو ایسی چیزوں کے ساتھ خاص کرنا، جن سے ان پر آنا جانا زیادہ ہو، ان پر سجدہ کیا جائے، انہیں میلہ گاہ بنایا جائے، ان پر چراغاں کیا جائے، ان کے نزدیک جانوروں کو ذبح کیا جائے، حرام ہے۔ ان احادیث کے مقاصد اور ان کا مشترکہ مفہوم اس سے مخفی نہیں، جس نے خالص توحید کی خوشبو بھی سونگھی ہو۔ یہاں اس شخص کی تاویل کا بطلان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بھی واضح ہو جاتا ہے، جو کہتا ہے کہ فرمانِ نبوی: ''میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا۔'' کا مطلب یہ ہے کہ کم آنے جانے اور قصد کرنے کے سبب میری قبر کو عید نہ بناؤ، جو سال میں دو مرتبہ ہوتی ہے، بلکہ ہر وقت میری قبر کا قصد کرو، اس کی طرف آنے میں جلدی کرو اور دُور اور قریب سے اس کی طرف مسلسل آؤ، اس کام کو اپنی فطرت اور عادت بناؤ ...... حالانکہ یہ مفہوم نبی اکرم ﷺ کے ان ارشادات کے خلاف ہے جو آپ نے اپنی قبر اور دوسری قبروں کے بارے فرمائے۔ یہ مفہوم ان چیزوں کی طرف ترغیب دیتا ہے جن سے آپ ﷺ نے اُمت کو منع فرمایا ہے اور خطرہ محسوس کیا ہے۔ یہ مفہوم آپ ﷺ کی مراد کے خلاف ہے، یہ بھی ہے کہ تاویل کرنے والے نے جو معنی بیان کیا ہے وہ اذہان میں تشریح کی بجائے اُلجھن پیدا کرتا ہے، ایسا کیوں نہ ہو کہ معروف احادیث اس مفہوم کے سخت خلاف ہیں، بلکہ یہ حدیثِ نبوی خود اس تاویل کو ردّ کرتی ہے، اس میں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے کہ آپ جہاں بھی ہو، مجھ پہ درود پڑھ دینا، پھر اگر (معاذ اللہ!) آپ ﷺ کی مراد یہی ہوتی، تو آپ ﷺ اسے قبروں کی طرف قصد کی ترغیب اور زیادہ آنے جانے کے واضح الفاظ میں بیان فرما دیتے، جیسا کہ آپ ﷺ نے مسجدوں کی طرف زیادہ آنے کی ترغیب دی ہے۔''

(الصّارم المُنكي في الرد على السّبكي ص 310)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# میت کی طرف سے نماز

میت کی طرف سے نماز پڑھنا غیر ثابت ہے، اس کے متعلق ایک روایت منقول ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

مَنْ يَّضْمَنُ لِي مِنْكُمْ أَنْ يُصَلِّيَ لِي فِي مَسْجِدِ الْعَشَّارِ رَكْعَتَيْنِ، أَوْ أَرْبَعًا، وَّيَقُولَ: هٰذِهِ لِأَبِي هُرَيْرَةَ؟

''کون ضمانت دیتا ہے کہ وہ مسجد عشار میں دو یا چار رکعت پڑھے گا، پھر کہے گا کہ یہ ابو ہریرہ کے لیے ہیں؟''(سنن أبي داوٗد: 4308)

روایت ضعیف ہے۔ ابراہیم بن صالح بن درہم باہلی کمزور راوی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ. ''اس کی روایات کی متابعت نہیں کی جاتی۔''

(التّاریخ الکبیر :293/1)

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے ''الضّعفاء والمتروکون''(26) میں ذکر کیا ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ لِيْنٌ. ''اس میں کمزوری ہے۔''(الکاشف :38/1)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ ضُعْفٌ. ''اس میں ضعف ہے۔''(تقریب التّهذيب :186)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس کی امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات:716) کے علاوہ کسی نے توثیق نہیں کی۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيْثُ بِأَيِّ إِسْنَادٍ كَانَ، فَهُوَ مُنْكَرٌ.

''یہ حدیث جس سند سے بھی آئی ہے، منکر ہے۔''

(الكامل في ضعفاء الرّجال: 29/3)

''امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔''

(جامع الأحاديث للسّيوطي: 7174)

امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِبْرَاهِيْمُ وَأَبُوْهُ لَيْسَا بِمَشْهُوْرِيْنَ بِنَقْلِ الْحَدِيْثِ، وَالْحَدِيْثُ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ.

''ابراہیم اور اس کا باپ دونوں نقل حدیث میں معروف نہیں ہیں، چنانچہ یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔''(الضّعفاء الكبير: 551)

ان ائمہ کی تصریحات سے ثابت ہوا کہ یہ روایت ثابت نہیں، لہٰذا اس کی بنیاد پر میت کی طرف سے نماز پڑھنے کا ثبوت فراہم کرنا درست نہ ہوا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا يُصَلِّي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ، وَّلَا يَصُومُ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ وَلٰكِنْ يُطْعِمُ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مُدًّا مِّنْ حِنْطَةٍ.

''کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھے، نہ روزہ رکھے، بلکہ (روزے کی جگہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس کی طرف سے مستحقین کو ہر روز گندم کا ایک مد کھلائے۔''

(السّنن الکبریٰ للنسائي : 2918، وسندہٗ صحیحٌ)

اس پر اجماع ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ کوئی کسی زندہ یا مردہ کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا، وہ نماز فرض ہو، سنت ہو یا نفل۔''(الاستذکار : 167/10، 66/12)

علامہ عینی حنفی (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعُوْا أَنَّهٗ لَا يُصَلِّي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ .

''مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔''

(عمدۃ القاري : 125/9)

**فائدہ :**

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے ہے:

أَمَرَ ابْنُ عُمَرَ امْرَأَةً، جَعَلَتْ أُمُّهَا عَلٰى نَفْسِهَا صَلَاةً بِقُبَاءٍ فَقَالَ : صَلِّي عَنْهَا .

''ایک خاتون نے نذر مانی تھی کہ قبا میں نماز پڑھیں گی، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کی بیٹی کو حکم دیا کہ وہ اپنی ماں کی طرف سے نماز پڑھے۔''

(صحیح البخاري، قبل الحدیث : 6698)

اس کی سند نہیں مل سکی۔ دین باسند صحیح روایات کا نام ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کا تعلق نذر سے ہے، عام نماز سے نہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



# قرآن خوانی کی شرعی حیثیت

قریب الموت، میت اور قبر پر قرآن پڑھنا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ صحابہ، تابعین اور ائمہ مسلمین کی زندگیوں میں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ زندوں کی دعا فوت شدگان کو فائدہ دیتی ہے۔قرآن خوانی کے ثبوت پر شرعی دلیل نہیں، لہٰذا یہ دین میں اختراع ہے۔ اس پر دلائل جو پیش کیے جاتے ہیں، ان کا سقم ملاحظہ ہو:

## دلیل نمبر ①

نبی کریم ﷺ کا گزر دو قبروں کے پاس سے ہوا، انہیں عذاب ہو رہا تھا، ان میں سے ایک اپنے پیشاب کے چھینٹوں سے اجتناب نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا۔

ثُمَّ أَخَذَ جَرِيدَةً رَطْبَةً، فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ، ثُمَّ غَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَّاحِدَةً، فَقَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا؟ فَقَالَ : لَعَلَّهُ أَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا .

”آپ ﷺ نے کھجور کی ایک تازہ ٹہنی لی، اسے دو حصوں میں تقسیم کیا، اور ہر قبر پر ٹہنی کا ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا: شاید کہ جب تک یہ دونوں خشک نہ ہوں، اللہ تعالیٰ ان کے عذاب میں تخفیف کر دے۔“

(صحيح البخاري : 1361؛ صحيح مسلم : 292)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اِسْتَحَبَّ الْعُلَمَاءُ قِرَاءَ ةَ الْقُرْآنِ عِنْدَ الْقَبْرِ لِهٰذَا الْحَدِيْثِ؛ لِأَنَّهٗ إِذَا كَانَ يُرْجَى التَّخْفِيْفُ بِتَسْبِيحِ الْجَرِيْدِ فَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ أَوْلٰى، وَاللّٰهُ أَعْلَم.

''اس حدیث سے علما نے استدلال کیا ہے کہ قبر کے پاس تلاوت مستحب ہے، کیونکہ جب ٹہنی کی تسبیح کی وجہ سے عذاب میں تخفیف کی امید کی جاتی ہے، تو قرآن کریم کی تلاوت بالاولیٰ ایسے ہوگی۔ واللہ اعلم۔''

(شرح صحیح مسلم: 141/1)

اس حدیث سے قرآن خوانی کے ثبوت پر استدلال درست نہیں، کیونکہ خیر القرون میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں، نہ ہی اس میں کہیں ذکر ہے کہ عذاب میں تخفیف ان ٹہنیوں کی وجہ سے ہوئی۔ لہٰذا یہ قیاس مع الفارق ہے، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔ نیز عذاب میں تخفیف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا و شفاعت کی وجہ سے ہوئی۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي مَرَرْتُ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ، فَأَحْبَبْتُ بِشَفَاعَتِي، أَنْ يُّرَفَّهَ عَنْهُمَا، مَا دَامَ الْغُصْنَانِ رَطْبَيْنِ.

''میں دو قبروں کے پاس سے گزرا، جن کے مردوں کو عذاب دیا جا رہا تھا۔ میں نے اپنی شفاعت کی وجہ سے چاہا کہ عذاب ہلکا ہو جائے، جب تک ٹہنیاں تر رہیں۔'' (صحیح مسلم: 3012)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ان دو مختلف واقعات میں علت ایک ہی ہے، اسی طرح کا ایک تیسرا واقعہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(صحیح ابن حبان : 824؛ وسندہٗ حسنٌ)

(مزید دیکھیں: مسند الإمام أحمد : 441/2؛ عذاب القبر للبیهقي : 123؛ وسندہٗ حسنٌ)

## فائدہ:

مورق عجلی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

أَوْصٰی بُرَیْدَةُ الْأَسْلَمِيُّ أَنْ تُوضَعَ فِي قَبْرِہٖ جَرِیدَتَانِ، فَکَانَ مَاتَ بِأَدْنٰی خُرَاسَانَ، فَلَمْ تُوجَدْ إِلَّا فِي جَوَالِقِ حَمَّارٍ .

”سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر دو ٹہنیاں رکھی جائیں، آپ رضی اللہ عنہ خراسان کے علاقے میں فوت ہوئے، وہاں یہ ٹہنیاں صرف گدھوں کے چھٹوں سے ملیں۔“

(الطّبقات الکبرٰی لابن سعد : 8/7؛ وسندہٗ صحیحٌ إن صح سماع مورق عن بریدة)

بشرط صحت یہ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کی اپنی ذاتی رائے معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے قبر پر دو ٹہنیاں رکھنے کا حکم دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح عذاب سے تخفیف کی غرض سے گاڑنے کا حکم نہیں دیا۔

## فائدہ:

ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ والی روایت (تاریخ بغداد: 1/182-183) ”ضعیف“ ہے۔

① شاہ بن عمار کون ہے؟ معلوم نہیں ہو سکا!

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



② نضر بن منذر بن ثعلبہ عبدی کے حالات بھی نہیں مل سکے۔

③ قتادہ رحمہ اللہ ''مدلس'' ہیں، ان کا انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی صحابی سے سماع ثابت نہیں۔

(جامع التّحصيل في أحكام المراسيل : 255)

## دلیل نمبر②

سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِقْرَءُ وا عَلٰى مَوْتَاكُمْ يٰسٓ .

''قریب المرگ لوگوں پر سورت یٰس کی قرأت کریں۔''

(مسند الإمام أحمد : 26/5؛ سنن أبي داوٗد : 3121؛ السّنن الكبرٰى للنّسائي : 10914؛ سنن ابن ماجه : 1448)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (3002) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

اس کی سند ضعیف ہے۔

بعض سندوں میں ابو عثمان کے مجہول والد کی زیادت ہے۔ یہ المزید فی متصل الاسانید ہے، ابو عثمان نے معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح نہیں کی۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَرَادَ بِهِ مَنْ حَضَرَتْهُ الْمَنِيَّةُ لَا أَنَّ الْمَيِّتَ يُقْرَأُ عَلَيْهِ وَكَذٰلِكَ قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ .

''اس حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب المرگ مراد لیا ہے۔ نہ کہ میت پر قرآن پڑھا جانا، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ مردوں کو لا الٰہ الا اللہ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تلقین کریں (یہ بھی قریب المرگ کے لئے ہے، میت کے لئے نہیں)۔‘‘

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اسی کو ترجیح دی ہے۔(الرّوح، ص 11)

## فائدہ:

قَالَ صَفْوَانُ، حَدَّثَنِي الْمَشْيَخَةُ، أَنَّهُمْ حَضَرُوا غُضَيْفَ بْنَ الْحَارِثِ الثُّمَالِيَّ، حِينَ اشْتَدَّ سَوْقُهُ، فَقَالَ: هَلْ مِنْكُمْ أَحَدٌ يَقْرَأُ يٰس؟ قَالَ: فَقَرَأَهَا صَالِحُ بْنُ شُرَيْحٍ السَّكُونِيُّ، فَلَمَّا بَلَغَ أَرْبَعِينَ مِنْهَا قُبِضَ، قَالَ: وَكَانَ الْمَشْيَخَةُ يَقُولُونَ: إِذَا قُرِئَتْ عِنْدَ الْمَيِّتِ خُفِّفَ عَنْهُ.

’’صفوان کہتے ہیں: مجھے بوڑھوں نے خبر دی کہ وہ غضیف بن حارث ثمالی کے پاس حاضر ہوئے، جب ان کی روح نکلنے میں دشواری ہوئی تو کہنے لگے: آپ میں کس نے سورت یٰس پڑھی ہے؟ اس پر صالح بن شریح سکونی سورت یٰس پڑھنے لگے، چالیسویں آیت پر پہنچے، تو غضیف کی روح قبض ہوگئی، اس وقت سے وہ بوڑھے کہتے ہیں کہ جب آپ میت کے پاس سورت یٰس کی تلاوت کریں گے، تو میت کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔‘‘

(مسند الإمام أحمد: 105/4)

یہ بوڑھے نہ معلوم ہیں۔ لہٰذا سند مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: 187/3) کا اس کی سند کو حسن قرار دینا درست نہیں۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



## فائدہ نمبر:

سیدنا ابوالدرداء اور سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ مَيِّتٍ يَّمُوتُ فَيُقْرَأُ عِنْدَهٗ يٰس إِلَّا هَوَّنَ اللّٰهُ عَلَيْهِ .

''جو آدمی فوت ہوتا ہے اور اس کے پاس سورت یس کی تلاوت کی جاتی ہے، تو اللہ اس پر آسانی کر دیتے ہیں۔''

(مسند الفردوس : 6099؛ التّلخيص الحبير لابن حجر : 104/2)

سند من گھڑت ہے۔ مروان بن سالم غفاری متروک ووضاع ہے۔

## دلیل نمبر③

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ مَرَّ عَلَى الْمَقَابِرِ فَقَرَأَ فِيهَا إِحْدٰى عَشَرَ مَرَّةٍ : ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ ثُمَّ وَهَبَ أَجْرَهُ الْأَمْوَاتَ أُعْطِيَ مِنَ الْأَجْرِ بِعَدَدِ الْأَمْوَاتِ .

''جو قبرستان سے گزرے اور سورت اخلاص گیارہ بار پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخش دے، تو اسے تمام مردوں کی گنتی کے برابر ثواب دیا جائے گا۔''

(تاريخ قزوين : 297/2)

روایت سخت ضعیف ہے۔ داؤد بن سلیمان غازی کے بارے میں ادنیٰ کلمہ توثیق ثابت نہیں۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



كَذَّبَهُ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، وَلَمْ يَعْرِفْهُ أَبُو حَاتِمٍ، وَبِكُلِّ حَالٍ؛ فَهُوَ شَيْخٌ كَذَّابٌ، لَهُ نُسْخَةٌ مَّوْضُوعَةٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُوسَى الرِّضٰى، رَوَاهَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَوَيْهِ الْقَزْوِينِيُّ الصَّدُوقُ عَنْهُ .

''امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے کذاب (پرلے درجے کا جھوٹا) کہا ہے، امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ نے مجہول قرار دیا ہے، یہ ہر حال میں کذاب ہے، اس کے پاس علی بن موسیٰ رضی کی سند سے موضوع روایتوں پر مشتمل ایک نسخہ تھا، اس سے آگے علی بن محمد بن مہرویہ قزوینی صدوق بیان کرتا ہے۔''

(میزان الاعتدال : 8/2؛ لسان المیزان لابن حجر : 417/2)

## دلیل نمبر ④

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَ فَقَرَأَ سُورَةَ يٰس خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَكَانَ لَهُ بِعَدَدِ مَنْ فِيهَا حَسَنَاتٌ .

''جو قبرستان میں داخل ہو اور سورت یٰس تلاوت کرے، تو اس قبرستان والوں سے اللہ عذاب میں تخفیف کرتا ہے اور پڑھنے والے کو مردوں کی تعداد کے برابر نیکیاں ملتی ہیں۔''

(شرح الصّدور للسّیوطي، ص 404)

جھوٹ کا پلندہ ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کی یہ سند ذکر کی ہے:

أَخْرَجَهُ الثَّعْلَبِيُّ فِي تَفْسِيرِهِ (161/2) مِنْ طَرِيقِ مُحَمَّدِ بْنِ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



أَحْمَدَ الرِّيَاحِيِّ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُدْرِكٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ .

① ایوب بن مدرک کو امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے کذاب، امام ابو حاتم رازی، امام نسائی اور امام دارقطنی رحمہ اللہ نے متروک، امام ابوزرعہ رازی، امام یعقوب بن سفیان فسوی، حافظ جوزجانی، امام صالح بن محمد جزرہ اور امام ابن عدی رحمہم اللہ وغیرہم نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَوٰی أَيُّوبُ بْنُ مُدْرِكٍ عَنْ مَكْحُولٍ نُسْخَةً مَّوْضُوعَةً وَّلَمْ يَرَهُ .

''ایوب بن مدرک نے امام مکحول سے ایک من گھڑت نسخہ روایت کیا ہے، انہیں دیکھا نہیں۔'' (لسان المیزان لابن حجر :488/1)

② احمد بن ابی العوام ریاحی اور ابوعبیدہ کی توثیق مطلوب ہے۔

③ امام حسن بصری رحمہ اللہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

## دلیل نمبر⑤

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَ ثُمَّ قَرَأَ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ وَ﴿أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ ثُمَّ اَللّٰهُمَّ إِنِّي جَعَلْتُ ثَوَابَ مَا قَرَأْتُ مِنْ كَلَامِكَ لِأَهْلِ الْمَقَابِرِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ كَانُوا شُفَعَاءَ لَهُ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



”جو قبرستان جا کر سورت فاتحہ، سورت اخلاص اور سورت تکاثر پڑھے، پھر یوں کہے: اللہ! جو میں نے تیرے کلام میں سے پڑھا، اس کا ثواب اس قبرستان والے مومن مردوں، مومن عورتوں کو پہنچا، تو وہ تمام اللہ کے ہاں اس کی سفارش کریں گے۔

(الفوائد لأبي القاسم الزنجي، نقلا عن شرح الصّدور للسّيوطي، ص 404)

بے سند ہونے کی وجہ باطل ہے۔

## دلیل نمبر⑥

حماد مکی نے بیان کیا ہے:

خَرَجْتُ لَيْلَةً إِلٰى مَقَابِرِ مَكَّةَ فَوَضَعْتُ رَأْسِي عَلٰى قَبْرٍ فَنِمْتُ، فَرَأَيْتُ أَهْلَ الْمَقَابِرِ حَلْقَةً حَلْقَةً فَقُلْتُ: قَامَتِ الْقِيَامَةُ؟ قَالُوْا: لَا، وَلٰكِنْ رَجُلٌ مِّنْ إِخْوَانِنَا قَرَأَ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾، وَجَعَلَ ثَوَابَهَا لَنَا، فَنَحْنُ نَقْتَسِمُهُ مُنْذُ سَنَةٍ.

”ایک رات میں مکہ کے قبرستان گیا اور ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا، میں نے خواب دیکھا کہ قبروں والے حلقوں میں کھڑے ہیں۔ پوچھا: کیا قیامت قائم ہو گئی ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ ایک ہمارے کسی بھائی نے سورت اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب ہمیں بخش دیا۔ ہم ایک سال سے اسے تقسیم کر رہے ہیں۔“

(شرح الصّدور للسّيوطي، ص 404)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



بے سند ہونے کی وجہ سے موضوع اور باطل ہے۔ حماد مکی نامعلوم ہے۔ نامعلوم راویوں کے خوابوں سے دلیل لینا دین نہیں ہے۔

## دلیل نمبر⑦

حسن بن ہیثم کہتے ہیں:

كَانَ خِطَابُ يَجِيئُنِي وَيَدُهُ مَعْقُودَةٌ، وَيَقُولُ : إِذَا وَرَدْتَ الْمَقَابِرَ فَاقْرَأْ : ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾، وَاجْعَلْ ثَوَابَهَا لِأَهْلِ الْمَقَابِرِ .

”خطاب بن بشر میرے پاس آئے، ان کے ہاتھ بندھے تھے اور مجھے کہا: قبرستان جائیں اور سورت اخلاص پڑھ کر ثواب قبرستان والوں کو بخش دیجیے۔“

(الأمر بالمعروف والنّهي عن المنكر للخلّال : 252)

سند ضعیف ہے۔ حسن بن ہیثم کی توثیق نہیں ملی۔

نیز یہ اجتہادی خطا ہے، قرآن و حدیث اور سلف امت کے خلاف ہونے کی وجہ سے قبول نہیں، اس میں مروجہ قرآن خوانی کا ثبوت بھی نہیں۔

## دلیل نمبر⑧

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

لَا بَأْسَ بِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِي الْمَقَابِرِ .

”قبرستان میں قرآن پڑھنے میں حرج نہیں۔“

(الأمر بالمعروف والنّهي عن المنكر للخلّال : 245)

سخت ضعیف ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



① شریک بن عبداللہ قاضی مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی ہے۔
② الری کی تعیین وتوثیق مطلوب ہے۔

## دلیل نمبر⑨:

حسن بن عبدالعزیز جروی کہتے ہیں:

مَرَرْتُ عَلٰی قَبْرِ أُخْتٍ لِي، فَقَرَأْتُ عِنْدَهَا: تَبَارَكَ، لِمَا يُذْكَرُ فِيهَا، فَجَاءَ نِي رَجُلٌ، فَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ أُخْتَكَ فِي الْمَنَامِ تَقُولُ: جَزَى اللّٰهُ أَخِي عَنِّي خَيْرًا، فَقَدِ انْتَفَعْتُ بِمَا قَرَأَ.

”میری ہمشیرہ کی قبر کے پاس سے میرا گزر ہوا، میں نے سورت الملک کی فضیلت مدنظر رکھتے ہوئے قبر پر تلاوت کی۔ ایک شخص آیا اور کہا کہ میں نے آپ کی ہمشیرہ کو خواب میں دیکھا کہہ رہی تھیں کہ اللہ میری طرف سے میرے بھائی کو جزائے خیر دے۔ جو اس نے پڑھا تھا، میں نے اس سے فائدہ اٹھایا ہے۔“(الأمر بالمعروف للخلّال: 246، وسندہٗ صحیحٌ)

امتیوں کے خواب شرعی حجت نہیں ہوتے۔

## دلیل نمبر⑩:

حسن بن صباح کہتے ہیں:

سَأَلْتُ الشَّافِعِيَّ عَنِ الْقِرَاءَةِ عِنْدَ الْقُبُورِ؟ فَقَالَ: لَا بَأْسَ بِهٖ.

”میں نے امام شافعی رحمہ اللہ سے پوچھا قبروں پر قرآن پڑھنا کیسا ہے؟ فرمایا: حرج نہیں۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



اس میں قرآن پڑھ کر بخشنے کا ذکر نہیں۔ گو کہ قبرستان میں قرآن کی تلاوت بھی شرعی حوالے سے جائز نہیں۔

## دلیل نمبر⑪:

خیثم نے وصیت کی تھی کہ جب انہیں قبرستان میں دفن کیا جائے، تو ان کی قوم ان پر قرآن پڑھے۔(الزّهد للإمام أحمد : 2122)

سند ضعیف ہے۔

① سفیان ثوری مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی ہے۔

② اس میں رجل مبہم موجود ہے۔

عباس دوری رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سوال کیا:

تَحْفَظُ فِي الْقِرَاءَ ةِ عَلَى الْقُبُورِ شَيْئًا، فَقَالَ : لَا .

''کیا آپ کو قبر پر قرأت کے حوالے سے کچھ یاد ہے؟ فرمایا: نہیں۔''

(القراء ة عند القبور لأبي بكر الخلال، ص 87)

## الحاصل:

قرآن خوانی شرعی دلائل سے ثابت نہیں ہے۔ سلف صالحین سے اس کا کوئی بھی قائل نہیں، بلکہ یہ دین میں اضافہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# کفن پر لکھنا

قبر میں شجرہ، غلاف کعبہ، عہد نامہ یا دیگر ''تبرکات'' رکھنا، مردے کے کفن پر یا پیشانی پر انگلی، مٹی یا کسی اور چیز سے عہد نامہ اور کلمہ لکھنا ناجائز بلکہ بدعت ہے، قرآن و حدیث میں اس پر دلیل نہیں، سلف میں کوئی اس کا قائل و فاعل نہیں، اہل سنت ان بدعات سے بیزار ہیں، کیونکہ یہ دین الٰہی میں بگاڑ کا باعث ہیں۔ اس سلسلہ میں بعض متشابہات البتہ موجود ہیں، جن کا جائزہ آئندہ سطور میں پیش کیا جا رہا ہے:

ایک شبہ ہے:

''قبر میں بزرگانِ دین کے تبرکات اور غلاف کعبہ شجرہ یا عہد نامہ رکھنا مردہ کی بخشش کا وسیلہ ہے، قرآن فرماتا ہے: ﴿وَابْتَغُوٓا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾''

(جاء الحق: 336/1)

اس آیت سے عہد نامہ وغیرہ کے جواز پر استدلال درست نہیں ہے، اول تو صحابہ اور ائمہ دین سے کسی نے اس آیت سے یہ استدلال نہیں کیا، اگر ہم یہ استدلال کرتے ہیں تو قرآن کی معنوی تحریف کے مرتکب ہوں گے۔ اس آیت میں وسیلہ سے مراد اعمال صالحہ ہیں، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) لکھتے ہیں:

هٰذَا الَّذِي قَالَهٗ هٰؤُلَاءِ الْأَئِمَّةُ، لَا خِلَافَ بَيْنَ الْمُفَسِّرِينَ.

''یہ مفسرین اور ائمہ کا اتفاقی فیصلہ ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر: 535/2)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



تو بھائی ہمیں اہل سنت کے اتفاقی فیصلے پر ہی رہنا چاہیے۔

علامہ شاطبی رحمہ اللہ (790ھ) لکھتے ہیں:

كُلُّ مَنِ اعْتَمَدَ عَلٰى تَقْلِيدِ قَوْلٍ غَيْرِ مُحَقَّقٍ، أَوْ رَجَّحَ بِغَيْرِ مَعْنًى مُّعْتَبَرٍ فَقَدْ خَلَعَ الرِّبْقَةَ وَاسْتَنَدَ إِلٰى غَيْرِ شَرْعٍ، عَافَانَا اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ بِفَضْلِهٖ، فَهٰذِهِ الطَّرِيقَةُ فِي الْفُتْيَا مِنْ جُمْلَةِ الْبِدَعِ الْمُحْدَثَاتِ فِي دِينِ اللّٰهِ تَعَالٰى، كَمَا أَنَّ تَحْكِيمَ الْعَقْلِ عَلَى الدِّينِ مُطْلَقًا مُّحْدَثٌ.

''ہر شخص جو کسی غیر ثابت قول کی تقلید کرتا ہے، یا بلا دلیل اسے راجح قرار دیتا ہے، اس نے اسلام کی رَسی اُتار رکھی ہے اور غیر شریعت پر اعتماد کرنے لگا ہے، اللہ ہم پہ فضل کرے اور ایسے کاموں سے بچائے، فتویٰ میں یہ اسلوب اپنانا بدعت ہے جسے اسلام کے نام پر گھڑ لیا گیا ہے، جیسا کہ عقل کو دین پر حاکمیت دینا مطلق بدعت ہے۔''

(الاعتصام: 179/2)

دوسرا شبہ یہ ہے:

''یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے فرمایا تھا: ﴿اِذْهَبُوْا بِقَمِيصِي هٰذَا فَأَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيْرًا﴾ (یوسف: 93) (میری قمیص لے جا کر والد صاحب کے منہ پر ڈال دیں، وہ انکھیارے ہو جائیں گے) معلوم ہوا کہ بزرگوں کا لباس شفا بخشتا ہے، کیونکہ یہ ابراہیم علیہ السلام کی قمیص تھی، تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



امید ہے کہ بزرگوں کا نام مردے کی عقل کھول دے اور جوابات یاد آ جائیں۔“
(جاء الحق از نعیمی: 336/1)

یہ پیغمبر کا معجزہ تھا، معجزہ سے شرعی احکام ثابت نہیں ہوتے، نیز سلف نے بھی اس معجزہ سے یہ حکم ثابت نہیں کیا۔

یہ کہنا کہ یہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قمیص تھی، بلا دلیل ہے، کیونکہ قرآن کی خلاف ورزی ہے، آیت ہے: ﴿اِذْهَبُوا بِقَمِيْصِي هٰذَا﴾ ”میری یہ قمیص لے جاؤ۔“

نیز فرمایا:

﴿وَجَاءُو عَلٰى قَمِيصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ﴾ (یوسف: 18)

”اخوان یوسف قمیص یوسف پر جھوٹ موٹ کا خون لگا لائے۔“

تیسرا شبہ ملاحظہ ہو:

”نبی کریم ﷺ نے اپنا تہبند شریف اپنی بیٹی سیدہ زینب کے کفن میں شامل فرما دیا تھا۔“ (جاء الحق از نعیمی: 336/1)

نبی کریم ﷺ نے اپنی قمیص بطور تبرک دی تھی اور تبرک آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ خاص تھا، اب کسی اور کو آپ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا تھا۔

علامہ شاطبی رحمہ اللہ (790ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ بَعْدَ مَوْتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَقَعْ مِنْ أَحَدٍ مِّنْهُمْ شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ بِالنِّسْبَةِ إِلٰى مَنْ خَلَفَهٗ، إِذْ لَمْ يَتْرُكِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَهٗ فِي الْأُمَّةِ أَفْضَلَ مِنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَهُوَ كَانَ خَلِيفَتَهٗ، وَلَمْ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



يُفْعَلْ بِهٖ شَيْءٌ مِّنْ ذٰلِكَ، وَلَا عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، وَهُوَ كَانَ فِي الْأُمَّةِ بَعْدَهُ، ثُمَّ كَذٰلِكَ عُثْمَانُ، ثُمَّ عَلِيٌّ، ثُمَّ سَائِرُ الصَّحَابَةِ الَّذِينَ لَا أَحَدَ أَفْضَلُ مِنْهُمْ فِي الْأُمَّةِ، ثُمَّ لَمْ يَثْبُتْ لِوَاحِدٍ مِّنْهُمْ مِنْ طَرِيقٍ صَحِيحٍ مَّعْرُوفٍ أَنَّ مُتَبَرِّكًا تَبَرَّكَ بِهٖ عَلٰى أَحَدِ تِلْكَ الْوُجُوهِ أَوْ نَحْوِهَا، بَلِ اقْتَصَرُوا فِيهِمْ عَلَى الْاقْتِدَاءِ بِالْأَفْعَالِ وَالْأَقْوَالِ وَالسِّيَرِ الَّتِي اتَّبَعُوا فِيهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَهُوَ إِذًا إِجْمَاعٌ مِّنْهُمْ عَلٰى تَرْكِ تِلْكَ الْأَشْيَاءِ كُلِّهَا.

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی کے لیے تبرک مقرر نہیں کیا، آپ کے بعد اُمت میں سب سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، آپ کے بعد خلیفہ بھی تھے، ان کے ساتھ اس طرح کا کوئی معاملہ نہیں کیا گیا، نہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا، وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد اُمت میں سب سے افضل تھے، اس طرح سیدنا عثمان وعلی رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ تھے، یہ ثابت نہیں کہ کسی نے ان کے بارے میں تبرک والا سلسلہ جاری کیا ہو، بلکہ ان صحابہ کے بارے میں دیگر صحابہ وتابعین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع پر مبنی اقوال و افعال اور طریقہ کار پر اکتفا کیا ہے، لہٰذا ان کی طرف سے ترک تبرکات پر اجماع ہے۔''

(الاعتصام: 2/8-9)

شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے حوالے سے منقول ہے:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



”قبر میں شجرہ رکھنا بزرگان دین کا معمول ہے،لیکن اس کے دو طریقے ہیں، ایک یہ کہ مردے کے سینہ پر کفن کے اوپر یا نیچے رکھیں، اس کو فقہا منع کرتے ہیں، دوسرے یہ کہ مردے کے سر کی طرف قبر میں طاقچہ بنا کر شجرہ کاغذ میں رکھیں۔“(جاء الحق: 337/1)

اگر بزرگان دین سے مراد سلف صالحین، ائمہ محدثین ہیں،تو یہ خلاف واقعہ ہے، اگر کوئی اور ہے،تو معذرت کہ ان کی بزرگی کا معیار بھی صحابہ و تابعین کا عمل ہے، نہ کہ کوئی اور۔

ایک روایت بھی منقول ہے:

”میت کی پیشانی یا کفن پر عہد نامہ یا کلمہ طیبہ لکھنا، اسی طرح عہد نامہ قبر میں رکھنا جائز ہے،خواہ تو انگلی سے لکھا جائے یا کسی اور چیز سے، امام ترمذی حکیم بن علی نے نوادر الاصول میں روایت کی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

مَنْ كَتَبَ هٰذَا الدُّعَاءَ وَجَعَلَهٗ بَيْنَ صَدْرِ الْمَيِّتِ وَ كَفَنِهٖ فِي رُقْعَةٍ لَمْ يَنَلْهُ عَذَابُ الْقَبْرِ، وَلَا يَرٰى مُنْكَرًا وَّنَكِيْرًا.

جو شخص اس دعا کو لکھے اور میت کے سینے اور کفن کے درمیان کاغذ میں لکھ کر رکھے،تو اس کو عذاب قبر نہ ہوگا اور نہ منکر نکیر کو دیکھے گا۔“

(جاء الحق: 338/1)

نوادر الاصول تو کجا، دنیا کی کسی حدیث کی کتاب میں اس کا ذکر تک نہیں ۔ یہ وضعی بے سند اور من گھڑت روایت ہے،محولہ بالا کتاب جاء الحق کے مصنف یہاں سے چند صفحات قبل ہی لکھ آئے ہیں کہ فقہا مردے کے سینے پر شجرہ یا عہد نامہ رکھنا ممنوع قرار دیتے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



ہیں،تو جوفقہا اسے ممنوع قرار دیتے ہیں وہ اس حدیث کی مخالفت تونہیں کررہے؟

ایک نیا شبہ ملاحظہ ہو:

”الحرف الحسن (احمد رضا خان بریلوی کی تصنیف) میں ترمذی سے نقل کیا کہ صدیقِ اکبر سے روایت ہے کہ جو کوئی عہد نامہ پڑھے تو فرشتہ اسے مہر لگا کر قیامت تک کے لیے رکھ لے گا، جب بندے قبر سے اُٹھائے جائیں گے تو فرشتہ وہ نوشتہ ساتھ لا کر ندا کرے گا کہ عہد والے کہاں ہیں؟ ان کو یہ عہد نامہ دیا جائے گا،امام ترمذی نے فرمایا کہ «عَنْ طَاوُوْسٍ أَنَّهٗ بِهٰذِهِ الْكَلِمَاتِ، فَكُتِبَ فِي كَفْنِهٖ»(الحرف الحسن)“

(جاء الحق:1/339)

بے سند ہے، اس پر شرعی احکام کی بنا نہیں ڈالی جاسکتی، رہا امام طاؤس رحمہ اللہ کا قول،تو اس کا حوالہ اور سند نہیں مل سکے۔

ایک دعوی پہ نظر ڈالئے :

”عہد نامہ یا کلمہ طیبہ لکھنا، یہ دونوں کام جائز اور احادیثِ صحیحہ، اقوالِ فقہا سے ثابت ہیں۔“ (جاء الحق از نعیمی:1/336)

وہ احادیث صحیحہ کہاں ہیں؟ بے سند روایات تو صحیحہ نہیں ہوتیں۔

ایک حکم نامہ پیش خدمت ہے:

”میت کے لیے کفن وغیرہ پر ضرور عہد نامہ لکھا جاوے۔“

(جاء الحق:1/341)

فتاویٰ بزازیہ سے منقول ہے:

”اگر میت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھا تو اُمید ہے کہ اللہ اس کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



بخشش کر دے اور اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے، امام نصیر نے فرمایا کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ لکھنا جائز ہے اور مروی ہے کہ فاروق اعظم کے اصطبل کے گھوڑوں کے رانوں پر لکھا تھا: «حُبِسَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ»''
(جاء الحق: 1/339-340)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا گھوڑوں کی رانوں پر لکھنا اور اسے سے میت کی پیشانی پر لکھنے کا جواز کشید نا عقل و نقل سے بعید ہے، گھوڑوں کی رانوں پر لکھنے کی بات کسی حدیث کی کتاب میں بسند صحیح موجود نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# کیا لفظ ”اللہ“ ذکر ہے؟

لفظ اللہ ذکر نہیں ہے، بعض لوگ دن رات تسبیح پر اللہ اللہ کا ورد کرتے رہتے ہیں، جب کہ قرآن وحدیث میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ اہل سنت رحمہم اللہ سے اس کا ثبوت نہیں ملتا، یہ بدعت ہے۔ جاہل، ملحد، گمراہ اور بے دین لوگوں کا ذکر ہے۔ یاد رہے کہ ”یاھو“، ”ھوالاھو“ اور ”ھو“ بھی ذکر نہیں ہے۔

ہمیں چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کے تعلیم کردہ اذکار پر اکتفا کریں۔ جو لوگ لفظ جلالہ کو ذکر کہتے ہیں، وہ اس پر چند دلائل پیش کرتے ہیں:

① فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ﴾(الأنعام: 91)

”آپ کہہ دیجیے کہ (جس نے کتاب نازل کی ہے، وہ) اللہ (ہے) پھر آپ انہیں چھوڑ دیں کہ وہ اپنی سرگردانی میں کھیلتے رہیں۔“

اس آیت میں لفظ ”اللہ“ سیاق میں موجود سوال ﴿مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ﴾ ”یہ کتاب (قرآن) کس نے نازل کیا؟“ کے جواب میں ذکر ہوا ہے۔ چنانچہ یہاں لفظ اللہ مفرد نہیں ہے، بل کہ مبتدا محذوف کی خبر ہے، اس سے مفرد ذکر کیوں کر ثابت ہو سکتا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ عظام رحمہم اللہ نے اس آیت سے یہ مسئلہ ثابت نہیں کیا۔ اگر ثابت ہوتا، تو وہ ضرور مفرد ذکر کے قائل وفاعل ہوتے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



مولانا اشرف علی تھانوی صاحب بھی کہتے ہیں:

''واقعی اس سے استدلال ہو بھی نہیں سکتا، کیونکہ اس میں ''اللہ'' قل کا مقولہ نہیں، کیونکہ قول کا مقولہ مفرد نہیں ہوتا، بلکہ جملہ ہوتا ہے، بلکہ یہ تو ''انزل'' مقدر کا فاعل ہے، جس کا قرینہ سیاق کلام ہے۔''

(اشرف الجواب، ص 175، حصہ دوئم)

دوسری دلیل یہ پیش کی جاتی ہے:

② سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُقَالَ فِي الْأَرْضِ: اَللّٰهُ، اَللّٰهُ.

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک زمین میں ''اللہ اللہ'' کہا جانا ختم نہ ہوگا۔'' (صحيح مسلم: 148)

اس حدیث سے مفرد ذکر پر استدلال درست نہیں، کیوں کہ اسی سند کے ساتھ مسند احمد (162/3) میں یہ الفاظ ہیں:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُقَالَ فِي الْأَرْضِ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ.

''جب تک لا الہ الا اللہ پڑھنے والے موجود ہوں گے، قیامت قائم نہیں ہوگی۔''

جب اہل توحید دنیا سے اٹھ جائیں گے، اللہ تعالیٰ کا نام لیوا کوئی نہیں ہوگا اور خالص عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا، تو برے لوگوں پر قیامت قائم ہو جائے گی۔

③ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَعْطَوْهُ الْوِلْدَانَ، وَأَخَذُوا يَطُوفُونَ بِهٖ شِعَابَ مَكَّةَ، وَهُوَ يَقُولُ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



: أَحَدٌ، أَحَدٌ .

”سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو مشرکین مکہ نے نوجوانوں کے سپرد کر دیا، جو آپ رضی اللہ عنہ کو مکہ کی وادیوں میں گھسیٹتے اور آپ رضی اللہ عنہ احد احد کی صدائیں بلند کرتے۔“

(مسند الإمام أحمد : 404/1، سنن ابن ماجه : 150، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (7083) نے صحیح اور امام حاکم رحمہ اللہ (284/3) نے ”صحیح الاسناد“ کہا ہے۔

ذکر مفرد پر اس کو دلیل بنانا درست نہیں، کیوں کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ”احد احد“ بہ طور ذکر نہیں کہتے تھے، بلکہ مشرکین کے جواب میں ”احد احد“ کہتے تھے، مراد اللہ کی وحدانیت کا اعلان تھا۔

④ سیدنا ابو درداء اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کہتے ہیں :

إِنَّ اسْمَ اللّٰهِ الْأَكْبَرَ رَبِّ رَبِّ .

”اسم اعظم ”رب رب“ ہے۔“

(المستدرك للحاكم : 505/1، الدّعا للطّبراني : 119)

اگر ہشام بن ابی رقیہ رحمہ اللہ کا سیدنا ابو درداء اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے سماع ثابت ہو جائے، تو سند حسن ہے۔

بشرط صحت روایت یہ ذکر مفرد کی دلیل نہیں بن سکتی، کیوں کہ اس میں ”رب رب“ کے ساتھ ذکر کرنا مراد نہیں، بلکہ اسم اعظم کے ساتھ دعا کرنا مراد ہے۔ واللہ اعلم!

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں :

”جو یہ کہے کہ یہ عام لوگوں کا ذکر ہے، جب کہ خواص کا ذکر اسم مفرد (اللہ)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



ہے اور خواص الخواص کا ذکر اسم ضمیر (ھو) ہے، ایسا شخص غلطی کھا رہا ہے اور بے راہ روی کا شکار ہے۔ بعض نے اس پر یہ آیت دلیل بنائی ہے: ﴿قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ﴾ (الأنعام: 91) ''فرما دیجئے کہ اللہ ہے، بس آپ انہیں اپنی خوش فہمی میں ہنستا کھیلتا چھوڑ دیں۔'' یہ ان کی فحش غلطی ہے، کیوں کہ اس میں لفظ اللہ جواب استفہام کے طور پر امر کے تحت واقع ہوا ہے، استفہام یہ ہے: ﴿قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهٖ مُوسٰى نُورًا وَّهُدًى لِلنَّاسِ﴾ (الأنعام: 91) ''پوچھیے کہ موسیٰ علیہ السلام پر نور وہدایت پر مبنی کتاب نازل کرنے والی ذات کون تھی؟'' جواب استفہام یہ ہے: ﴿قُلِ اللّٰهُ﴾(الأنعام: 91) ''فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ہی موسیٰ علیہ السلام پر کتاب نازل کی ہے۔ لہٰذا لفظ اللہ مبتدا ہے اور جملہ استفہام خبر ہے۔ مثال کے طور پر آپ کسی سے پوچھیں کہ: مَنْ جَارُهٗ فَيَقُولُ: زَيْدٌ ''اس کا پڑوسی کون ہے؟ وہ کہے کہ زید۔'' لفظ اللہ خواہ ظاہر ہو یا ضمیر، ہر دو صورت جملہ مفید یا کلام تام نہیں ہو سکتا اور نہ اس سے ایمان، کفر، امر و نہی کا تعلق ہے۔ اسلاف امت میں سے کسی نے ''اللہ اللہ'' کا ذکر نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے مشروع نہیں کیا۔ نیز اس سے دل کو معرفت تامہ حاصل ہوتی ہے، نہ کوئی فائدہ ملتا ہے۔ ہاں ایک ہلکا سا خاکہ ضرور ملتا ہے، جس پر نفی یا استفہام کسی کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اگر اس سے کوئی معرفت تامہ کا فائدہ ملے تو صحیح، ورنہ بے فائدہ ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



گا۔ شریعت میں اذکار وہی ہیں، جو بذات خود کوئی فائدہ دے، نہ کہ کسی دوسرے کے ساتھ مل کر۔ ایسے اذکار کے پابند کچھ لوگ الحاد و وحدت الوجود جیسی گمراہی کا شکار ہو چکے ہیں، جس پر تفصیلی روشنی کسی اور جگہ ڈال دی گئی ہے۔ بعض مشائخ کا کہنا ہے: ''مجھے خدشہ ہے کہ میں نفی و اثبات کے درمیان ہی فوت نہ ہو جاؤں۔'' ایسوں کی اقتدا نہ کی جائے۔ یہ واضح خطا ہے، کیوں اس حالت میں فوت ہو جانے کی صورت میں اسے نیت کے مطابق صلہ ملے گا، اس لیے کہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے میت کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرنے کا حکم دیا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جس کا آخری کلام کلمہ طیبہ ہوا، وہ جنتی ہے۔ اگر قریب المرگ سہا ہوا ہو، تو اسے کلمہ پیش نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ ڈر ہے کہ کہیں اسی اثنا بری موت نہ مر جائے...... اور ضمیر سے اللہ کا ذکر کرنا سنت سے دوری، بدعت میں دخول اور شیطانی ہتھ کنڈے کا شکار ہونا ہے۔ کیوں کہ یَا هُوَ، یَاهُو یاهُوَ، هُوَ وغیرہ کا ذکر میں ضمیر کا مرجع وہی ہو گا جسے دل تصور میں لائے۔ دل کبھی صحیح ہوتا ہے اور کبھی بھٹکا ہوا۔ فصوص کے مصنف نے ایک کتاب الْهُوَ نامی کتاب بھی لکھی ہے۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهٗۤ إِلَّا اللّٰهُ﴾ (آل عمران: 7) ''اس کی تاویل صرف اللہ جانتا ہے۔'' کا معنی ہے کہ اس اسم «ھو» کا معنی اللہ ہی جانتا ہے۔ اگر چہ اس قول کا بطلان واضح ہے، لیکن پھر بھی کچھ لوگوں نے یہ مراد لیا ہے۔ ایک بار مجھے کسی نے جب یہ کہا تو میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اسے جواب دیا کہ بات ایسے ہوتی، تو اللہ یہ فرماتا: ﴿وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَ هُوَ﴾ یعنی ضمیر کو علیحدہ ذکر کیا جاتا۔ بعض مشائخ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿قُلِ اللَّهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ﴾ (الأنعام: 91) سے اللہ اللہ کا ذکر ثابت ہوتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اسم مفرد کا ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ تمام اہل علم کے ہاں باطل ہے۔ جب کہ درست معنی یہ ہے کہ اللہ، جس نے موسیٰ علیہ السلام پر کتاب نازل کی۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا جواب ہے: ﴿قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَى نُورًا وَهُدًى لِلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا وَعُلِّمْتُمْ مَا لَمْ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قُلِ اللَّهُ﴾(الأنعام: 91) ''پوچھیے کہ وہ کتاب کس نے نازل کی تھی، جسے موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے اور جو روشن اور سر چشمۂ ہدایت تھی، تم انہیں دفتروں میں لکھتے رہے، ظاہر بھی کرتے تھے، لیکن اکثر حصے کو چھپا لیتے تھے۔ تم ایسی ایسی باتوں کو جان گئے ہو، جنہیں جانتے نہ تھے۔ خود ہی فرما دیں کہ اللہ۔'' یعنی تورات نازل کرنے والا اللہ ہی ہے۔ یہ ان کے رد میں نازل ہوئی، جو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر وحی نازل نہیں کی۔ فرمایا: ﴿مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَى﴾ (الانعام: 91) پھر فرمایا: ﴿قُلِ اللَّهُ﴾(الانعام: 91) اللہ۔ یعنی اسی نے تورات کو نازل کیا۔ پھر فرمایا: ﴿ثُمَّ ذَرْهُمْ﴾ (الانعام: 91) ''انہیں دفع کریں'' یعنی ان جھوٹوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کو۔ ﴿فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ﴾ (الانعام: 91) ''اپنی سوچوں میں کھیلتا ہوا۔'' سابقہ بحث سے امام سیبویہ اور دیگر ائمہ نحو کی بات سمجھنے میں مدد ملے گی: عرب کی عادت ہے کہ وہ قول کے ساتھ کلام تام، جملہ اسمیہ یا فعلیہ ہی حکایت کرتے ہیں۔ تب ہی تو إِنَّ کے بعد مکسور پڑھتے ہیں۔ لہٰذا باب قول کے بعد اسم مفرد نہیں آ سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی اسم مفرد کے ساتھ ذکر کرنے کا حکم دیا، نہ مسلمانوں کے لیے اسے مشروع کیا۔ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اسم مفرد ایمان کا فائدہ نہیں دیتا۔ کسی عبادت میں بھی اس کا حکم نہیں دیا گیا اور نہ ہی یہ اندازِ گفتگو ہی ہے۔''

(الفتاویٰ الکبریٰ: 5/210-212، مجموع الفتاویٰ: 10/226)

نیز فرماتے ہیں:

اَلْمَقْصُودُ هُنَا أَنَّ الْمَشْرُوعَ فِي ذِكْرِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ هُوَ ذِكْرُهُ بِجُمْلَةٍ تَامَّةٍ وَّهُوَ الْمُسَمّٰى بِالْكَلَامِ وَالْوَاحِدُ مِنْهُ بِالْكَلِمَةِ وَهُوَ الَّذِي يَنْفَعُ الْقُلُوبَ وَيَحْصُلُ بِهِ الثَّوَابُ وَالْأَجْرُ وَالْقُرْبُ إِلَى اللّٰهِ وَمَعْرِفَتُهُ وَمَحَبَّتُهُ وَخَشْيَتُهُ وَغَيْرُ ذٰلِكَ مِنَ الْمَطَالِبِ الْعَالِيَةِ وَالْمَقَاصِدِ السَّامِيَةِ، وَأَمَّا الِاقْتِصَارُ عَلَى الِاسْمِ الْمُفْرَدِ مُظْهَرًا أَوْ مُضْمَرًا فَلَا أَصْلَ لَهُ فَضْلًا عَنْ أَنْ يَّكُونَ مِنْ ذِكْرِ الْخَاصَّةِ وَالْعَارِفِينَ بَلْ هُوَ وَسِيلَةٌ إِلٰى أَنْوَاعٍ مِّنَ الْبِدَعِ وَالضَّلَالَاتِ وَذَرِيعَةٌ إِلٰى تَصَوُّرَاتِ أَحْوَالٍ فَاسِدَةٍ مِّنْ أَحْوَالِ أَهْلِ الْإِلْحَادِ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



وَأَهْلِ الْاِتِّحَادِ كَمَا قَدْ بُسِطَ الْكَلَامُ عَلَيْهِ فِي غَيْرِ هٰذَا الْمَوْضِعِ، وَجِمَاعُ الدِّينِ أَصْلَانِ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نَعْبُدَهُ إِلَّا بِمَا شَرَعَ لَا نَعْبُدُهُ بِالْبِدَعِ كَمَا قَالَ تَعَالٰى : ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ أَحَدًا﴾ .

''مقصد یہ ہے کہ شریعت کی نظر میں ذکر الٰہی جملہ تامہ، جسے کلام بھی کہتے ہیں، جس کا واحد کلمہ ہے، کے ساتھ ہی کیا جا سکتا ہے۔ یہ دلوں کے نفع مند، اجر وثواب، قرب الٰہی، اللہ کی معرفت، محبت اور خشیت کے علاوہ کئی ایک فوائد وثمرات کا موجب ہے۔ ذکر میں صرف لفظ اللہ یا اس کی ضمیر پر اکتفا کرنے کا ذکر خاص اور ذکر العارفین ہونا تو کجا، اس کی دین میں کوئی اصل نہیں، بل کہ بدعات وخرافات اور الحاد اور وحدت الوجود جیسے گمراہ کن اعتقادات کا ذریعہ ہے، اس پر تفصیلی بحث کسی دوسری جگہ گزر چکی ہے۔ پورے دین کی بنیاد دو چیزیں ہیں۔ ایک یہ کہ صرف اللہ کی عبادت کی جائے، دوسری کہ عبادت وہی ہے، جسے شریعت مقرر کرے، بدعات کو عبادت کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ أَحَدًا﴾ '' جو اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہو، نیک اعمال کرے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرے۔''

(مجموع الفتاوٰی : 216/5)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

''بعض صوفیا نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ مفرد کلمہ مثلا ''اللہ، اللہ'' کا ورد کرنا جملہ مفید یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وغیرہ کے ورد سے بھی افضل ہے۔ یہ فاسد ہے اور اس کی بنیاد بھی غلط ہے۔ صرف لفظ اللہ کا ورد مشروع نہیں، نہ ہی یہ کلام مفید ہے، بل کہ یہ کلام ہے ہی نہیں، مدح ہے نہ تعظیم۔ یہ نہ ایمان ہے، نہ ثواب کا کام اور نہ ہی بندہ اس سے دائرہ میں ہی داخل ہوتا ہے۔ اگر ایک کافر ساری عمر بھی اللہ اللہ کرتا رہے، تب بھی وہ مسلمان نہیں بن سکتا، چہ جائے کہ اسے ذکر شمار کیا جائے یا افضل الذکر کہا جائے۔ بعض نے تو مبالغہ کرتے ہوئے اس حد تک کہہ دیا ہے کہ اسم ضمیر کے ذکر کرنا، اسم ظاہر سے ذکر کرنے سے افضل ہے، بہ الفاظ دیگر ہو ہو کی رٹ لگانا اللہ اللہ کا ذکر کرنے سے افضل ہے۔ یہ سب ہوس اور باطل خیالات کا پلندا ہے، جو انسان کو طرح طرح کی گمراہیوں کا منہ دکھاتا ہے۔ یہ اس غلط بنیاد کا رد ہوا۔ اب بعض لوگ اس فرمان باری تعالیٰ سے بھی استدلال کرتے ہیں: ﴿قُلِ اللّٰهُ﴾ (الأنعام: 91) ''فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے۔'' کہ جی یہ نام کا ذکر کرتے ہوئے اللہ اللہ کہیے۔ یہ کم فہمی ہے، کیوں کہ یہاں لفظ اللہ جواب استفہام کے طور پر وارد ہوا ہے۔ استفہام یہ ہے: ﴿قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسٰى نُورًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ﴾ (الأنعام: 91) ''پوچھیے کہ موسیٰ علیہ السلام پر نور و ہدایت پر مبنی کتاب نازل کرنے والی ذات کون

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تھی؟'' جواب میں فرمایا: ﴿قُلِ اللّٰهُ﴾ یعنی اللہ نے ہی نازل کیا، لہٰذا سوال جواب کی طرف لوٹتا ہے، چوں کہ جواب سوال کو متضمن تھا، اس لیے حذف کر دیا گیا، جیسا کہ پوچھا جاتا ہے کہ زمین وآسمان کا خالق کون؟ جواب ملتا ہے کہ اللہ، یعنی اللہ ان کا خالق ہے، فعل کو حذف کر دیا گیا، کیونکہ سوال کی دلالت موجود ہے۔ لہٰذا آیت میں بغیر کسی احتمال کے یہی معنی ہے۔''

(طریق الھجرتین وباب السّعادتین، ص 338-339)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# زبان سے نیت

## لغوي معني :

نیت کے لغوی معنی قصد وارادہ کے ہیں۔

## اصطلاحي تعريف :

علامہ بیضاوی (٦٨٥ھ) لکھتے ہیں:

اَلشَّرْعُ خَصَّصَهَا بِالْإِرَادَةِ الْمُتَوَجِّهَةِ نَحْوَ الْفِعْلِ ابْتِغَاءً لِّوَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَامْتِثَالًا لِّحُكْمِهٖ .

’’شریعت میں نیت کسی کام کے ارادے کا نام ہے، جس میں اللہ کی رضا اور اس کے حکم کی بجا آوری مقصود ہو۔‘‘

(تحفة الأبرار :20/1)

علامہ کاسانی (٥٨٧ھ) لکھتے ہیں:

اَلنِّيَّةُ هِيَ الْإِرَادَةُ، فَنِيَّةُ الصَّلَاةِ هِيَ إِرَادَةُ الصَّلَاةِ لِلّٰهِ تَعَالٰی عَلَى الْخُلُوصِ، وَالْإِرَادَةُ عَمَلُ الْقَلْبِ .

’’نیت ارادے کا نام ہے، لہٰذا نماز کی نیت یہ ہے کہ اللہ کے لیے خلوص دل سے نماز کا قصد کریں اور ارادہ دل کا عمل ہے۔‘‘

(بدائع الصّنائع :127/1)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾(البينة : 5)

''انہیں صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ دین کو اللہ کے لیے خاص کرتے ہوئے اسی کی عبادت کریں۔''

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِيءٍ مَّا نَوٰى .

''اعمال کا اعتبار نیتوں پر موقوف ہے اور ہر شخص کی نیت کا اعتبار ہوگا۔''

(صحيح البخاري :1، صحيح مسلم : 1907)

## عمل اورنیت کا تعلق :

شرع کے ساتھ عمل اور نیت کا تعلق چھ اعتبار سے ہے۔

① عمل اور نیت دونوں شرع کے موافق ہوں، تو یہ ثواب کا موجب ہے۔

② دونوں خلاف شرع ہوں، تو عذاب کا باعث ہے۔

③ عمل موافق شرع ہو اور اس موافقت کا علم بھی ہو، لیکن نیت مخالفِ شرع ہو، تو ثواب نہیں ملے گا، جیسا کہ دکھلاوے کی نماز۔

④ عمل موافق شرع، مگر علم نہیں اور نیت مخالفِ شرع، تو نیت پر گناہ ہوگا، عمل پر نہیں۔ جیسے اجنبی عورت سمجھ کر اپنی بیوی سے جماع کرے۔

⑤ عمل مخالفِ شرع ہو، علم بھی ہے، لیکن نیت موافق شرع ہے، تو گناہ گار ہے، ثواب نہیں ملے گا۔ جیسا کہ بدعت۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



٦ عمل مخالفِ شرع، مگر علم نہیں، لیکن نیت موافق شرع ہے، تو گناہ نہیں ہو گا۔ جیسے اپنی بیوی سمجھ کر اجنبی عورت سے جماع کرنا۔

عبادات میں نیت ہر ایک کے نزدیک ضروری ہے۔ نیز نیت اور ارادہ میں کوئی فرق نہیں۔ ارادہ میں غرض کا ذکر نہیں ہوتا، ذکر نہ ہونے سے عدم لازم نہیں آتا۔

## زبان سے نیت :

زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔

علامہ ابن ہمام (٨٦١ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ بَعْضُ الْحُفَّاظِ : لَمْ يَثْبُتْ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِطَرِيقٍ صَحِيحٍ وَّلَا ضَعِيفٍ أَنَّهٗ كَانَ يَقُولُ عِنْدَ الِافْتِتَاحِ : أُصَلِّي كَذَا، وَلَا عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، بَلِ الْمَنْقُولُ : أَنَّهٗ كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَهٰذِهٖ بِدْعَةٌ .

”بعض حفاظ حدیث کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ سے کسی صحیح یا ضعیف سند سے ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے نماز شروع کرتے وقت فرمایا ہو: میں فلاں نماز پڑھتا ہوں۔ نہ ہی کسی صحابی یا تابعی سے ایسا کوئی عمل ثابت ہے، بلکہ یہ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے، تو اللہ اکبر کہتے، لہٰذا یہ (زبان سے نیت کرنا) بدعت ہے۔“

(فتح القدير :1/266-267)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



علامہ ابن نجیم (۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

وَقَدْ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّهٗ لَوْ نَوٰى بِقَلْبِهٖ وَلَمْ يَتَكَلَّمْ فَإِنَّهٗ يَجُوزُ كَمَا حَكَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ فَمَا فِي الْخَانِيَّةِ .

''تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ اگر نمازی دل سے نیت کرے اور زبان سے نہ کرے، تو ایسا کرنا جائز ہے، جیسا کہ کئی ایک سے ثابت ہے، نیز 'خانیۃ' میں بھی یہی لکھا ہے۔''

(البحر الرّائق :1/292)

شیخ الاسلام، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ بِالنَّقْلِ الْمُتَوَاتِرِ وَإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّحَابَةَ كَانُوا يَفْتَتِحُونَ الصَّلَاةَ بِالتَّكْبِيرِ، وَلَمْ يَنْقُلْ مُسْلِمٌ لَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ أَنَّهٗ قَدْ تَلَفَّظَ قَبْلَ التَّكْبِيرِ بِلَفْظِ النِّيَّةِ لَا سِرًّا وَّلَا جَهْرًا وَّلَا أَنَّهٗ أَمَرَ بِذَالِكَ . وَمِنَ الْمَعْلُومِ أَنَّ الْهِمَمَ وَالدَّوَاعِيَ مُتَوَفِّرَةٌ عَلٰى نَقْلِ ذٰلِكَ لَوْ كَانَ

ذٰلِكَ وَأَنَّهٗ يَمْتَنِعُ عَلٰى أَهْلِ التَّوَاتُرِ عَادَةً وَّشَرْعًا كِتْمَانُ نَقْلِ ذٰلِكَ فَإِذَا لَمْ يَنْقُلْهُ أَحَدٌ عُلِمَ قَطْعًا أَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ .

''متواتر احادیث اور امت مسلمہ کے اجماع سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ اکبر کے ساتھ نماز شروع کرتے تھے۔ تکبیر سے قبل سری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وجہری طور پر نیت کے الفاظ ادا کرنا کسی مسلمان سے ثابت نہیں، نبی ﷺ سے یا کسی صحابی سے ایسا حکم دینا یا ایسا کوئی کام کرنا ثابت نہیں۔ یہ طے ہے کہ زبانی نیت کی کوئی حیثیت ہوتی تو اسے نقل کرنے پر بہت زیادہ اہتمام اور داعیہ ہوتا۔ اہل تواتر کو نہ شریعت نے اجازت دی ہے اور نہ ہی ایسا کوئی واقعہ ثابت ہوا ہے کہ کسی متواتر کے نقل کو چھپا لیں، جب اسے کسی نے بھی نقل نہیں کیا، تو معلوم ہوا کہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔''

(مجموع الفتاویٰ: 22/236-237)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) لکھتے ہیں:

''نیت کسی کام پر پختہ عزم کا نام ہے اور اس کا محل دل ہے۔ زبان سے اس کا تعلق نہیں۔ تب ہی تو نبی کریم ﷺ سے یا آپ کے صحابہ سے کسی بھی کام میں الفاظ سے نیت کرنا ثابت نہیں، بلکہ ہم آج تک اس کا ذکر ہی نہیں سنا۔ وضو اور نماز کے شروع میں جو الفاظ گھڑ لئے گئے ہیں، شیطان نے انہیں وسوسے کا شکار لوگوں کے لیے میدان کارزار بنایا ہے۔ وہ انہیں ثواب کی امید دلاتا ہے اور عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے اور اسے صحیح طور پر ادا کرنے کی طلب ذہن میں ڈال دیتا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ ان وسوسوں کا شکار آدمی ایسے الفاظ کو بار بار دہراتا ہے اور خود پر سختی کرتا ہے۔ جب کہ یہ نماز کا حصہ نہیں ہے۔ نیت کسی کام کے ارادے کو کہتے ہیں، کسی کام کا پختہ ارادہ کرنے والے کو ناوی (نیت کرنے والا) بھی کہتے ہیں۔ ارادے کو نیت سے جدا نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ ارادہ نیت کی حقیقت میں داخل ہے۔ جو وضو کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لیے بیٹھا، اس نے وضو کی نیت کی اور جو نماز کے لیے کھڑا ہوا، اس نے نماز کی نیت کی۔ کوئی عقلمند آدمی کسی کام کو، چاہے وہ عبادات ہوں یا کوئی اور کام، بغیر نیت کے نہیں کرسکتا، لہٰذا نیت انسان کے مقصود افعال کے ساتھ لازم ہے۔ اس کے لیے کسی قسم کی مشقت یا حصول کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی اپنے اختیاری افعال میں نیت کو ختم کرنا بھی چاہے، تو نہیں کرسکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ اسے نماز اور وضو بغیر نیت کے ادا کرنے کا مکلّف بناتا، تو یہ تکلیف مالا یطاق کی قبیل سے ہوتا، جو اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ تو حصول نیت کے لیے مشقت اٹھانے کی ضرورت کیا ہے؟ اگر نیت کے ہونے میں شک گزرے، تو یہ جنون (پاگل پن) کی قسم ہے، کیوں کہ انسان کا اپنی حالت کو جاننا یقینی امر ہے۔ ایک عقل منداپنے آپ کو شک میں کیسے ڈال سکتا ہے؟ مثلاً اگر کوئی امام کی اقتدا میں ظہر ادا کرنے لگے، تو وہ اس میں کیسے شک کرسکتا ہے؟ اس حالت میں اگر اسے کوئی کسی اور کام کے لیے بلائے، تو وہ کہے گا کہ میں مصروف ہوں اور نماز ظہر پڑھنے لگا ہوں۔ اگر کوئی اسے نماز کی طرف جاتے ہوئے پوچھے، کہاں جا رہے ہو؟ تو کہے گا کہ میں با جماعت نماز پڑھنے جا رہا ہوں۔ جانتے بوجھتے ایک عقل مند خود کو شک میں کیسے ڈال سکتا ہے؟''

(إغاثة اللّهفان في مصايد الشّيطان :1/136-137)

نیز فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے، تو اللہ اکبر کہا۔ اس سے قبل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کچھ نہیں کہا، نہ کبھی الفاظ سے نیت کی۔ نہ ہی یہ کہا کہ میں اللہ کے لیے چار رکعات نمازِ فلاں، روبقبلہ ہوکر بہ طور امام یا مقتدی ادا یا قضاء، فلاں وقت ادا کرتا ہوں۔ یہ دس بدعات ہیں۔ ان میں ایک لفظ بھی کسی نے صحیح، ضعیف، متصل یا مرسل سند کے ساتھ نقل نہیں کیا، بلکہ کسی محدث سے بھی ایسا ثابت نہیں ہے۔ کسی تابعی نے اسے مستحسن سمجھا، نہ ائمہ اربعہ نے۔ بعض متاخرین سے امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کو سمجھنے میں خطا ہوئی کہ انہوں نے نماز کی بابت فرمایا: ''یہ روزے کی طرح نہیں ہے، ہر کوئی اس میں ذکر کے ساتھ ہی داخل ہوتا ہے۔'' اس نے سمجھ لیا کہ ذکر سے مراد تلفظ کے ساتھ نیت کرنا ہے، حالانکہ امام شافعی رحمہ اللہ کی مراد تو تکبیر تحریمہ ہے۔ بھلا امام شافعی رحمہ اللہ اس کام کو مستحب کیوں کر کہہ سکتے ہیں، جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کسی خلیفہ راشد یا صحابی نے کسی ایک نماز میں بھی نہ کیا ہو۔ ان کی ہدایات اور سوانح ہائے حیات موجود ہیں، اگر کوئی ہمیں اس سلسلہ سے ایک حرف بھی ثابت کر دے، ہم اسے قبول کریں گے اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کر لیں گے، کیوں کہ ان کی ہدایت سے کامل کوئی ہدایت نہیں ہوسکتی اور سنت وہی ہے، جو صحابہ رضی اللہ عنہم صاحب شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کریں۔''

(زاد المَعاد في هدي خير العباد: 194/1)

علامہ شرنبلالی (۱۰۶۹ھ) لکھتے ہیں:

مَنْ قَالَ مِنْ مَّشَايِخِنَا : إِنَّ التَّلَفُّظَ بِالنِّيَّةِ سُنَّةٌ لَّمْ يُرِدْ بِهٖ سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَلْ سُنَّةَ بَعْضِ الْمَشَايِخِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لِاخْتِلَافِ الزَّمَانِ وَكَثْرَةِ الشَّوَاغِلِ عَلَى الْقُلُوبِ فِيمَا بَعْدَ زَمَنِ التَّابِعِينَ .

”ہمارے مشائخ میں سے جنہوں نے کہا ہے کہ الفاظ سے نیت کرنا سنت ہے، ان کی مراد سنت نبوی نہیں، بلکہ بعض مشائخ کا طریقہ مراد ہے، جو انہوں نے تابعین کے دور کے بعد زمانہ مختلف ہو جانے اور دل پر مشغولیت بڑھ جانے کی وجہ سے جاری کر دیا تھا۔“

(مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، ص 84)

علامہ ملا علی قاری حنفی (۱۰۱۴ھ) نقل کرتے ہیں:

”ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ نے بڑی عجیب بات کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حج کی نیت الفاظ سے کی، لہٰذا ہم نے اسے تمام عبادات پر قیاس کر لیا۔

ہم کہتے ہیں :...... ایسی کوئی روایت موجود نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہو، میں حج کی نیت کرتا ہوں، بلکہ روایت یوں ہے کہ اللہ! میں حج کا ارادہ کرتا ہوں۔ یہ تو دعا ہے۔ خبر نیت کے قائم مقام تب ہو گی، جب اسے انشا بنایا جائے، جو کہ عقد (لین دین) میں ہوتا ہے، نیز عقد انشائی غیر معلوم چیز ہے۔ اس احتمال کے باوجود بھی استدلال درست نہیں اور اسے مقیس علیہ بنانا صحیح نہیں، بلکہ محال ہے۔

پھر کہتے ہیں کہ الفاظ سے نیت کے عدم ورود سے اس کا عدم لازم نہیں آتا۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ بات غلط ہے، جب تک ورود (ثبوت) نہ ہو، تب تک عدم وقوع ہی لازم آئے گا۔ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نماز کے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



لیے کھڑے ہوتے، تو اللہ اکبر کہتے تھے، اگر آپ کوئی اور الفاظ بولتے، تو صحابہ کرام اسے نقل کر دیتے، نیز مسیء الصلوۃ سے آپ ﷺ نے فرمایا تھا: جب آپ نماز پڑھنے لگیں، تو اللہ اکبر کہیں ...... یہ دلیل ہے کہ نیت کے الفاظ کی کوئی حیثیت نہیں۔ ابو داود رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے پوچھا: آپ تکبیر تحریمہ سے پہلے کچھ پڑھتے ہیں؟ فرمایا: نہیں۔''

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح :42/1)

علامہ عبدالحی لکھنوی (۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

''یہاں تین صورتیں بنتی ہیں:

① صرف دل کی نیت پر اکتفا کر لینا، اتفاق ہے کہ یہ کافی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہی طریقہ مروی ہے۔ نیز ان میں کسی سے بھی یہ کہنا ثابت نہیں کہ میں نے فلاں نماز کی فلاں وقت میں نیت کی یا نیت کرتا ہوں، وغیرہ۔ ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں یہ بات واضح کر دی ہے۔

② صرف الفاظ سے نیت کرنا، دل کا ارادہ وقصد نہ ہو، یہ بالاتفاق ناکافی ہے۔ ③ دونوں کو جمع کرنا، تحفۃ الملوک کے مطابق یہ سنت ہے، جو کہ درست نہیں اور 'المنیۃ' کے مطابق یہ مستحب ہے، یعنی علما کا فعل ہے اور انہوں نے اسے مستحب کہا ہے، ایسا نہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا عمل تھا یا آپ نے اس کی ترغیب دلائی تھی، کیوں کہ یہ بالکل ثابت نہیں۔ احناف نے اسے مستحب اور مستحسن کہنے کی علت یہ بتائی ہے کہ اس سے دل وزبان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کی موافقت اور ایک فرض کے لیے اہتمام ہو جاتا ہے۔‘‘

(عمدة الرّعاية،139/1)

## تنبیه :

علامہ علی بن ابوبکر مرغینانی (۵۹۳ھ) لکھتے ہیں:

اَلنِّيَّةُ هِيَ الْإِرَادَةُ وَالشَّرْطُ أَنْ يَعْلَمَ بِقَلْبِهٖ أَيَّ صَلَاةٍ يُّصَلِّي ، أَمَّا الذِّكْرُ بِاللِّسَانِ فَلَا مُعْتَبَرَ بِهٖ وَيَحْسُنُ ذٰلِكَ لِاجْتِمَاعِ عَزِيمَتِهٖ .

’’نیت قصد اور ارادے کا نام ہے، شرط یہ ہے کہ دل کو معلوم ہو کہ وہ فلاں نماز پڑھ رہا ہے، رہا زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا، تو اس کی کوئی حیثیت نہیں، ہاں قصد و ارادے کو جمع کرنے کے لیے (زبان سے نیت کرنا) مستحب ہے۔‘‘

(الهداية :95/1)

علامہ ابن ابی العز رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) لکھتے ہیں :

’’(يَحْسُنُ ذٰلِكَ لِاجْتِمَاعِ عَزِيمَتِهٖ) کا معنی یہ ہے کہ نماز کی نیت زبان سے کرنا مستحسن ہے، جب کہ یہ بات محل نظر ہے۔ ’المفید‘ میں لکھا ہے : ہمارے بعض مشائخ نے زبان سے نیت کو مکروہ جانا ہے، کیوں کہ نیت دل کی معرفت کا نام ہے، اللہ تعالیٰ مافی الضمیر پر مطلع ہے، لہٰذا زبان سے وضاحت کی چنداں ضرورت نہیں۔ یہی بات درست ہے، کیوں کہ یہ کہنا : میں فلاں فلاں نماز کی نیت کرتا ہوں، کئی لحاظ سے فضول ہے:

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com



① منقول و ماثور نہیں۔ ② الفاظ سے نیت کرنے والا یا تو انشا کا ارادہ کرتا ہے، یا خبر کا، ہر دو لحاظ سے باطل ہے۔ انشا سے اس لیے کہ نماز ان عقود میں سے نہیں ہے، جو انشا سے ثابت ہوتے ہیں اور خبر سے اس لیے نہیں، کیوں کہ یا تو وہ خود کو خبر دے گا، یا اللہ کو یا کراما کاتبین کو۔ ان میں سے کوئی بھی صورت درست نہیں۔''

(التّنبيهات على مشكلات الهداية :1/509-510)

## تنبیہ :

ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ الشَّافِعِيُّ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْخُلَ فِي الصَّلَاةَ قَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ، مُوَجِّهًا لِّبَيْتِ اللّٰهِ مُؤْدِيًا لِّفَرْضِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اللّٰهُ أَكْبَرُ .

''امام شافعی رحمہ اللہ نماز میں داخل ہونے لگتے، تو کہتے: بِسْمِ اللّٰهِ، مُوَجِّهًا لِّبَيْتِ اللّٰهِ مُؤْدِيًا لِّفَرْضِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اللّٰهُ أَكْبَرُ .

''بسم اللہ، منہ طرف کعبہ شریف، فرض واسطے اللہ تعالیٰ کے، اللہ اکبر۔''

(معجم ابن المقرىء : 317، وسندهٗ صحيحٌ)

یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا اجتہاد ہے، جس پر قرآن وسنت، صحابہ، تابعین اور خیر القرون کے مسلمانوں کے عمل سے کوئی دلیل نہیں، لہٰذا یہ اجتہاد خطا پر مبنی اور شاذ ہے۔ ہر ایک کی بات قرآن وسنت اور قرون ثلاثہ کے مسلمانوں پر پیش کی جائے گی، موافق ہو، تو قبول، ورنہ رد کر دی جائے گی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ (۱۹۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْمِيزَانُ الْأَكْبَرُ، فَعَلَيْهِ تُعْرَضُ الْأَشْيَاءُ، عَلٰى خُلُقِهٖ وَسِيرَتِهٖ وَهَدْيِهٖ، فَمَا وَافَقَهَا فَهُوَ الْحَقُّ، وَمَا خَالَفَهَا فَهُوَ الْبَاطِلُ .

''رسول اللہ ﷺ میزان اکبر ہیں، ہر قول وفعل آپ کی سنت، سیرت اور ہدایت پر پیش کیا جائے گا، جو موافق ہو، وہ تو حق ہے اور جو مخالف ہو، باطل ہے۔''

(الجامع لأخلاق الراوي وآداب السّامع للخطيب: 79/1، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

تُوزَنُ الْأَقْوَالُ وَالْأَعْمَالُ بِأَقْوَالِهٖ وَأَعْمَالِهٖ، فَمَا وَافَقَ ذٰلِكَ قُبِلَ، وَمَا خَالَفَهٗ فَهُوَ مَرْدُودٌ عَلٰى قَائِلِهٖ وَفَاعِلِهٖ، كَائِنًا مَّا كَانَ .

''تمام اقوال واعمال نبی کریم ﷺ کے اقوال واعمال پر پیش کیے جائیں گے، جو موافق ہوں، لے لئے جائیں گے اور جو مخالف ہوں، انہیں رد کر دیا جائے، خواہ ان کا قائل وفاعل کوئی بھی ہو۔'' (تفسير ابن كثير: 90/6)

## فائدہ :

بعض لوگ روزے کی نیت کرتے وقت یہ الفاظ کہتے ہیں:

بِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ .

''میں کل کے روزے کی نیت کرتا ہوں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## تبصرہ :

یہ الفاظ معنی کے اعتبار سے بھی درست نہیں۔جس دن کا روزہ رکھا جارہا ہے، اس کی نیت میں یہ کہنا کہ میں کل کے روزے کی نیت کرتا ہوں، مضحکہ خیز ہے۔

ملا علی قاری صاحب نے ان الفاظ کو بے اصل قرار دیا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح : 4/1387)

نیت دل کے قصد وارادے کا نام ہے، زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔

## فائدہ :

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

عَجَبًا لِّتَرْكِ النَّاسِ هٰذَا الْإِهْلَالَ، وَلِتَكْبِيرِهِمْ مَّا بِي، إِلَّا أَنْ يَّكُونَ التَّكْبِيرَةُ حَسَنًا، وَلٰكِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْتِي الْإِنْسَانَ مِنْ قِبَلِ الْإِثْمِ، فَإِذَا عُصِمَ مِنْهُ جَاءَهٗ مِنْ نَّحْوِ الْبِرِّ، لِيَدَعَ سُنَّةً وَّلِيَبْتَدِعَ بِدْعَةً.

”تعجب ہے! لوگ تلبیہ چھوڑ کر تکبیر کہنے لگے ہیں، مانا کہ تکبیر اچھی چیز ہے، مگر شیطان انسان کے پاس گناہ کے دروازے سے آتا ہے، جب انسان اس داؤ سے بچ جائے، تو نیکی کے دروازے سے آتا ہے تا کہ وہ سنت چھوڑ کر بدعت اپنا لے۔“

(مسند إسحاق بن راهويه : 482، وسندهٗ صحيحٌ)

❀❀❀❀❀❀❀

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “